قال اللہ تبارک و تعالیٰ ما جعل علیکم فی الدین من حرج

مصداق آیت بالا

مجموعہ رسائل مفیدہ مع اضافات جدیدہ و تصدیقات مشاہیر علماء ہند

یعنی

الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ

جس میں نکاح کے وقت تفویض طلاق کا مفصل حکم اور زوجہ مفقود و مجنون و غیرہ کی رہائی کی شرعی صورتیں مذکور ہیں اور

المختار فی مہمات التفریق والخیارات

جس میں خیار بلوغ و خیار کفاءت و حرمت مصاہرت کے احکام شرعیہ مفصل درج ہیں اور

حکم الازدواج مع اختلاف الدین الاسلام

جس میں زوجین کے اختلاف مذہب کی سب صورتوں کا مفصل حکم اور فسخ نکاح ہونے نہ ہونے کی تفصیل ہے

المرقومات للمظلومات

جو ہر سہ رسائل مذکورہ کا عام فہم خلاصہ اور تمام صورتوں کا مختصر دستور العمل ہے اور

رفاق المجتہدین للنظر فی وفاق المجتہدین

رسالہ حیلہ ناجزہ پر جو بعض شبہات کیے گئے اُن کا جواب

بانتظام

احقر محمد شفیع عفی عنہ

قیمت بوجہ گرانی کاغذ دو روپیہ عہ

مطبوعہ کراچی (رجسٹرڈ)

مختصر فہرست مطبوعات دارالاشاعت دیوبند

جس میں صرف وہ کتابیں درج ہیں جو دارالاشاعت نے اپنے اہتمام سے عمدہ طبع کرائی ہیں یا کثیر تعداد میں ہمیشہ موجود رکھی جاتی ہیں تاجران کتب اور مدارس اسلامیہ کے لئے ان میں مخصوص رعایت دیجاتی ہے اور عام طلباء کے لئے بھی ان کی قیمتوں میں خاص رعایت کی جاتی ہے جو ایک مرتبہ کے معاملہ سے معلوم ہو جائے گی ۔

فن حدیث

کی

پانچ نادر و نایاب اور نہایت ضروری کتابوں کا مجموعہ

یعنی

اسماء الرجال	الیانع الجنی	الدر المنضود	تبییض الصحیفہ	کتاب الضعفاء
معانی الآثار للامام الطحاوی	اسانید الشیخ عبد الغنی	فی اسانید شیخ الہند محمود	فی مناقب الامام ابی حنیفہ	
یعنی تلخیص معانی الاخیار للعلامۃ العینی شارح البخاری	شاہ صاحب موصوف جو علماء ہند کے استاد الاساتذہ ہیں کل اسانید حدیث اصحاب صحاح ستہ تک	حضرت شیخ الہند اور دیگر موجودہ مشائخ دارالعلوم دیوبند کا سلسلہ اسناد حضرت شاہ عبد الغنی دہلوی تک	امام اعظم رحمہ اللہ کی نہایت عمدہ معتبر سوانحعمری از علامہ سید ملک شاکمی ۔	

حدیث کے مشہور امام طحاوی حنفی رح کی کتاب معانی الآثار عام طور پر مدارس میں داخل نصاب ہے مگر اس کے اسماء رجال پر کوئی مستقل کتاب نہ ملتی تھی اور یہ معلوم تھا کہ علامہ عینی شارح بخاری نے اس کتاب کی شرح دس جلدوں میں اور اسماء الرجال کی بحث دو جلدوں میں لکھی ہے مگر افسوس کہ یہ کتاب دنیا میں نایاب ہے۔ حق تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر کہ اس نے اس شرح کے اسماء رجال کی تلخیص ہمیں نصیب فرمائی اور اشاعت کی توفیق دی۔ مزید افادہ کے لئے دوسری چار کتابیں ہمنے اس کی ساتھ لگا دیں۔ کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ۔ ہر کتاب کی جدا جدا قیمت کا لحاظ کیا جائے تو اس کی قیمت پانچ روپیہ بھی کم ہے۔ لیکن افادہ عام کی غرض سے ہمنے اس کی قیمت صرف تین روپیہ رکھی ہے

میرزاہد رسالہ مع حواشی بحر العلوم

میرزاہد رسالہ تمام مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے لیکن حواشی اور طباعت کے اعتبار سے ابتک بہت محتاج خدمت تھا۔ دارالاشاعت نے بصرف زر کثیر اس کے عمدہ حواشی جمع کر کے نہایت عمدہ طبع کرایا ہے۔ حاشیہ میں علاوہ دیگر حواشی مروجہ کے مستقل حاشیہ بحر العلوم کا جداگانہ صفحہ بصفحہ طبع کیا گیا ہے۔ آخر میں حاشیہ غلام یحییٰ مع حواشی ملا مبین و حواشی مولانا ظہور اللہ وغیرہ نہایت اہتمام سے طبع کیا گیا ہے۔ اور قیمت باینہمہ صرف (عہ/۴) رکھی ہے۔

محیط الدائرہ

فن عروض و قافیہ میں بے شمار کتابیں ہر زبان میں موجود ہیں۔ لیکن اس کتاب نے اس فن کو بالکل ہی سہل کر دیا ہے۔ اس پر ایک مفصل شرح بھی درج کی گئی ہے۔ جو مولانا میرک شاہ صاحب کی تصنیف ہے۔ قیمت کاغذ گلیز عمدہ ۴ کاغذ رف ۲

تسہیل النحو اس کتاب میں نحو میر کی اصل عبارت پھر اس کی شرح لکھ کر ہر مسئلہ کی مشق کے لئے سوالات قائم کئے گئے ہیں۔ قیمت صرف ۴ر

فہرست مضامین

الحیلۃ ناجزۃ + للحیلۃ العاجزۃ

صفحہ

ضروری تصحیح (اس حیلہ ناجزہ میں دو جگہ صفحات غلط چھپ گئے ہیں مگر مضمون مرتب صحیح ہے صفحات درست فرما لیجاویں)
(۱) صفحہ ۱۳ کے بعد غلطی سے ۱۴ چھپ گیا ہے اسکو ۱۳ الی نہایت [illegible]
[illegible] ۱۴ چھپ گیا ہے اسکو [illegible]
[illegible]

رسالہ

الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ

کے متعلق

مشاہیر علماء ہندوستان کی تصدیقات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد مسائل مندرجہ رسالہ ہذا اس قدر ضروری اور اہم تھے اس سے زیادہ یہ اہم تھا کہ اس دشوار گذار میدان میں قدم کون رکھے اور دنیا و آخرت کی اتنی بڑی ذمہ داری کو کون اٹھائے۔ اس لئے [illegible] موزونی اور بے شمار کتابوں کی ورق گردانی علماء وقت سے مراجعت و مشاورت کی [illegible] کے باوجود اس کے کہ طبقہ کے علماء میں ان مسائل پر مفصل تصنیف کی اشد ضرورت محسوس کی جاتی تھی [illegible] جاتی تھی۔

تو سبحانہ تعالیٰ کو حضرت مجدد الملۃ [illegible] امامت دامت برکاتہم کے دست مبارک و خدمت [illegible] میں اس داعیہ قوت کی ساتھ پیدا ہوا اور [illegible] انہیں کی ذات اقدس اس فریضہ کی محل ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے خداداد ورع و تقویٰ کی وجہ سے صرف اپنی دماغی کاوش اور محنت و مشقت کے بعد سخت مسائل پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ جس مسئلہ میں ذرا شبہ ہوا بار بار مالکی المذہب علماء مدینہ طیبہ سے خط و کتابت کرتے رہے پھر مدرسہ دار العلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے علماء کو اس کی تصنیف میں گویا شریک رکھا رسالہ کا کوئی لفظ ان حضرات کی نظر و مشوروں کے بغیر نہیں لکھا گیا۔

اس طرح یہ مبارک رسالہ علماء تھانہ بھون و علماء دیوبند و علماء سہارنپور کی [illegible] تصنیف ہو گئی [illegible] اس لئے ان کی تصدیقات و اظہارات تو خاص طور سے رسالہ کا جزو ہی ہیں [illegible] اس کے بعد یہ بھی ضروری سمجھا گیا کہ ہندوستان کے دوسرے علماء مشاہیر سے بھی اس میں مشورہ لیا جائے۔ چنانچہ تمام مشہور علماء کی خدمت میں رسالہ بغرض مشورہ بھیجا گیا۔ اور الحمد للہ کہ اکثر اطراف ہندوستان کے مشاہیر کے جوابات موصول ہو گئے۔

ان جوابات میں عام طور پر اکثر علماء نے تو پورے غور و خوض کے ساتھ بلا لحاظ فرمانے کے بعد رسالہ کے تمام مسائل بلا کم و کاست اتفاق کیا مگر بعض حضرات نے مسائل مندرجہ کی تصدیق کے ساتھ کچھ مشورہ بھی تحریر فرمایا اور بعض حضرات نے کچھ جزوی تنقید بھی فرمائی۔

ان سب حضرات کی تصدیقات و تحریرات درج کی جاتی ہیں اور مشورہ و تنقید کی بابت جو کچھ ذہن میں آیا وہ ان تحریرات کے حاشیہ پر لکھ دیا گیا۔

ناکارہ خلائق

محمد شفیع عفا اللہ عنہ مدرس دار العلوم

دیوبند

یکم رجب ۵۵ھ

1936

تصدیقات حضرات علماء دہلی

از مدرسہ اسلامیہ فتحپوری

حامداً ومصلیاً ومسلماً

ہم نے مجموعہ رسائل مفیدہ کا مطالعہ کیا زمانہ موجودہ کے لحاظ سے اس کا ضروری اور ازحد مفید ہونا محتاج بیان نہیں درحقیقت امت مرحومہ کی اس اہم مشکل کا حل حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی دامت برکاتہم جیسے فقیہہ کامل کا محتاج تھا کہ علوم ظاہری وباطنی کی مہارت واحوال زمانہ و مشکلات حاضرہ سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔

جناب حضرت قبلہ حکیم الامۃ نے جو اس کتاب مجموعہ رسائل مفیدہ میں ان مسائل کو بکمال تحقیق و تدقیق وضبط تحریر فرمایا ہے اگرچہ وہ ہم جیسے علماء کی تائید و تصحیح سے مستغنی ہیں لیکن تحصیل خیر وثواب کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم ان مسائل کی تائید سے افتخار حاصل کرتے ہیں۔

[illegible]

عبد الرحمن عفی عنہ ✤ محمد محبوب الٰہی ✤ سعید احمد
مدرس فتحپوری دہلی — مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

میں نے مجموعہ رسائل مفیدہ کے ایک ایک مضمون کو لفظاً بلفظ اور حرفاً بحرف پڑھا۔ مسائل مذکورہ رسالہ ہذا کے باعث ہندوستان میں جس قدر دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے وہ اظہر من الشمس ہیں اور ضروریات کے باعث مقلد کو دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دینا یا ضعیف اور مرجوع قول پر مفتی بہ بنانا بھی جائز ہے اور پھر وہ ضرورت بھی کسی خاص شخص کی ساتھ مخصوص نہ ہو بلکہ ابناء زماں کے لئے اعم ہو اور ضرورت بھی مقتصر ضروریات دنیویہ کی ساتھ ہو نہ ہو بلکہ بہت سی صورتوں میں دین تک افضاء بھی ہو تو ایسی صورتوں میں تو جواز سے بھی بڑھ جانا محل استعجاب نہیں۔ چنانچہ رسالہ موصوفہ میں فقہ حنفی کے وہ مسائل جن پر اس زمانہ کی دشواریوں کے باعث عمل درآمد میں صعوبت پیش آرہی ہے وہ سب جمع کئے گئے ہیں اور دفع ضرورت کے باعث دوسرے ائمہ کے اقوال پر مع تحقیق وتنقیح تام اور شروط ضروریہ فتویٰ دیا گیا ہے۔ رسالہ کا جامع مانع ہونا اور کسی پہلو اور احتمال کا نگاہ سے نہ چوکنا وہ تو حضرت مصنف دام اللہ بالفیوض کا انتساب ہی بتلا دینے کیلئے کافی تھا لیکن رسالہ دیکھنے کے بعد تو اسکا یقین تحقیقی طور پر ہو جاتا ہے۔ پھر مجھ جیسے کی تصدیق تو کیا کسی کی تصدیق بھی رسالہ مذکورہ میں کسی قسم کی تحسین پیدا نہیں کر سکتی لیکن امتثالاً للامر اور نیز کسی صورت سے ہو اپنے [illegible] حجت کو بھی یہ تابعیہ ذریعہ نجات آخرت سمجھتا ہے اس لئے ان سطور کو پیش کش کرتا ہوں۔

اشفاق الرحمن کاندھلوی مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

۲۸ ربیع الاول یوم سہ شنبہ ۱۳۵۳ھ

از مدرسہ عبد الرب دہلی

اما بعد بندہ نے اور دیگر مدرسین مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب مرحوم دہلی نے انور وخوش مجموعہ رسائل الحیلۃ الناجزہ وغیرہ کو دیکھا اور بفقیہ حضرت اقدس دام ظلہ العالی نے ان فتاویٰ میں جس تحقیق وتدقیق سے کام لیا ہے اسکی کما حقہ ہم تعریف نہیں کر سکتے ہیں۔ یقیناً ہندوستان میں موجودہ حالت کو دیکھ کر اس کے کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے کہ مطابق رسالہ ہذا کے علماء فتویٰ دیں اور حضرت اقدس دام ظلہ نے ایک بہت بڑے فتنہ کا انتظام کلی فرما دیا ہے اور ان کو حق حاصل ہے کہ وہ ضروریات کو ملاحظہ فرما کر کسی دوسرے امام کے مذہب کو اختیار فرمالیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء ✤

محمد شفیع دیوبندی مدرس مدرسہ عبد الرب دہلی — نجیب الٰہی غفر لہ دیوبندی مدرس مدرسہ مولوی عبد الرب مرحوم دہلی

از مدرسہ حسینیہ دہلی

حامداً ومصلیاً ومسلماً

اما بعد ہم نے "الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ" کو اول سے آخر تک پڑھا اس میں جو کچھ

مسائل حاضرہ کے متعلق ہے بالکل صحیح اور درست ہے خدائے تعالیٰ حضرات مولفین کی مساعی جمیلہ کو قبول فرماکر عام مسلمانوں کو ہدایت کی توفیق عطا فرمائے حقیقت میں امت مسلمہ پر ایک بہت بڑا احسان فرمایا کہ ایسے مسائل مہمہ کو بروقت حل فرماکر راست کی صحیح رہنمائی فرمائی

خدائے تعالیٰ ان حضرات کو احسن الجزا اور خیر العقبیٰ کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ راجی رب احمد غفرلہ الاول

مدرسہ جمعیۃ دہلی

خادم الطلبا: کفیل احمد غفرلہ (سند یافتہ دارالعلوم دیوبند حال مدرس عربی عربک ہائی اسکول دریا گنج دہلی) ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ

تصدیقات حضرات علماء میرٹھ

از مدرسہ اسلامیہ صدر بازار میرٹھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم ہم سب سے رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزۃ" کو معہ "المختارات فی مہمات التفریق والخیارات" کو بغور تام وخوض مالا کلام مطالعہ کیا عمدۃ العلماء والفضلاء حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا تھانوی لازالت شموس افاضاتہم بازغۃ نے یہ رسالہ بتحقیق انیق ایسا تالیف فرمایا ہے جسکی وجہ سے ہزاروں مردہ قالبوں میں جان آگئی اور صدہا عفائف مظلومہ زندہ ہوگئیں عالمان دین مبین ومفتیان شرع متین کیلئے یہ رسالہ غنیمت بارد ہے خداوند تعالیٰ حضرت مولف مدفیوضہم اور اُن کے معاونین کی مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے آمین نیز "حکم الازدواج معہ اختلاف دین الازواج" ضمیمہ حیلہ ناجزہ مولفہ مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند بھی نہایت لاجواب وباصواب ہے اللہ تعالیٰ انکو بھی جزائے خیر عطا فرماوے آمین۔

بندہ عبدالرحمن غفرلہ — بندہ محمد

صدر المدرسین مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ — "القاسمی الدیوبندی" مدرس مدرسہ عربی امداد الاسلام میرٹھ

بندہ سید طاہر حسین غفرلہ — بندہ اختر شاہ غفرلہ امروہی

مدرس مدرسہ امداد الاسلام — مدرس مدرسہ امداد الاسلام

صدر بازار میرٹھ — صدر میرٹھ

از مدرسہ عالیہ شہر میرٹھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلیاً۔

اما بعد بندہ نے حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب زید مجدہم کی کتاب "الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزۃ" کا معہ مضمونوں کے بغور تامل مطالعہ کیا۔ درحقیقت کتاب اُن مسائل میں کہ جن کا تعلق قضا سے ہے نہایت کارآمد اور مفید ہے اور اُس کا ہر مسئلہ اور ہر مسئلہ مسلمانوں کے لئے مشعل ہدایت ہے اس کتاب کے وجود سے تمام دشواریاں جو قاضی شرعی نہ ہونے کے سبب ہندوستان میں رونما ہیں جاتی رہتی ہیں اور ظالم شوہر سے مظلوم عورت کو چارہ جوئی کا موقع ملتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ شدت سے اس پر عمل پیرا ہوں اور مقدسات اقدس کے رفع درجات اور دراز ظل عاطفت کی دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس چشمہ فیض کو ہمیشہ جاری وساری رکھے۔ آمین فقط

مشیت اللہ عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ

از حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھ

مکرم ومحترم دام فضلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مکرمت نامہ مع رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ" پہونچا بندہ علیل تھا مگر اسی حالت میں مطالعہ شروع کیا۔ کچھ مطالعہ میں وقت زیادہ صرف ہوا اور کچھ تصحیح اغلاط میں۔ پھر جناب کے حکم کی تعمیل میں دوسرے علماء کی تصدیق لینے کے لئے مولوی مشیت اللہ صاحب کے پاس بھیجا کہ یہاں وہی ایک ذو فہم مفتی ہیں تو ۴-۵ دن وہاں مطالعہ وتحریر میں لگ گئے۔ فکر یہ ہوا کہ جناب کو انتظار ہوگا اور تاخیر محمول ہوگی تساہل پر اس لئے صدر کے مدرسہ میں نہ بھیج سکا کہ تین مولویوں کے لئے

۱۵ دن وہاں لگیں گے اس لئے عریضہ مع تصدیق ارسال خدمت کرتا ہوں اور حکم کا منتظر ہوں کہ ضرورت اور وقت میں وسعت ہو تو مطلع فرماویں صدر بھی بھیجدوں یا شیخ رشید احمد صاحب کو اس میں واسطہ بنایا جاوے تو چونکہ وہ اس مدرسہ کے رکن اعظم ہیں ممکن ہے جلد تصادیق آجائیں۔ مجھے شرم آتی ہے کہ تصدیق کنندگان میں نام درج ہو کہ اس فن سے ممارست نہیں اور اپنی عام ضروریات مسائل علماء سے حل کرنا پڑتا ہے پھر ایسے دقیق مسائل میں بالخصوص جہاں مہارت تامہ تفقہ کی ضرورت ہو۔ مگر ہوس شرکت مع الاکابر اور انتسال امر داعی ہوا تحریر پر۔ پس میری عدم اہلیت کی رعایت فرماویں تو متروک فرماویں اور ضرورت ہی سمجھیں تو درج فرماویں۔ اس عدم اہلیت کے سبب عام فتاوی پر تصدیق سے ہمیشہ محترز رہا۔ والسلام حضرت کی خدمت سلام مسنون فرماویں۔

عاشق الٰہی عفی عنہ۔ ۴ جولائی سنہ ۳۴ء

تصدیقات حضرات علماء مرادآباد

از مدرسہ امدادیہ مرادآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ حق حمدہ والصلوٰۃ والسلام علی افضل الخلق بمجدہ وعلی اخوانہ من الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبعد فقد نظرنا معشر خدام الملۃ الاسلامیہ بالمدرسۃ العالیۃ الامدادیہ فی الرسالۃ التی صدرت فی ھذا العصر من صدر من ھو صدر ھذا الدھر وجھبذ اھل التحقیق بالتحقیق۔ شیخ الشریعۃ والطریقۃ۔ عارف المذھب والحقیقۃ۔ اشرف الانام بالشرف الجلی مولینا اشرف علی اکرمہ اللہ الولی۔ و موضوع الرسالۃ انما ھو القول بفسخ نکاح زوجۃ العنین والمجنون والمفقود والمتعنت عند مس الحاجۃ والضرورۃ الملجئۃ۔ اخذاً فی حل ھذا الباب بمذھب سیدنا مالک رحمۃ اللہ علیہ وعلی جمیع المجتہدین۔ ولا یخفی ان الفتوی بمذاھب ائمۃ الھدی لدی الضرورات مسوغ عند المشائخ واھل الدیانات کما ذکر القھستانی فی حق المفقود والرملی فی المتعنت واما العنین فالتاجیل ثم التفریق فی حقہ مشھور عند الحنفیۃ لا یخفی علی اھل الاشتغال بالفقہ واما المجنون فاصل حکمہ ایضاً مما یوجد لہ اصل عند الاحناف ولو علی مذھب محمد رحمہ اللہ تعالی لان الحکم بما ھو مذھب اصحاب الامام حکم بمذھبہ اذا کان برعایۃ الاصول المقررۃ فقی الشامی نقلاً عن الدر ومن کتاب الدعوی واما اذا حکم الحنفی بمذھب ابی یوسف او محمد او نحوھما من اصحاب الامام فلیس حکماً بخلاف رایہ ھذا ولم نراجع فی اقوال المالکیۃ وغیرھا الی کتبھم عند المطالعۃ بل اعتمدنا الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد فقد تشرفت بمطالعۃ ھذہ الرسالۃ الفائقۃ والضمیمۃ اللاحقۃ والخلاصۃ الرائقۃ بامعان النظر و حسن الفکر فوجدت الاجوبۃ کلھا صحیحۃ بلا ارتیاب وللہ در المجیب اجاد فیما اجاب وبذل الجھد فی تخلیص العاجزۃ فاصاب وما ھی باول برکۃ منحہ اللہ طبیب شفقۃ الطبیب علی المریض لیس بعجیب فجزاہ اللہ عنا احسن جزائہ ومتعنا بطول عمرہ وبقائہ وعلی الامۃ ان یراعوا بالقبول والشرائط المسطورۃ حق المراعاۃ و یعضوا علیہا بالنواجذ فانہا من اھم المھمات ویجتنبوا عن الحریۃ فی الدین واتباع الھوی کما ھو دیدن الزمان لانہ من الموبقات واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی

على المنقول في الرسالة عن علمائهم فانه نقل ثقة عمن هو عارف بالمنقول عنه وغير ناقل الا عن المنقول عليه. واما الذي ثابت للرسالة فهو ان الضرورة ليست في ايسنديدة مثل هذه الحوادث ولا سيما المفقود ونحوه. ومع ذلك لو تحققت في حادثة فلا باس بالفتوى بغير مذهب الامام اذا الضرورات تسوغ مثل هذا ولكن يجب على المفتي ان لا يجعل هذه الفتاوى عرضة له وعليه ان لا يتجاوز موضع الضرورة فان المقام مقام خطر عظيم والله الموفق والمعين. والحمد لله رب العلمين والصلوة على رسوله وآله وصحبه اجمعين.

العبد المفتقر الى رحمة ذي المنن محمد مرتضى حسن عفي عنه

صدر المدرسين بالمدرسة العالية العربية الامدادية الواقعة ببلدة مراد آباد

الملتجي الى الله مختار الله (المدعو) ميرك شاه عفا الله عنه دعاقا صدر الافتاء بالمدرسة العالية الامدادية

عبده المفتقر الى الله الصمد خليل احمد كان الله له مفتي المدرسة العالية

احقر الزمن محمد سيد حسن بقا الله عنه

عبده الافقر محمد انور حفظ الاكبر

محمد فاضل امي عنه

از مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد

مولانا المحترم دامت فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ باعث حادہ اعتزاز کمترین ہوا۔ احقر ایک ماہ سے دیوبند تھا پرسوں آیا ہوں جواب میں تاخیر ہوئی معافی کا خواستگار ہوں۔

رسالہ مبارکہ "الحیلۃ الناجزۃ" کو دیکھکر بڑی خوشی ہوئی خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ ہنوز امت محمدیہ میں ایسے حضرات موجود ہیں کہ جو مسلمانوں کی ضروریات کو ملحوظ رکھکر متقدمین کے فتاوی سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء رسالہ کے جملہ مضامین سے بندہ متفق ہے اگرچہ دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا مگر اصل مسئلہ سے متفق ہوں اسکے علاوہ اکابر علماء کی تصدیق کے بعد میری کیا حقیقت ہے کہ جو خلاف کر سکوں میں تو ایک ادنیٰ درجہ کا طالب علم ہوں ان اکابر کی فہرست میں اپنے نام کو مندرج کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتا والسلام حضرت مولانا مدظلہ العالی کی خدمت میں سلام مسنون ہے

نیاز مند عبد الحق

از مراد آباد مدرسہ قاسم العلوم شاہی مسجد

۲۳ ربیع الثانی سنہ ۵۲ھ

تصدیقات علماء جالندھر (پنجاب)

از خیر المدارس جالندھر شہر

عرصہ سے جن ضروری مسائل کے حل کیلئے متبحر کو آنکھیں ترس رہی تھیں الحمد للہ کہ مجموعہ "الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزۃ" اور اس کے تتمات میں جس غایۃ احتیاط اور بلیغ جد وجہد سے انکو کما حقہا حل فرمایا گیا ہے وہ حضرت العلامۃ شیخ المشائخ مجدد الملۃ حکیم الامۃ حضرت مؤلف مدظلہم العالی اور انکے معاونین کا ہی خاص حصہ ہے حق تعالیٰ سب کے فیوض و برکات کو تادیر قائم و دائم رکھے آمین الحاصل جملہ جوابات صحیح و حق ہیں۔

العبد

احقر خیر محمد عفی عنہ ناظم و صدر مدرس مدرسہ خیر المدارس جالندھر

۱۸ ربیع الاول سنہ ۵۳ھ

العبد

بندہ محمد رمضان عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی خیر المدارس شہر جالندھر

۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۳ھ

العبد

محمد علی مدرس مدرسہ خیر المدارس جالندھر شہر۔ ۱۸ ربیع الاول سنہ ۵۳ھ

العبد

عبد اللہ عفی عنہ رائے پوری مدرس مدرسہ خیر المدارس جالندھر شہر

۱۸ ربیع الاول سنہ ۵۳ھ

بگرامی خدمت قطب الارشاد والتکوین سیدی و مرشدی حضرت مولانا صاحب مدظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ "الحیلۃ الناجزۃ" کے متعلق مدرسین کو دستخط ارسال کرنیکے

ساتھ ایک مشورہ عرض کرتا ہوں اور دعا کا متمنی ہوں۔

مشورہ

صورت مرقومۃ الذیل بھی کثیر الوقوع ہے اگر اس کا حکم زوجۂ غائب غیر مفقود کے احکام کے ضمن میں نہ سمجھا جاتا ہو تو بطور ضمیمہ کہیں ذکر فرما دیا جاوے۔

وہ صورت یہ ہے کہ بہت سے آدمی عمر بھر کے لئے قید ہو جاتے ہیں اور اُن کی زوجات کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ وجود نفقہ اور عدم وجود نفقہ علی ہذا صبر علی التجرد اور مظنۂ ابتلا در زنا۔ ایسے اشخاص کی زوجات کے لئے بھی مخلصی شرعی کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ والسلام

احقر خیر محمد از جالندھر۔ ۱۸ ربیع الاول سنہ ۵۳ھ

ع۵ جب ان کا پتہ معلوم ہے تو وہ غائب غیر مفقود ہیں اور غائب کے احکام رسالہ میں مفصل موجود ہیں جسکا مستقل عنوان یہ ہے "حکم زوجۂ غائب غیر مفقود" لہذا کسی اضافہ کی حاجت نہیں ۱۲ حقیر عبد الکریم عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد فیقول حسین علی بن محمد بن عبد اللہ۔ حق تعالیٰ ان علماء کرام کو جزائے خیر عطا فرماوے نہایت احسن کام کیا ہے ان علماء کرام کی خدمت میں عرض باد ہے۔ چودہ ۱۴ یا پندرہ ۱۵ سال قید والا مثلاً جو ہووے اسکی عورت کا حکم بھی کچھ تحریر فرماویں۔ اور طلاق و نکاح بالاکراہ بہت ہو رہی ہیں اسکا بھی حیلہ فرماویں جزاکم اللہ تعالیٰ عنا احسن الجزاء وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ع۵ جس قیدی کا پتہ معلوم ہو وہ غائب غیر مفقود ہے اور جس کا پتہ معلوم نہ ہو وہ مفقود ہے اور ہر دو کے احکام بعنوان مستقل رسالہ میں مفصل مذکور ہیں ۱۲ احقر عبد الکریم عفی عنہ +

ع۵ اول تو اس کے لئے کوئی حیلہ اس وقت پیش نظر نہیں دوسرے کوئی حیلہ اس باب میں کارگر بھی معلوم نہیں ہوتا کیونکہ دوسرا فریق جب قوت زیادہ رکھتا ہے تو حیلہ کی مزاحمت کر سکتا ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ۱۲

عبد الکریم عفی عنہ

از مدرسہ رشیدیہ رائپور ضلع جالندھر

از بندہ فقیر اللہ عفا اللہ عنہ

بخدمت جناب مولانا مولوی شبیر علی صاحب دامت برکاتہم وفیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اما بعد گذارش کہ رسالہ "حیلہ ناجزہ" بنام مولانا مولوی عبد العزیز صاحب مدرس مدرسہ ہذا پہنچا چونکہ مسائل لکھنے کا کام یہاں احقر کے متعلق ہے اسواسطے بندہ نے ہر سہ رسائل حیلہ ناجزہ و مختارات و حکم ازدواج کا تماما از اول تا آخر ۱۳ مطالعہ کیا فتاویٰ مالکیہ و مرقومات کا تا حال بوجہ عجلت جواب مطالعہ نہیں کیا حضرت مولانا دیکم الامۃ دام فیوضہم کا اہل اسلام پر بہت بڑا احسان ہے کہ حضور نے بہت بڑی مشقت برداشت فرما کر ان تمام مسائل کو صرف حل ہی نہیں کیا بلکہ بہت سی مشقتوں سے سبکدوش کر دیا۔ زوجۂ مفقود الخبر کے فسخ نکاح کا فتوے تو مدت سے بہت علماء حنفیہ دیتے تھے مگر قضاء قاضی کا عند المالکیہ شرط ہوتا اسکی طرف کسی نے توجہ نہ کی تھی اس غلطی کو حضرت مولانا دامت برکاتہم نے ہی رفع کیا ہے مرتدہ کے عدم فسخ نکاح کو ترجیح دی ہے۔ یہ بہت ہی احسن ہے باقی تمام مسائل بھی اچھی طرح حل فرما دیئے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء اب اہل علم و فہم کیلئے ضروری ہے کہ عاجزہ و ناشزہ میں تحقیق سے غور و فکر کو کام میں لاویں بلا تدبر کوئی فیصلہ نہ کریں جس طرح عاجزہ کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ناشزہ کے ہاتھ سے بھی بہت لوگ تکالیف برداشت کرتی ہیں تحقیق و تسہیل مسائل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ کاش کہ لوگ شرائط کے ساتھ ان پر عمل کریں زیادہ کیا عرض کیا جاوے۔ فقط

الراقم بندہ فقیر اللہ عفا اللہ عنہ

مدرس مدرسہ رشیدیہ رائپور ڈاکخانہ مہت پور ضلع جالندھر

الجواب صحیح فضل احمد مہتمم مدرسہ رائپور گوجران

الجواب صحیح ابراہیم عفی عنہ مدرسہ عربیہ جگراؤں ضلع لودیانہ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ مدرس مدرسہ رائپور ضلع جالندھر

الجواب صحیح محمود حسن بیہر دی بقلم خود

الجواب صحیح

عبد الکریم عفی اللہ عنہ جگیلہ ڈاکخانہ مہت پور ضلع جالندھر

تصدیق از مدرسہ راندیر ضلع سورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

للہ الحمد ہر آں چیزکہ خاطر میخواست آخر بآمد پس پردۂ تقدیر پدید

اما بعد ایک عرصہ سے جس چیز کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی اور جس کی تلاش کی جا رہی تھی فالحمد للہ کہ اس رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" نے پورا کر دیا۔ میں نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک بغور پڑھا مقصود یعنی متعنت افسروں کے احکام اور اعلیٰ ذمہ داروں کے دوگونہ تعنت سے رسالہ مذکور نے بڑی حد تک ہماری رہبری کی اور ایک حد تک ہماری مشکلوں کو دور کر دیا ہے۔ ہندوستان میں موجودہ حالات کے اعتبار سے بجز اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں کہ علماء احناف اور مفتیان مذہب حنفی ان صورتوں پر عمل کریں اور انہیں کے مطابق فتویٰ دیں جو مذکورہ رسالہ میں بیان کیا گیا ہے۔ موجودہ دور میں جس کی ایسی ضرورت تھی تاکہ اس مظلوم اور بے بس طبقہ کی طرف سے ہو سکے جس کی زندگی تلخ ہونے کی وجہ سے تلخ ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف رسالہ کا اجر عطا فرمائے کہ انھوں نے امت مرحومہ کی دشواری اور مصیبت کا لحاظ کرتے ہوئے سعی بلیغ اور جد و جہد کو کام میں لا کر ایسی سہل صورت پیدا کر دی اور تنگی مذہب کا الزام دور کر دیا جو فی ذاتہ بھی غلط اور عدم علم پر مبنی تھا اسی طرح ان علماء دین کو بھی جزائے خیر عنایت کرے جنہوں نے اس رسالہ کی تصحیح و تصویب میں حصہ لیا ہے۔ جنون اصلی اور جنون مستوعب اور جنون طاری اور جنون عارض کی تفسیر [illegible]

[illegible] واما الجنون جنونا مستوعبا لان جل قبل جنونا [illegible] بدون مدة فلا قضاء عليه عند ابي حنيفة وابي يوسف بخلاف الجنون المستوعب الزائل [illegible] فلما يزول الخروج يستوي الجواب في وجوب قضاء ما مضى عند اصحابنا الثلاثة [illegible] في وسط الشهر او في اوله حتى لو بدأ قبل الشهر الخ واما الجنون الاصلي وهو الذي [illegible] في بعض الشهر الخ عن ابي يوسف في صبي ابن عشر سنين فلم يزل مجنونا حتى في [illegible] ثلاثين [illegible] اكثر الخ بخلاف الجنون العارض فان هناك زمان التكليف سبق الجنون الآن عجز عن الاداء بعارض فاشبه المريض الخ ولو افاق المجنون جنونا عارضا في نهار رمضان قبل الزوال فنوى الصوم اجزأه عن رمضان والمجنون الاصلي على الاصح الذي ذكرنا اهـ والمجنون الكبير والمجنونة الكبيرة يزوجه عند اصحابنا الثلاثة اصليا كان الجنون او طارئا بعد البلوغ اهـ والجنون اذا استحكم وهو الطويل مدته فلما يزول وروي عن محمد ان الجنون القصير بمنزلة الاغماء اهـ (بدائع [illegible])

میرے خیال میں جنون اصلی اور غیر اصلی و طاری و غیر طاری اور مستوعب و غیر مستوعب اور عارضی و غیر عارضی اور [illegible] وغیرہ وغیرہ کی تفسیریں عبارتوں سے متعین ہو سکتی ہے۔ الغرض رسالہ علماء متعین زمانہ کی دشواریوں کے حل کے لئے بہت مفید ہے اور بہت سی سہولتیں پیدا کر دینے والا ہے اور آئے دن کے مظلوم عورتوں کی تکالیف کا بہت بڑی حد تک رفع ہو جائے گا۔ ہندوستان کے سب علماء خفیہ اس پر متفق ہو جائیں اور اگر ان کے علم میں اس سے زیادہ سہولت کی روایتیں کتب فقہ احناف میں موجود ہوں تو انہیں دریغ نہ فرمائیں نیز شرائط مبینہ فی الرسالہ پر زیادہ توسع کو میدان دیا جائے اور اگر کتب فقہ احناف کی ورق گردانی کی جائے تو ممکن ہے کچھ اور بھی آسانی کی صورت نکل آئے۔ رسالہ مذکور کی ترتیب و تدوین لائق تحسین و ستائش ہے۔ اوصى بصبية ثم جن ان اصابه الجنون حتى بلغ ستة اشهر بطلت اهـ (درمختار كتاب الوصية) وراجع ص ۴۳۹ من رد المحتار وفي ص ۴۰۰ من البزازية وشمول مجنون اكثر السنة اطباق عند الامام الثاني وفي رواية عنه ان اكثر من يوم وليلة فاطباق وقال محمد سنة كاملة وقدره في رواية بتسعة اشهر وقدره الامام في رواية بشهرين يفتى وما يقدره بشيء في اخرى اهـ والله اعلم وعلمه اتم

ص لعل اقطه وهو سقطت من الكاتب ۱۲ سید شاہ حسن غفرلہ ص ان [illegible] میں بھی کسی جگہ ساعت کی تفسیر موجود

میرے ناقص خیال میں مفقود کے لئے ایک سال کی روایت ثانیہ زیادہ کی سہولت پیدا کرنیوالی ہے جو علامہ الفاباتم کے فتوی میں ہے اگر مخصوص شرائط کے ساتھ اور مخصوص حالات میں اس پر عمل کیا جائے تو زیادہ بعید نہ ہوگا لان الامر اذا ضاق اتسع۔ مولف دامت برکاتہم کا بھی اسی طرف رجحان معلوم ہوتا ہے اور سال کی ابتداء وقت مرافعہ سے شمار کی جائے کہ اسکے نظائر میں مالکیہ نے اعتبار کیا ہے۔ چنانچہ موطا مع الزرقانی صفحہ باب اجل الذی لا یعلم امرأۃ میں مرافعہ کے دن سے ایک سال کا اعتبار کیا ہے۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ۔ وھو فی اعناق العلماء امانۃ۔

کتبہ سید مہدی حسن غفرلہ مفتی راندیر ضلع سورت۔ یکم اگست ۱۹۴۰ء

تصدیقات علماء امرتسر

از مدرسہ نعمانیہ امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالات حاضرہ کے پیش نظر یہ رسالہ مسلمانوں کی اہم مشکلات کا بہترین حل ہے۔ جملہ مسائل زیر بحث کی ایسی جامع و مانع تحقیق و ترتیب حضرت حکیم الامۃ مدظلہ جیسی جامع کمالات ہستی کا ہی کام ہے۔ اس رسالہ کی تالیف سے حضرت نے مسلمانان ہندوستان پر عموماً اور علماء حنفیہ پر خصوصاً بڑا احسان کیا ہے۔ وقت کی مشکلات کا بہترین اور صحیح ترین حل تجویز کر دیا گیا ہے جو علماء حنفیہ کے لئے مشعل ہدایت کا کام دے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے فیوض و برکات سے مسلمانان عالم کو بہرہ ور فرمائے۔

محمد حسن عفی عنہ مدرس نعمانیہ (مفتی امرتسر)
عبد الرحمن عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر
عبد الکبیر مدرس مدرسہ نصرۃ الحق امرتسر
محمد بہاء الحق قاسمی ابن حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ
غلام محمد عفی عنہ امام جامع مسجد شیخ خیر الدین مرحوم امرتسر
اصحاب الدین عفی اللہ عنہ مدرس مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر
محمد نور عالم مدرس عربی مسلم ہائی اسکول امرتسر
خاکسار حکیم محمد عبد الخالق عفا اللہ عنہ امرتسر جوک فرید
خاکسار عمر الدین شیخ (مولوی فاضل) قادیان ضلع گورداسپور

تصدیق از مدرسہ بہاولپور

از مدرسہ عربیہ احمدیہ پشتہ قدیم بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ عرض ہے کہ فدوی نے دوران قیام مقامہ بھوپال میں "الحیلۃ الناجزۃ" و ملحقات کو بغور دیکھا صحیح پایا۔ اس کے زمانہ میں ان مسائل کی اشاعت نہایت ضروری تھی جو حضرت والا دامت فیوضکم کی سعی سے ظہور میں آئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کے فیوض ظاہری و باطنی کو ہم غلاموں کے سر پر بعافیت تا دائم و قائم رکھے اور حضرت والا

دو دیگر سعی کنندگان کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین ثم آمین

فقط ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

الحقیر

واحد بخش مدرس اول مدرسہ عربیہ احمدیہ پشتہ قدیم ریاست بہاولپور

حال مقیم خانقاہ تھانہ بھون

تصدیقات علماء کراچی

از مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد فقد رأیت الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ بہت

ہی غور و خوض سے دیکھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ان مسائل کے حل کیلئے دیار ہندیہ میں بہت ہی ضرورت تھی۔ جناب حضرت مؤلف مدظلہم العالی اور انکے معاونین کو حق سبحانہ وتعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان حضرات نے اپنے بے شمار مشکلات و دور دراز سفر بہت ہی تحقیق و تدقیق کیساتھ ان مسائل واقعہ کو بہ نہج علماء کرام حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجتہاد تمام حل فرما کر جمیع علمائے ہند پر احسان فرمایا۔

حقیر جملہ علمائے کرام دیار ہندیہ کی خدمت اقدس میں عرض کرتا ہے کہ فتوی مذکورہ کو بالضرور دستور العمل فرماویں۔ خود حضرات علمائے کرام حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے مسائل حاضرہ وقتیہ پر اسی طرح عمل کر کے پس آیندوں کے لئے راہ عمل بیان فرما کر اجازت دیدی ہے کہ جزئیات مسائل میں جو آئندہ زمانہ کے مختلف ادوار میں واقع ہوتی جائیں اسی طرح عمل کیا کریں۔ هذا والعلم عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ

حررہ المسکین محمد صادق عفی عنہ

مہتمم مدرسہ مظہر العلوم محلہ کھڈہ کراچی سندھ

ہم ذیل کے دستخط کنندگان مدرسین مدرسہ مظہر العلوم نے بھی رسالہ مذکورہ کو مطالعہ کیا ہم بھی جناب مہتمم صاحب کے لکھے ہوئے کی شرعی طور پر تصدیق کرتے ہیں۔

محمد صدیق عفی عنہ — افضل احمد غفرلہ

عبد الصمد رازی غفرلہ — بندہ محمد عفا اللہ عنہ

۱۸ ربیع الثانی ۵۳ھ

تصدیقات علماء گوجرانوالہ

از مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ مکرم و محترم جناب مولانا محمد شبیر علی صاحب زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ آپکا ہدیہ بیش قدر رسالہ الحیلۃ الناجزہ موصول ہوا۔ حسب ارشاد بندہ نے دیکھا مجھے اسکے جملہ جوابات سے اتفاق ہے کہ وہ صحیح ہیں۔ اس سے ایک حد تک اس ارتداد کا سد باب ہو جائے گا۔ جزاکم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیرا۔ فقط والسلام علی الاحبہ الکرام۔ محمد عبد العزیز از گوجرانوالہ مسجد جامع

مورخہ ۵ ربیع الثانی ۵۳ھ

میں نے بعض مقامات سے رسالہ الحیلۃ الناجزہ کو دیکھا ہے واقعی موجودہ ضرورت کو بطریق احسن پورا کر دیا ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

محمد چراغ مدرس مدرسہ انوار العلوم جامع گوجرانوالہ

۱۸ جولائی ۳۴ء

وباللہ التوفیق۔ مجموعہ رسائل کا مطالعہ کیا۔ سب جوابات صحیح ہیں۔ فقہاء متقدمین و متاخرین کے مسلک کو نہایت واضح کیا گیا ہے۔ ہندوستان میں ایسے امور کی بڑی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت حکیم الامت ادام اللہ ظلہ کو جن کی سعی بلیغ سے ان مشکلات کا حل لوگوں تک پہونچا۔ اللہ تعالیٰ ان رسائل کو عامہ مسلمین کے لئے نافع بنائے۔ آمین

محمد خلیل عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد گوجرانوالہ

وقتی ضروریات کو رسالہ موصوفہ میں جمع فرما کر آپنے تمام مسلمانوں کو مرہون منت کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی بلیغ کے مقابلے میں جزائے خیر سے مشرف فرمائے۔

عبد الواحد مدرس مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد گوجرانوالہ

تصدیقات علماء کشمیر

از دار الفتاوی سوپور کشمیر احقر نے کتاب الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ کا مطالعہ غور و خوض سے کیا یہ شرع کے معیار میں اعلیٰ و اکمل پائی۔ یہ کتاب جواہرات ثمینہ سے مشحون و مزین ہے۔ اس کتاب میں ایسے نقول ہیں جو کوئی علامہ فحول اور نکتہ رس اسکے کنہ و تحقیقات میں بلا تامل نہیں پہنچ سکتا ہے اس میں ایسے مفصلات بے خلل و تمسک ہوئے ہیں جو کہ آجتک صفحہ روزگار میں نمایاں نہیں دیکھے۔ اور آجتک کسی عالم فاضل نے اسکا نقشہ بحیثیت نبوت نہیں کھینچا۔

التماس

اس کتاب کے انطباع کرانے میں کئی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں لیکن وہ سبقت قلم ناسخ سے ہیں اگرچہ مصحح نے اغلاط نامہ

کتاب کے ابتداء میں معہ الفاظ صحیحہ تسوید فرمائے ہیں لیکن بعض جگہ ابھی لفظی کئی غلطیاں رہ گئی ہیں ان کے تدارک کا جناب مصنف سے صحیح سے توقع ہے تاکہ کتاب کی وقت ان اغلاط ناسخ سے کم نہ ہوجائے مطالعہ کرنیوالے کو

حقیقت

الحمد للہ والمنۃ صاحب کتاب نے زمانہ ضرورت کے دوران میں چار سوی ظلمت میں چراغ ہدایت منجلی ورد شن فرمایا تاکہ کسی عابر کو شکوک کے کانٹے طلب کے پاؤں میں چبھ نہ جائیں۔

فقط العبد

خاکسار عبد الجبار مفتی وامام مسجد جامع سوپور کشمیر

جناب مولانا عبد الجبار صاحب مفتی وامام مسجد جامع سوپور کشمیر کی مذکورہ بالا عبارت سے میرا اتفاق ہے مزید یہ ہے کہ موجودہ وقت کے مکدر فضا اور متعدد کمزوریوں کے باوجود ایسے اہم مسائل کا حل صرف کمالات حضرت مصنف صاحب سے ہی ہے۔ تعریف کی ضرورت نہیں وقت خود بتلا دیگا۔ فقط

خادم المسلمین مفتی محمد یٰسین صدر کانفرنس ومفتی دار الافتاء سوپور کشمیر

تصدیقات علماء ڈھاکہ

از مدرسہ عالیہ ڈھاکہ

مکرمی زید مجدہ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکا شکر گذار ہوں کہ اس رسالہ ملکوتیہ اور اسکی ملحقات سے مشرف فرمایا۔ تصدیق حاضر ہے اور بھی حاصل کرنے کیلئے کوشش کرونگا۔ دور التماس ہے کہ حضرت والا مولانا صاحب کی نظر انور سے اسکو گزارئیے مشکور ہوں گا والسلام۔ محمد اسحٰق عفی عنہ البردوانی ۲۰ ربیع الاول تبعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی بینہ اتقنہ التحقیق۔ والصلوۃ والسلام علی من ھو بالاھتداء حقیق وعلی الہ واصحابہ الذین سلکوا مناھج الحق بالتصدیق۔ **اما بعد** فانی قد طالعت حرفا حرفا ھذہ الصحیفۃ الملکوتیۃ الملقبۃ بالحیلۃ الناجزۃ للخلیلۃ العاجزۃ فوجدتھا تروق النواظر وتجلو الخواطر والحق اقول انھا مذللۃ للصعاب ومسھلۃ لما ارید فی من الاسباب ومخرجۃ للمظلومات من الظلمات ومنجیۃ لھن من لجج المشکلات۔ مسائلھا مشیدۃ المبانی ورصیفۃ المعانی مستقیمۃ سمتا لاتری فیھا عوجا ولا امتا۔ کیف لا وقد حققھا واتقنھا ولصنوف التحقیقات والتدقیقات زینھا شیخنا وشیخ الاسلام الحبر المقدام والبحر الطمطام ؎

بحر ولکن الطفاوۃ عنبر + مزن ولکن الفیوض جواھر

قدوۃ المحققین عمدۃ الراسخین کاشف السر الخفی والجلی مولانا محمد اشرف علی مد ظلہ العالی صاحب الانفاس القدسیۃ والنفحات الانسیۃ لازالۃ انوار فیوضہ مشرقۃ وبحار علومہ مدفقۃ ولعمری انھا الحریۃ بان تسمی بالحیلۃ الناجزۃ لتحلیۃ الخلیلۃ العاجزۃ اذ بھا انتشرت اصلاح رثھا فاطال اللہ بقائہ مدی اللیالی والایام۔ اذ وجودہ وبقاؤہ نعمۃ وبھجۃ للانام۔ طای تطیقھن وحلتھن فاظھر لھن سبیلا لخلاص حین نادوا ولات حین مناص۔ فیا ربنا ھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب الرحیم۔ اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم وانا العبد المفتاق الی رحمۃ ربہ الخلاق محمد اسحٰق عفی عنہ

البردوانی موطنا والاشرفی تلمذا والحنفی مذھبا

مسائل المختارات کلھا صحیحۃ

محمد اسحٰق البردوانی ۲۸ ربیع الاول سنہ ۵۳

رسالۃ حکم الازدواج صحیحۃ لامریۃ فیھا۔

محمد اسحٰق البردوانی

الرسائل کلھا صحیحۃ نافعۃ جدا

العبد

محمد ارشاد اللہ عفی عنہ معلم العربیۃ فی الکلیۃ الاسلامیۃ بدکہ

نحمدک یا من الھمت قلوب اولیائک واوصلوا بہ لمرضاتک وتحفتھم من الفقہ عنک ما حازوا بہ اسرار خصوصیاتک ونصلی ونسلم علی سیدنا محمد القائل من یرد اللہ بہ خیرا

یفقہ فی الدین وعلی الہ واصحابہ اجمعین

اما بعد فقد مرحت نظری وطرحت فکری فی ثلث رسائل مبتکرۃ تحت عنوان الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ مع ضمیمتہا البدیعۃ التی لسم تنسج علی منوالہا فایر اللہ لو علیہا الامام الذی قیل فی حقہ من اراد التبحر فی الفقہ فہو عیال علی ابی حنیفۃ رح العاد قائلا ان المولف قد کشفت العمۃ عن مہمات الامہ فان الحوائج البشریۃ قد تنوعت انواعا لا تکاد تحصرہا العقول ولا یحتوی علی بعضہا النقول ولکن التقصی عن کل امر مسئول فکانت الحاجۃ ماسۃ الی مثل ہذہ الرسائل الانیقۃ الناجزۃ عن المسائل البدیعۃ العمیقۃ فجاءت بحمد اللہ لا تکاد العیون تری مثلہا وکیف لا وقد نسج بردہا من حارث الافکار فی ثنائہ وتقاصرت العقول دون صفۃ الحقیق ان یقال

باللہ ذی صرحین یشابہ — اصبحت تشوانا الحاسی لہم
من ذا من قاسیہ سمر حرکہ — شوقا جری فی مجتبی والعظام
الجہبذ العظیم الخبیر العالی — اشرف العلی الحبر عالی المقام
لا زال فی خیر فی رفعۃ — تسمو علی السبع الطباق العظام

المسودہ الفقیر

شمس الدین غفرلہ الحنفی مذہبا والدیوبندی
تلمذا ہزاہالی ڈھاکہ (بنگالہ) ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۳ھ

حضرت اقدس مدظلہ العالی بعد آداب و تسلیمات کے عرض ہے خدا حضور کو تعمیر فرمائے کہ "الحیلۃ الناجزۃ" کو مندہ نے بغور ملاحظہ کیا اس مجتہدانہ تحقیق سے کہ اسمیں ہر پہلو کو پیش نظر رکھتے ہیں اور فروع کو اصول کیساتھ مربوط رکھتے ہوئے جو حکیمانہ و عالمانہ جواب تحریر فرمایا گیا ہے ہر لفظ پر کلمہ تحسین زبان سے نکلنے کو جی چاہتا تھا۔ اسکی بڑی ضرورت تھی کہ حضرت والا کے مبارک ہاتھ سے اسکو اللہ نے پورا فرمایا۔ جزاکم اللہ عن المسلمین خیر الجزاء۔ میں اس تحقیق ملکوتیہ کی ہر بات سے متفق ہوں لیکن مجنون کی خلوت صحیحہ کے متعلق جو حاشیہ ص۲۲۹ میں مذکور ہے قدری خلجان ہے اسلئے ادب سے استفادۃً عرض ہے کہ فقہاء کرام نے صغیر غیر قادر علی الجماع کے متعلق تصریح فرمائی ہے کہ اسکی خلوت صحیح نہیں ہے۔ فی الشامیۃ ص۵۲۳ وفی خلوۃ الصغیر الذی لا یقدر علی الجماع قولان وجزم قاضیخان بعدم الصحۃ فکان ہو المعتمد ولذا قید فی الذخیرۃ بالمراہق اھ وکذا فی مجمع الانہر ص۱۳۱ اسیطرح وجوہ ثالث کے مانع خلوت ہونے سے صغیر لا یعقل کو مستثنیٰ کر دیا فی الدر المنتقی علی حاشیہ مجمع الانہر بخلاف صغیر لا یعقل الخ رہا مجنون سو اس کو دوسرے کی خلوت صحیحہ متحقق نہونیکے کیلئے یا ہونیکے لئے ملحق اور شاہ بالصغیر کیا گیا ہے۔ فی العالمگیریۃ ص۲۲۹ (مطبوعہ کلکتہ) والمجنون والمعتوہ کالصبی فان کانا یعقلان فلیست بخلوۃ وان کانا لا یعقلان فہی خلوۃ کذا فی السراج الوہاج اور مجنون صغیر نوم پر جنکہ عوارض سماویہ ہونے میں متساوی ہیں لیکن نوم مؤخر خطاب ہے نہ مسقط اور صغر اور جنون مسقط خطاب ہیں اسلئے جنون صغر کے ساتھ اشبہ اور الصق ہے اور عبارت عالمگیریہ بھی اسی کی طرف قریب قریب تصریح کر رہی ہے پس جب جنون دوسری کے خلوت کے مانع ہونے یا نہ ہونے میں مشابہ صغیر ہے تو خود اس کی عدم تحقق خلوت میں بھی اسی کے مشابہ ہوگا۔ فکان شبہ المجنون بالصغیر اجلی واولی فلم یکن خلوتہ صحیحۃ وتفریع سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء نے مجنون کو کہیں مشابہ نوم نہیں فرمایا ہے۔ اور بعد نائم کے خلوت کو صحیح قرار دینا یہ بھی متفق علیہ نہیں ہے۔ کما یفہم من العالمگیریۃ ص۲۲۹ (کلکتہ) ولو دخلت علی زوجہا وہو نائم وحدہ صحت الخلوۃ علم بدخولہا اولم یعلم وہذا الجواب محمول علی قول ابی حنیفۃ لان شدۃ النائم حکم الیقظان کذا فی الظہیریۃ۔

حضرت والا کی خدمت میں پیش کر دیا اب جو مرضی ہو۔ ان صح فمن اللہ والا فمن ہذا العبد الضعیف الخوید م محمد اسحٰق عفی عنہ

ڈھاکہ — ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۳ھ

ع حضرت اقدس دام مجدہم نے ارشاد فرمایا کہ مجنون بعض اوصاف میں شابہ صغیر کے بھی ہے اور بعض اوصاف میں نائم کے بھی مگر یہ بیان یہ چاہئے کہ اس مقام پر کس وصف کو زیادہ دخل ہے سو صغیر کی خلوت کو بوجہ عدم الشہوۃ ہونیکے غیر صحیح قرار دیا گیا ہے اور مجنون عدیم الشہوۃ نہیں کما فی الشامیۃ عن البحر باب العنین تحت قول الدر فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ اور نائم جب شہوت ہو مگر نوم کی وجہ سے فاقد الشعور ہو اور یہی حالت مجنون کی ہے تو اتنا فرق ہے کہ نوم عادۃً سریع الزوال ہے بخلاف جنون کے اور یہ فرق حکم میں مؤثر نہیں انتہی قولہ الشریف اور بخاطب و بمکلف ہونے ہونے کو اس میں دخل نہیں

(بقیہ حاشیہ پر صفحہ ۱۵)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) کیونکہ مراہق کی خلوت صحیح ہے حالانکہ وہ مکلف نہیں اور نائم کی خلوت صحیح ہونے میں جو اختلاف ہے یہ صغر نہیں جو اس کی صحت کا قائل ہے اس کے قول پر قیاس ہو جائے گا۔ اور اختلاف تو مجنون کے مانع خلوت ہونے میں بھی ہے۔ کما قال الشامی تحت قول الدر (او مجنونا او مغمی علیہ) وقیل لا خانیۃ قلت یظہر ان المعتبر فی المجنون لانہ اقوی بالامر الکلی المعتبر تامل اھ۔ دراصل مبنی صحت وعدم صحت خلوت کا اس پر ہے کہ مانع عن الوطی ہے یا نہیں سو صغر مانع ہے عدم الشہوۃ اور جنون مانع نہیں اور نوم گو بظاہر مانع ہے مگر بوجہ سریع الزوال ہونیکے اسکو قول امام پر غیر مانع قرار دیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ جنون کو نوم پر قیاس کرنا بالکل درست ہے بلکہ زیادہ غور کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرات نوم کو مانع کہتے ہیں ان کے قول پر بھی جنون کو مانع قرار دینا لازم نہیں کیونکہ نوم ظاہراً تو مانع ہے سنون ظاہراً بھی مانع نہیں گو عدم شعور میں ایک گونہ مشابہ نوم ہے۔ ھذا ما عندنا واللہ اعلم۔

احقر عبد الکریم عفی عنہ + ۵ ربیع الثانی سنہ ۳۲ھ

آراء حضرات علماء بہار

از امارت شرعیہ بہار

مخدوم و اکرام جناب مولانا محمد اشرف صاحب

زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب کا رسالہ رسالۃ الحیلۃ الناجزۃ میری غیبت میں آیا میں نے اس رسالہ کو دیکھا اور اس کے مضامین کو دیکھنے سے اتفاق کیا تو جناب کا اس رسالہ کو لکھنا ہوا کہ آپ نے اس ناچیز کے پاس بھیجا۔

اس رسالہ کو دیکھ کر میری خواہش یہ ہوئی کہ اس رسالہ میں تین مسئلوں کی ضرورت کو بیان کرنے کے لئے فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ نے جو صورت تجویز فرمائی ہے وہ نہ معلوم ہوئی اس رسالہ میں نہ تو ہیں یعنی ایسی صورت فانما قاضیا تولی المسلمین اور ان یتفقوا علی رجل یجعلونہ والیا فیولی قاضیا الخ

اور جب یہ صورت نہ ہو سکے تو چاہیئے کی صورت منتفی ہے بلا ضرورت مسلمانوں کا اختیار کرنا ہوگا۔ اس مسئلہ کے بابت شامی، بحر، فتح القدیر وغیرہ میں جو عبارتیں ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہ ہوں گی مگر سہولت کے لئے مولانا محمد علی صاحب مرحوم مونگیری کا خطبہ رسالہ خدمت کرتا ہوں جس میں وہ تمام عبارتیں مذکور ہیں تاکہ جناب آسانی سے ان سب پر پھر غور کر سکیں اور اس سے [illegible] گھنٹے کے بعد پھر باہر [illegible] افشاء اللہ [illegible] طرح مطالعہ کے بعد جو کچھ عرض کرنا ہوگا عرض کروں گا۔ اس وقت جو بات [illegible] معلوم ہوئی اس کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوا اگر مناسب سمجھیں تو [illegible] قلم سے حنفیہ نے اس مسئلہ کا بیان بھی اب بطور ضمیمہ اس رسالہ میں شامل ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ اس مسئلہ کی ضرورت و اہمیت کے علاوہ [illegible] عملی [illegible] بہت زیادہ ہیں اور ان شرائط کی [illegible] بھی بہت مشکل ہوگی۔ والسلام فقط

ابو المحاسن محمد سجاد کان اللہ

۲۵ ربیع الاول سنہ ۳۲ھ

[illegible] ایک [illegible] اس [illegible] پشکال [illegible] ہے [illegible] ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا کے [illegible] باب [illegible] کیا گیا کہ تقلد القضاء من السلطان الجائر [illegible] سلطانیہ کی [illegible] نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نصب قاضی کا [illegible] مسلمانوں پر [illegible] ہوتا ہے وہ اس کو قوت تنفیذ [illegible] نہ ہونے کے سبب ادا نہیں کر سکتے مگر یہ حکومت کافرہ نے کسی کو قاضی یا والی بنا دیا تو عدم قدرت کا مانع مرتفع ہو گیا لہذا اس کی تعبیر یوں کی جاوے گی کہ سلطان جائر کافر نے جو کسی کو عہدہ قضا وغیرہ پر کیا ہے دراصل وہ سپردگی اہل اسلام کی جانب سے ہے [illegible] مسلمین کا سکوت ہی دال ہو سکتا ہے + مولانا [illegible] حکومت کافرہ صرف پیام رسانی ہے اور اس منظوری و پیام رسانی کی شرط رفع مانع یعنی قوت تنفیذ حاصل ہونے کے واسطے ہے حاصل یہ ہوا کہ حکومت کافرہ کی طرف سے جو تقرر قاضی کا ہوا ہو وہ تولیت قضا نہیں بلکہ تولیت قضا کی شرط ہے پس اس تقریر کو

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۶)

(حاشیہ بقیہ صـ۱۵)

اہل اسلام پر کفار کی ولایت کا شبہ بحمد اللہ بالکل رفع ہوگیا فتنہ بلا وتشکر نیز یہاں کے جواب میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اس کی نظیر تقلد فضا من الباغی المتغلب ہے اور اس میں شمس الائمہ نے یہی توجیہ کی ہے جو ابھی مذکور ہوئی عبارت شمس الائمہ کی تتمہ رفاق کے حاشیہ میں مذکور ہے۔

(۲) ختم پر حسن قولہ والمعنی فیہ والی قولہ وقد حصل۔ ملاحظہ فرمالیا جائے۔ بعد ازاں مولانا سجاد صاحب غالباً جمادی الاولیٰ ۵۳ھ میں تھانہ بھون تشریف لائے مولانا کفایت اللہ صاحب وغیرہ بھی ہمراہ تھے اس وقت بھی مولانا سجاد صاحب نے نصب القاضی من العامۃ کو صحیح قرار دینے کی بہت سعی فرمائی اور تقلد فضا من الکافر پر اشکال مذکور کا اہتمام سے اعادہ فرمایا حضرت حکیم الامۃ مدظلہم نے احقر سے ارشاد فرمایا کہ تمادی یہاں سے کچھ جواب بھی تو لکھا گیا تھا حضرت نے تتمہ امداد الاحکام جلد دوم میں تلاش کرکے وہ جواب سنایا جس میں ہر دو مسئلہ یعنی نصب القاضی من العامۃ کی عدم صحت اور تقلد فضا من الکافر کی صحت پر کافی تقریر ہے اس کو سنتے ہی مولانا حسین احمد صاحب نے فرمایا کہ اس باب میں اب کوئی اشکال نہیں رہا مولانا کفایت اللہ صاحب نے اول تو اس فرماتے پر حیرت سے سوال کیا پھر مختصر مکالمت کے بعد خود بھی تسلیم کرلیا۔ اس کے بعد احقر کو تکان ہوگیا اور ان دنوں احقر بیمار تھا اس لئے حضرت اقدس مدظلہم سے اجازت کے لئے عرض کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وقت بھی کافی گذر چکا ہے اور ضروری گفتگو بھی ہوچکی۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو اشکالات ہوں ان کو قلمبند فرما دیا جاوے ان میں اطمینان سے غور کیا جائے گا اس پر ان حضرات نے چند سوالات تحریر فرمائے ان میں سے بعض کا جواب تو ہوچکا تھا اور بعض کو مدینہ منورہ بھیجنا مناسب خیال کیا گیا اور وہاں سے جواب آنے پر تتمہ کی شکل میں شائع کردیا گیا ملاحظہ ہو فتاویٰ مالکیہ کے ختم پر عنوان الاستفتاء باسرۃ الخامسۃ ۱۲

احقر
عبد الکریم عفی عنہ

سہ

ان عملی دقتوں کا ان سوالات میں تذکرہ تھا جن کا ابھی گذشتہ حاشیہ میں ذکر ہوا ہے مگر مدینہ منورہ سے جواب آنے پر سب کا حل ہوگیا اس لئے اس جواب کو شائع کردینا کافی سمجھا۔ واللہ الموفق۔

احقر
عبد الکریم عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ رسالہ مجموعہ ہے چند فتاویٰ کا جن میں تفویض طلاق منکوحہ کا مسئلہ تو جو رسالہ **جزو اوّل** ہے فقہ حنفی کا فتویٰ ہے اور جزو دوم علماء مالکیہ اہل مدینہ کے فتاویٰ ہیں جن میں سے بعض اجزاء فقہ حنفی میں بھی پائے جاتے ہیں اور بعض اجزاء فقہ مالکی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ وجہ اُن کے جمع کرنے کی دو امر ہیں۔ ایک تو جواب دینا ہے اُس اعتراض کا جو بعض واقعات کے متعلق ہے اور وہ واقعات عورتوں کی کلفت کے ہیں جن کا تعلق شوہر سے ہے جن کے اسباب یہ ہیں شوہر کا مفقود ہو جانا۔ شوہر کا مجنون ہو جانا۔ شوہر کا عورت کے قابل نہ ہونا۔ شوہر کا باوجود وسعت کے بی بی کو خرچ نہ دینا۔ ومثل ذلک۔

اور وہ اعتراض یہ ہے کہ اسلام نے بلا واسطہ قاضی شرعی کے جو کہ ہندوستان میں نایاب یا کمیاب ہے براہ راست ان مصائب سے عورتوں کو نجات حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں بتلایا جس سے مجبور اور پریشان ہو کر بہت عورتیں اسلام سے مرتد ہو رہی ہیں (چنانچہ تھوڑے ہی روز ہوئے سنا تھا کہ بعض علاقوں میں بہت قلیل مدت میں کثیر تعداد میں عورتیں مرتد ہو چکی ہیں) اگرچہ اس کا جواب بالکل ظاہر ہے کہ اسلام کا کام صرف تدبیر بتلانا ہے پھر اگر اہل اسلام اُس پر عمل نہ کریں تو مورد الزام اسلام ہے یا اہل اسلام جن میں یہ معترضین بھی داخل ہیں اور وہ تدبیر یہی ہے جو معترضین کے اعتراضی کلام میں مذکور ہے کہ ایسے حاکم اور قاضی مقرر کئے جاویں جو بزور حکومت ان قضایا کو فیصل

ع یہ بات واضح رہے کہ اس بیہودہ کارروائی سے بھی شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوتا گو تجدید اسلام و تجدید نکاح سے قبل موجودہ خاوند کیلئے ہمبستری وغیرہ حرام ہو جاتی ہے اس مسئلہ کو رسالہ ہذا کا ضمیمہ بنا کر آخر میں ملحق کر دیا گیا ہے دیگر ضمیمہ میں یہ بھی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے کرنا ہرگز جائز نہیں قطعاً حرام ہے اور اسی طرح کتابیہ کے سوا کسی کافر عورت سے مسلمان کا نکاح بھی بالکل باطل اور حرام قطعی ہے ۱۲ منہ

ع قاضی کیلئے شرعاً جو صفات ضروری ہیں انکی تفصیل کتب فقہ ہدایہ عالمگیری رد المحتار وغیرہ میں موجود ہے بوقت ضرورت مراجعت کر لی جائے یہاں چند ضروری صفات تو ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک شرط یہ ہے کہ قاضی مسلمان ہو غیر مسلم قاضی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح مکلف ہونا بھی شرط ہے بچہ یا مجنون قاضی نہیں بن سکتے۔ یہ بھی شرط ہے کہ آنکھ کان زبان صحیح و سالم ہوں اندھا یا بہرا یا گونگا نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ رشوت دیکر قاضی نہ بنا ہو اور اگر رشوت دیکر قاضی ہو گیا تو وہ شرعاً قاضی نہ ہوگا اور اس کا حکم بھی نافذ نہ ہوگا (کذا فی البحر وغیرہ) اور یہ بھی ضروری ہے کہ علم دین میں مہارت تامہ رکھتا ہو جاہل کو قاضی بنانا جائز نہیں یہ دوسری بات ہے کہ اگر کہیں جاہل قاضی بن گیا اور اس نے اہل علم سے فتویٰ لیکر شریعت کے موافق فیصلہ کر دیا تو اس کا حکم نافذ ہو جائیگا۔ اسی طرح فاسق کو بھی قاضی بنانا جائز نہیں اگرچہ وہ عالم بھی ہو تو فیصلہ اسکا نافذ ہوجائیگا بشرطیکہ شریعت کے موافق ہو مگر مسلمانوں پر واجب ہوگا کہ اُس کے معزول کرانیکی کوشش کریں ۱۲ منہ

دے سکیں اور اگر اس کی قوت نہ ہو تو حکومت موجودہ سے مطالبہ اور کوشش کریں کہ وہ ایسے حاکم مقرر کردے جن میں وہ سب صفات ہوں جو قاضی شرعی میں ہونا چاہئیں کم از کم ہر ضلع میں ایک ایسا حاکم مسلمان مقرر کرے جو ایسے معاملات میں حکم شرعی کا اختیار رکھے اور اگر وہ عالم نہ ہو تو قانوناً اس کے ذمہ لازم کیا جاوے کہ ہر معاملہ میں علماء سے فتویٰ حاصل کرکے حکم دیا کرے اور اگر مسلمان اس کا انتظام نہ کریں یا ان کی ایسی درخواست اور کوشش کا امکان نہ ہو تو انصاف کرنا چاہئے کہ پھر اسلام پر اعتراض کرنا بالکل نص لاتزر وازرۃ وزر اخریٰ کے جو کہ مسئلہ عقلیہ بھی ہے مخالفت اور بالکل مولانا رحمہ کے اس شعر کا مصداق ہے ؎

حملہ بر خود میکنی ای سادہ مرد ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

اور یہ جواب معترضانہ اور ظالمانہ سوال کے حل کے لئے تو بالکل کافی ہے لیکن ایک مستفیدانہ اور مظلومانہ سوال پھر بھی باقی رہجاتا ہے وہ یہ کہ اگر اسلام میں ایسے مسائل موجود ہوں کہ بدون طلاق یا وفات شوہر کے بھی مقصود حاصل ہو سکے تو ان کے بتلانے سے ان مظلومات کی نجات کی سبیل بھی معلوم ہو جاوے گی ہر چند کہ اصول عقلیہ سے ایک جواب کے بعد دوسرے جواب کا مطالبہ سائل کا حق نہیں مگر چونکہ اس دوسرے جواب میں ان مظلومات کی بھی مصلحت ہے اس لئے تبرعاً اس جواب کا بھی انتظام کیا گیا وہ یہ کہ جن عورتوں کا ابھی نکاح نہیں ہوا ان کی کلفتوں کے انسداد کے لئے تو فقہ حنفی سے ایک مسئلہ لکھا گیا جو اس مجموعہ کا جزو اول ہے اور جن عورتوں کا نکاح ہو چکا ہے ان کی کلفتوں کے رفع کے لئے چونکہ فقہ حنفی میں ایسے مسائل کم ہیں اس لئے ایسے واقعات کے متعلق مدینہ طیبہ سے چند بار مراسلت کے بعد علمائے مالکیہ سے فتاویٰ حاصل کئے گئے جو جزو دوم میں مذکور ہیں پس اب اس کے بعد یہ سوال بھی باقی نہیں رہا کہ اسلام میں کوئی ایسی تدبیر نہیں جس میں قاضی شرط نہ ہو۔

رہا یہ کہ فقہ حنفی پر کسی کو عدم کفایت کا سوال ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود فقہ حنفی میں بھی خاص شرائط کے ساتھ کہ ان کی رعایت اس رسالہ میں کرلی گئی ہے ایسی ضرورت شدیدہ میں دوسرے مجتہد کے

ضرورت شدیدہ میں دوسرے مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینے کی بعض شرائط

ع چنانچہ شرح اولین تو یہی ہے کہ مذہب غیر پر عمل کرنا ضرورت شدیدہ کی بنا پر ہو اتباع ہوا کے لئے نہ ہو اور اس شرط پر تمام امت کا اجماع اور اتفاق علامہ ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے۔ حیث قال فی من نکح عند شهود فسقة ثم طلقها ثلاثا فاراد التخلص من المرة المغلظة بان النكاح كان فاسدا فی الاصل علی مذهب الشافعی رح فلم يقع الطلاق ما نصه وهذا القول يخالف اجماع المسلمين فانهم متفقون علی ان من اعتقد حل الشئی كان عليه ان يعتقد ذلك سواء وافق غرضه او خالف ومن اعتقد تحريمه كان عليه ان يعتقد ذلك فی الحالين وهولاء المطلقون لا يفكرون فی فساد النكاح يفسق الولی الاعتداد الطلاق الثلاث لاعتداد الاسمتاء والتوارث يكونون فی وقت يقلدون من يفسقه وفی وقت يقلدون من يصححه بحسب الغرض والهوی ومثل هذا لا يجوز باتفاق الائمة (بقیہ حاشیہ بر ص ۳)

قول پر عمل کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے جیسا کہ علامہ شامی کے رسالہ عقود رسم المفتی صفحہ میں بحث مفید کے بعد مرقوم ہے۔ وبه علم ان المضطر له العمل بذلك لنفسه كما قلنا وان المفتي له الافتاء به للمضطر فما مر من انه ليس له العمل بالضعيف ولا الافتاء به محمول على غير موضع الضرورة كما علمته من مجموع ما قررناه اھ ونیز شامی نے درمختار کے قول ان الحکام الفتیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲) (ثم قال بعد ثلاثة اسطر ونظير هذا ان يعتقد الرجل ثبوت شفعة الجوار اذا كانت الدار مشتركة فان هذا لا يجوز بالاجماع وكذا من بنى صحة ولاية الفاسق في حال نكاحه وبنى على فساد ولايته حال طلاقه لم يجز ذلك باجماع المسلمين ولو قال المستفتي المعين انا لم اكن اعرف ذلك وانا اليوم التزم ذلك لم يكن من ذلك لان ذلك يفتح باب التلاعب بالدين ويفتح الذريعة الى ان يكون المحللون المحرمون بحسب الاهواء۔ (فتاوی ابن تیمیہ جلد ثانی ص ۲۴۰ و ص ۲۴۱)+

وفي باب قبول الشهادة من رد المحتار عن القنية وقيل لمن انتقل الى مذهب الشافعي ليزوج له اخاف ان يكون مسلوب الايمان لاهانته الدين بخفة قذرة الى اخر هذا الباب من المنح وان انتقل اليه لقلة مبالاته في الاعتقاد والجرأة على الانتقال من مذهب الى مذهب كما اتفق له ويميل طبعه اليه لغرض يحصل له فانه لا تقبل شهادته (شامی صفحہ ۴۲۰ جلد ۴)+

واوضح منه ما في تعزير رد المحتار فراجعه۔ وبه صرح العلامة محمد بن علي البيضاوي في الرواية الثامنة والثلاثين من الفتاوى المالكية الملحقة باخر الرسالة۔

ہم نے اس رسالہ میں اسی شرط (یعنی عدم اتباع ہوی) کی بنا پر صرف اُن مواضع میں مذہب مالکیہ پر عمل کی اجازت دی ہے جہاں ضرورت شدیدہ یقینی طور پر مشاہد و متیقن ہو گئی اور جہاں شدت ضرورت کا تیقن نہیں ہوا وہاں مذہب مالکیہ کی تسہیلات سے کام نہیں لیا۔

اور ایک شرط مذہب غیر پر عمل کرنے کی جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی ہے کہ تلفیق خارق اجماع نہ ہو حتی کہ صاحب درمختار نے اس پر اجماع بایں الفاظ بیان کیا ہے ان الحكم الملفق باطل بالاجماع۔ اور اس شرط کی تفاصیل و قیود میں کلام طویل اور اختلاف کثیر ہے جس کو ایک مستقل رسالہ التحقیق فی التلفیق میں ضبط کر کے علامہ اسنوی کی کتاب البیوع کے مقدمہ کا جزو بنا دیا گیا ہے اور ہمارے نزدیک ان اقوال مختلفہ میں سے یہ قول اعدل الاقوال ہے کہ عمل واحد میں تلفیق خارق للاجماع کی اجازت نہ ہو اور دو عمل جداگانہ ہوں تو اُن میں تلفیق کی اجازت دیجائے گو ظاہراً خلاف اجماع لازم آتا ہو مثلاً کوئی شخص بے ترتیب وضو کرے تو شافعیہ کے نزدیک وضو صحیح نہیں اور کوئی شخص ربع راس سے کم مسح کرے تو حنفیہ کے نزدیک وضو نہیں ہوتا پس اگر کوئی شخص اس طرح وضو کرے کہ ترتیب کی رعایت نہ ہو اور مسح کرے ربع راس سے کم کا تو کسی کے نزدیک بھی وضو نہیں ہوا۔ اور یہ تلفیق خارق اجماع ہے اور اگر کسی نے وضو میں چوتھائی سر سے کم کا مسح کیا اور نماز میں فاتحہ خلف الامام نہ پڑھی تو ظاہراً اس صورت میں بھی خرق اجماع لازم آتا ہے کہ وضو شافعیہ کے مذہب پر ہے اور نماز حنفیہ کے مذہب پر مگر وضو جدا عمل ہے اور نماز جدا۔ اس واسطے یہ تلفیق منع نہیں مگر تاہم احتیاط مدنظر رکھ کر اصل رسالہ ہذا میں تلفیق کی دوسری قسم سے بھی بچاؤ رکھا ہے ۱۲ منہ

بالقول المرجوح جمل کے تحت میں لکھا ہے قلت لکن ھذا فی غیر موضع الضرورۃ الخ ص۷۷ ج۱)
اور اس مسئلہ پر مکمل بحث جزو دوم کے مقدمہ میں آتی ہے فلینظر ثمہ۔ اب بحمد اللہ جواب ہر پہلو سے مکمل ہو گیا

اور دوسری وجہ تصنیف رسالہ کی رفع جہالت ہے کیونکہ جہالت کے سبب بعض لوگ مذہب مالکیہ کی آڑ میں تمام قیود و شروط سے آزاد ہو کر بعض اوقات ایسی کارروائی کر گذرتے ہیں جو کسی مذہب میں بھی صحیح نہیں ہوتی اور مالکیہ کے مذہب سے عام طور پر کما حقہا واقفیت نہ ہونے کے سبب اکثر اہل علم کو بھی اس میں مغالطہ ہو جاتا ہے حتی کہ بعض اسلامی ریاستوں میں تفریق بین الزوجین کے لئے ایسا ضابطہ جاری کیا گیا ہے جو شرائط ضروریہ فوت ہونے کے سبب کسی طرح بھی شریعت مقدسہ کی رو سے درست نہیں اس لئے بھی سخت ضرورت تھی کہ ان مسائل ضروریہ کے متعلق جس قدر شرائط ہوں اُن سب کو تفصیل کے ساتھ جمع کر دیا جاوے تاکہ جو لوگ اُس وسعت پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہوں جو مذہب مالکیہ نے مواقع مذکورہ بالا میں دی ہے وہ اُن شرائط کا لحاظ رکھیں ورنہ معصیت شدیدہ بلکہ تحلیل حرام یا تحریم حلال کا وبال عظیم بھگتنا پڑے گا پس مسئلہ مفقود وغیرہ میں جو حضرات مذہب مالکیہ کو اختیار کریں انکو لازم ہے کہ رسالہ ہذا کسی محقق عالم سے خوب سمجھ لیں اور اہل علم بھی اس کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔

اور ترتیب اس رسالہ کی یہ ہے کہ جزو اوّل میں تفویض طلاق کا فتویٰ ہے اور جزو دوم میں زوجہ عنین و مجنون و مفقود و حاضر متغنت اور غائب غیر مفقود کے احکام مفصل مذکور ہیں۔ اس کے بعد حضرات علمائے دیوبند و سہارنپور کی تصدیق درج ہے اور سب کے آخر میں اُن تمام عربی فتاوے کو جو مدینہ طیبہ کے مالکی المذہب مفتیوں سے حاصل کئے گئے تھے ملحق کر دیا گیا ہے تاکہ اہل علم حضرات اصل عبارت بھی ملاحظہ فرما سکیں۔ اور ان فتاویٰ مالکیہ میں سے جس جس عبارت سے رسالہ ہذا میں استدلال کیا گیا ہے اُن کو روایت اولیٰ و ثانیہ وغیرہ سے موسوم کر دیا اور اصل رسالہ میں اُس روایت مستدل

عہ دار العلوم دیوبند سے گیارہ حضرات اور مظاہر علوم سہارنپور سے چار حضرات نے رسالہ کے اصل مسودہ کو نہایت غور و خوض سے ملاحظہ فرمایا ہے اور جا بجا مفید مشورے بھی دیئے اور اپنے قیمتی وقت کا بہت بڑا حصہ صرف کر کے اس قدر اہتمام سے اصلاحی نظر فرمائی ہے کہ انکو تصنیف رسالہ میں شریک کہنا بجا ہے فجزاھم اللہ تعالیٰ خیراً اس بنا پر ان پندرہ حضرات کی تصدیق کو سب سے مقدم اصل رسالہ کے متصل درج کیا گیا اور ان کے علاوہ دیگر علمائے کرام کی تصدیقات رسالہ چھپنے کے بعد حاصل کی جاویں گی اس لئے اُن کو جداگانہ تمام مجموعہ کے اخیر میں درج کیا جائے گا ۱۲ منہ

عہ ان تمام فتاوی کی اصل بعینہ نیز رسالہ ہذا کا مسودہ مع اصل تصدیقات علماء کرام مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کے کتبخانہ میں محفوظ ہے ۱۲ منہ

بہا کا اسی عنوان سے حوالہ بھی دیدیا ہے اور نام اس مجموعہ کا الحیلۃ الناجزۃ + للحلیلۃ العاجزۃ تجویز کیا گیا ہے جس کی مناسبت ہر دو اجزاء کے ساتھ ظاہر ہے۔

مگر چونکہ یہ سب علمی رنگ میں تھا اس لئے ان سب کا خلاصہ نہایت عام فہم عبارت میں لکھدیا گیا اب عوام اہل حاجت کو تمام رسالہ دیکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف اسی خلاصہ کو دیکھ لینا اور کسی عالم سے سمجھ لینا کافی ہے مگر اُن عالم صاحب کو مناسب ہے کہ اُس خلاصہ کو اصل رسالہ سے ملالیں سہولت دستیابی کے لئے خیال ہے کہ اس خلاصہ کو مستقلاً بھی عنقریب شائع کر دیا جائے گا اور اس مستقل صورت کے اقتضاء پر اس کا ایک نام بھی رکھدیا گیا المرقومات للمظلومات بس اس معاملہ میں جو کام ہمارے کرنے کا تھا یعنی اعتراض کا جواب دینا بھی جو ہمارے ذمہ تھا اور خاص تدبیریں مع قیود و شروط مفصلہ بتلا دینا بھی جو ہمارے ذمہ نہ تھا وہ ہم کر چکے۔

اب آگے ان میں سے کسی مسئلہ پر عمل کا ارادہ کرنے کے وقت دو کام عمل کرنے والوں کے ذمہ ہیں۔ ایک یہ کہ عمل سے پہلے کسی ذی استعداد عالم سے جو کہ فتوے میں اہل علم کے نزدیک مشہور و مسلم ہو وہ مسئلہ بھی اچھی طرح سمجھ لیں محض اپنی قوت مطالعہ کے بھروسہ اپنی رائے سے کسی واقعہ کو اُس مسئلہ پر منطبق نہ کرلیں اور اخیر کارروائی کی تکمیل تک اُن عالم کو اپنے ساتھ اس طرح شریک بھی رکھیں کہ ہر ہر جزئی کی اُن کو اطلاع بھی دیتے رہیں اور حکم شرعی بھی پوچھتے رہیں اور اُن عالم کو بھی چاہئے کہ بہت بصیرت و توجہ و تیقظ سے کام لیں اور جہاں ذرا بھی شبہ ہو اول فقہ مالکی کی اِن کتابوں سے حل کریں۔ مختصر الخلیل و شرح للعلامۃ الدردیر و منتقی شرح موطا و مدونہ و صاوی حاشیہ اقرب المسالک وغیرہ جو کتب اُن کے ہاں فتاویٰ کے لئے معتبر ہوں۔

اور اگر ان کتابوں سے اطمینان کے ساتھ حل نہ ہو تو کارروائی کو مؤخر کر کے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ خط بھیج کر خود علمائے مالکیہ سے استفتاء کرلیں جس کا طریقہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مہتمم صاحب سے یا مدرسۃ العلوم الشرعیہ مدینہ منورہ کے مہتمم صاحب سے بذریعہ خط دریافت ہو سکتا ہے۔

تنبیہ چونکہ اس زمانہ میں فتنہ و فساد کا دور دورہ ہے اور ہر شخص علم و لیاقت کا مدعی ہے اسلئے علماء کے انتخاب میں نہایت احتیاط اور کامل غور و خوض کی ضرورت ہے۔ وہ لوگ جو محض کہیں سرکاری اسکول کے سند یافتہ ہو کر مولوی یا مولوی فاضل وغیرہ کہلاتے ہیں یا اردو فارسی کے رسائل دیکھ کر عوام میں مولوی مشہور ہو جاتے ہیں وہ اس کام کے لئے کافی نہیں۔

دوسرا کام یہ ہے کہ عمل سے پہلے وکلاء وغیرہم سے اُس کارروائی کے موافق قانون یا مخالف قانون ہونے کی تحقیق کرلیں کیونکہ نہ ہم کو قانون معلوم ہے نہ ہم کسی کو عمل کرنے کی رائے دیتے ہیں ہم نے صرف مسئلے بتلا دیئے تاکہ دین و مذہب پر جو اعتراض ہوتا تھا وہ مرتفع ہوجائے اور رفع کلفت کی سبیل شرعی مفصل معلوم ہوجائے آگے جس کو عمل کرنا ہو وہ اپنی واقفیت و ہمت کے بھروسہ کرے ہم اُس کے ذمہ دار نہیں۔

البتہ

اگر اس کا کوئی حصہ قانون پر منطبق نہ ہوتا ہو تو اہل اثر کوشش کرکے اُس کو قانون میں منظور کرادیں بہت ثواب ہوگا۔

اخیر میں بغرض طلب دعا عرض کرتا ہوں کہ مولانا حسین احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند دامت فیوضہم نے علماء مالکیہ سے فتاوی حاصل ہونے میں بہت مدد فرمائی ہے بلکہ مسئلہ مفقود کے علاوہ دیگر مواقع میں تحقیق احکام کے اصل محرک بھی وہی ہیں نیز مدینہ طیبہ میں مولانا سید احمد صاحب مہتمم مدرسۃ العلوم الشرعیہ نے علمائے مالکیہ سے حصول فتاوی میں ہر بار سعی بلیغ فرمائی اور ہمیشہ نہایت اہتمام سے روانہ فرماتے رہے اور پھر اس رسالہ کا اجمالی مسودہ عزیزم مولوی ظفر احمد صاحب تھانوی سلمہ نے تیار کیا اور بعد ازاں اُن کے رنگون چلے جانے پر اس رسالہ کی تفصیلی ترتیب میں مولوی محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند و مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلی مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون نے بہت مدد دی ہے بلکہ واقع میں قریب قریب سب رسالہ کی ترتیب اُن ہی کا کام ہے گو برائے نام یہ ناکارہ بھی شریک رہا اسلئے ناظرین سے اپنے ساتھ اُن کے لئے بھی دعا کی استدعا کرتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

کتبہ

اشرف علی

اوائل ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۱ ہجری نبوی

جزو اوّل

تفویض طلاق بوقت نکاح

از فقہ حنفی

سوال آج کل عورتوں کو نکاح کے بعد جس قدر پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے محتاج بیان نہیں کبھی مرد ظلم اور بے رحمی سے پیش آتا ہے نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے کبھی بال بچوں سے بے فکر ہو کر پردیس چلا جاتا اور لاپتہ ہو جاتا ہے کبھی نامرد نکلتا ہے۔ بعض دفعہ یتیم لڑکی کا نکاح چچا وغیرہ نامناسب جگہ کر دیتا ہے اور لڑکی ناپسند کرتی ہے۔ بعض دفعہ مرد کو جنون کا مرض ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اگر ہندوستان میں قاضی شرعی کا وجود ہوتا تو اس قسم کی سب پریشانیوں کا علاج سہل تھا مگر اب جب کہ قاضی شرع موجود نہیں عورتوں کو سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے وہ نکاح کو فسخ کرنے کے لئے اگر عدالت میں دعوے دائر کریں تو بعض دفعہ حاکم غیر مسلم اس کا فیصلہ کرتا ہے جو شرعاً نافذ نہیں ہوتا اور بعض دفعہ حاکم مسلم ہی فیصلہ کرتا ہے مگر بوجہ احکام سے ناواقفیت وغیرہ کے قاعدہ شرعیہ کی پابندی سے فیصلہ نہیں کرتا اس لئے وہ فیصلہ بھی قابل اطمینان نہیں ہوتا پس علمائے کرام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ:۔

(۱) بعض جگہ ان مشکلات کا جو یہ علاج تجویز کیا ہے کہ بوقت نکاح کابین نامہ میں مرد ایسی شرطیں لکھوالی جاویں جن کی وجہ سے عورتوں کو بوقت ضرورت اپنے اوپر خود طلاق واقع کرنے کا اختیار حاصل ہو جاوے یہ شرعاً صحیح اور معتبر ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو ایسے کابین نامہ کے معتبر ہونے کی شرط کیا ہے۔

(۲) کیا اس کابین نامہ کو قبل از نکاح اور بعد از نکاح لکھوانے یا عین عقد نکاح کے وقت شرطوں کو زبانی کہلانے میں کوئی فرق ہے۔

الجواب

(۱) اس قسم کا کابین نامہ لکھوانا (جس میں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں دیدیا گیا ہو) اور بوقت ضرورت اس سے کام لینا شرعاً جائز ہے (اور اس اختیار دیدینے کو تفویض طلاق کہتے ہیں)

اور شرطوں کا بیان نمبر ۲ میں آتا ہے۔

(۲) اس کی تینوں صورتیں جائز ہیں چاہے نکاح سے پیشتر لکھوا لیا جاوے یا چاہے عین وقت عقد میں زبان سے کہلوا لیا جاوے چاہے بعد میں لکھوایا جاوے مگر پہلی اور دوسری صورت کے صحیح و معتبر ہونے کی ایک ایک شرط ہے۔

پہلی صورت کہ یہ کابین نامہ نکاح سے پہلے لکھا جاوے اس کے معتبر اور مفید ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس میں نکاح کی طرف اضافت و نسبت موجود ہو مثلاً یہ لکھا جاوے کہ اگر میں فلاں بنت فلاں کے ساتھ نکاح کروں اور پھر شرائط مندرجہ اقرار نامہ ہذا میں سے کسی شرط کے خلاف کروں تو مسماۃ مذکور کو اختیار ہوگا کہ اسی وقت یا پھر کسی وقت چاہے تو اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کر کے اس نکاح سے الگ ہو جائے اگر اس میں اضافت الی النکاح نہ لکھی گئی تو یہ اقرار نامہ محض بے کار ہوگا اس کی رو سے عورت کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔ لما فی تنویر الابصار باب التعلیق و شرط الملک کقولہ لمنکوحتہ ان ذھبت فانت طالق او الاضافۃ الیہ کان نکحتک فانت طالق فلغا قولہ لاجنبیۃ ان زرت زیدا فانت طالق الخ (شامی صفحہ ۸۱۳ جلد ۲) و فی الفصل الثالث من کتاب الشروط للعالمگیریۃ ما نصہ والثانی تعلیق التفویض بالشرط وانہ اقسام (الی ان قال) القسم الثانی تعلیق التفویض بترک نقد المعجل الی وقت کذا صورۃ کتابۃ ھذا القسم جعل امرھا بیدھا فی تطلیقۃ واحدۃ بائنۃ مطلقا بشرط انہ اذا مضی شھر اولہ کذا و آخرہ کذا ولم یؤد الیھا جمیع ما قبل تعجیلہ لھا من صداقھا وھو کذا فانھا تطلق نفسھا بعد ذلک متی شاءت ابدا واحدۃ بائنۃ وفوض الامر فی ذلک الیھا وانھا قبلت منہ ھذا الامر فی مجلس التفویض القسم الثالث تعلیق التفویض بشرط

ع۵ پہلی اور تیسری صورت میں لکھنے کی قید احترازی نہیں ہے بلکہ لکھوانے کا عموماً معمول ہے اور قرین مصلحت بھی یہی ہے اس واسطے اس قید کا ذکر کیا گیا ورنہ زبانی کہنا اور لکھنا ان دونوں صورتوں میں برابر ہے البتہ دوسری صورت میں زبانی کہنے کی قید احترازی ہے کیونکہ ایجاب و قبول غائب کے لئے تو کتابت سے بھی شرائط درست ہے مگر حاضر کے لئے کسی حال میں بھی محض کتابت سے ایجاب و قبول درست نہیں ہاں اگر شرائط تحریر کر کے ایجاب یا قبول کے ساتھ یوں کہہ دیا جائے کہ ان شرائط محررہ میں سے کسی کے خلاف ہو تو عورت کو طلاق کا حق ہوگا تب بھی تفویض کی تعلیق صحیح ہو جاوے گی تمام شرائط کو زبانی بیان کرنا ضروری نہیں ۱۲ منہ

ع۶ البتہ بعض جگہ جو دستور ہے کہ تحریر تو پیشتر تیار ہو جاتی ہے اور دستخط دولہا اور گواہان کے بعد میں ہوتے ہیں اس صورت میں اضافت الی النکاح ضروری نہیں کیونکہ یہ دراصل اس پہلی صورت میں داخل ہی نہیں بلکہ تیسری میں شمار ہے ۱۲ منہ

قماره او یشربه الخمر او ضربه ضربا موجعا یظهر اثره علی بدنها و صورة کتابته علی نحو ما بینا (عالمگیری مصری صفحہ ۲۶۱ جلد ۶) قلنا قولہ وانہا قبلت فی مجلس التفویض قد خرج مخرج عادة المحاضر والسجلات والا فقبولہا فی مجلس التکلم لیس بشرط بل الشرط استعمال الخیار فی مجلس وقوع الشرط کما سیأتی وقد صرح بذلک فی الفصل الاول من الباب الثالث لطلاق الهندیة۔

اور دوسری صورت کہ عین ایجاب وقبول ہی میں زبانی شرائط مذکور ہوں اس کی صحیح ومعتبر ہونے کی شرط یہ ہے کہ ایجاب عورت کی جانب سے ہو یعنی اولاً خود عورت (یا اُس کا ولی یا وکیل یعنی قاضی نکاح خواں) عقد نکاح کے وقت یوں کہے کہ میں نے اپنے آپ کو (یا مسماۃ فلاں بنت فلاں کو) تیرے نکاح میں اس شرط پر دیدیا کہ اگر تم نے یہ کام کیا یا وہ کام کیا (جتنی شرطیں لگانا مقصود ہوں سب کو ذکر کر دیا جاوے) تو اپنے معاملہ کا اختیار میرے (یا مسماۃ موصوفہ کے) ہاتھ میں ہوگا یعنی شرائط مذکورہ میں سے کسی ایک شرط کی خلاف ورزی پر بھی اختیار ہوگا کہ اُسی وقت یا پھر کسی وقت چاہوں (یا چاہے) تو اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر اس نکاح سے الگ کر سکونگی (یا کر سکے گی) اس کے جواب میں مرد نکاح یوں کہے کہ میں[عہ] نے قبول کر لیا اس پر عورت کو اختیار ہوگا کہ وہ جب اپنے اوپر شرائط کیخلاف ظلم ومصیبت دیکھے اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر اس شوہر کے نکاح سے نکل جائے یعنی اس طرح کہدے کہ میں اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کرتی ہوں۔

اور اگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ ابتدائے کلام (یعنی ایجاب) مرد کی جانب سے ہو اور لڑکی والے قبول کے ساتھ تفویض طلاق کی شرط لگا دیں تو نکاح بلا کسی شرط کے صحیح ہو جاوے گا اور شرط بالکل بیکار جائے گی خوب سمجھ لو۔ فی الدر المختار قبیل فصل المشیة من کتاب الطلاق نکحہا علی ان امرہا بیدہا صح اھ وفی حاشیة رد المحتار قولہ صح مقید بما اذا ابتدأت المرأة فقالت زوجت نفسی منک علی ان امری بیدی اطلق نفسی کلما ارید او علی انی طالق فقال الزوج قبلت اما لو بدأ الزوج لا تطلق ولا یصیر الامر بیدہا کما فی البحر عن الخلاصة والبزازیة انتہی۔ (شامی صفحہ ۷۹۶ جلد ۲) ومثلہ صرح فی حیل العالمگیریة (صفحہ ۲۶۳ ج ۷)۔

وبیّن الفقیہ ابو اللیث وجہ الفرق بین الصورتین فقال لان البداءة اذا کانت

عہ چاہے صرف اتنا ہی کہے کہ میں نے قبول کر لیا اور چاہے یوں کہے کہ میں نے شرائط سمیت قبول کر لیا دونوں کا ایک ہی حکم ہے لما سیأتی من الفقیہ ابی اللیث من ان الجواب یتضمن اعادة ما فی السوال منہ ۱۲

من الزوج على الطلاق والتفويض قبل النكاح فلا يصح اما اذا كانت من المرأة يصير التفويض بعد النكاح لأن الزوج لما قال بعد كلام المرأة قبلت والجواب يتضمن اعادة ما في السؤال صار كانه قال قبلت على انك طالق او على ان يكون الامر بيدك فيصير مفوضاً بعد النكاح (بنائی کتاب الطلاق تحت قول الدر لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده الا اذا قبل الخ صفحہ ۱۱۹ جلد ۲)۔

تنبیہ اور اگر ایجاب عورت ہی کی طرف سے ہو اگر شرط تفویض ذکر نہ کی گئی اور مرد نے قبول میں شرط تفویض کا اضافہ کر دیا تب بھی تفویض صحیح ہو گئی لیکن چونکہ اس صورت میں صرف مرد کو اختیار ہے خواہ وہ شرط بڑھائے یا نہ بڑھائے عورت کی جانب سے جب ایجاب بلا کسی شرط کے ہو چکا تو اس کے ہاتھ سے بات نکل چکی اس لئے جس عورت کا مقصد یہ ہو کہ اس کو طلاق لینے کا اختیار مل جاوے اس کے واسطے یہ صورت کافی نہیں بلکہ ایجاب میں شرط لگانا ضروری ہے تاکہ مرد کو بلا شرط قبول کرنے کا حق ہی نہ رہے۔

اور تیسری صورت کہ نکاح کے بعد کوئی اقرار نامہ اس قسم کا شوہر سے لکھوایا جاوے یہ صورت بھی صحیح اور بالکل درست ہے۔

مشورہ یہ صورت اس عورت کے کار آمد ہے جس کے نکاح میں کابین نامہ نہیں لکھوایا گیا تھا لیکن جو عورت نکاح کے وقت احتیاط کی طالب ہے اس کے واسطے اس میں بھی وہی کمی ہے جو ابھی تنبیہ بالا کے ذیل میں مذکور ہوئی یعنی جب عقد نکاح تمام ہو چکا تو عورت کے قبضہ میں نہ رہا کہ خاوند کو اس اقرار نامہ کے لکھنے پر مجبور کرے بلکہ صرف اس کی مرضی پر معاملہ رہجاتا ہے۔

اس لئے مصائب کے وقت خلاصی کی اصل تدبیر پہلی یا دوسری ہی صورت اختیار کرنا ہے۔ اور ان میں بھی آسان صورت جس میں عوام کے مغالطہ میں پڑنے کا اندیشہ نہیں وہ صرف پہلی ہی صورت ہے کہ عقد سے پہلے ہی کابین نامہ لکھوا لیا جاوے مگر اس میں اضافت الی النکاح ضرور ہونا چاہئے یعنی یہ لفظ ضرور لکھوا لے جائیں کہ اگر میں فلاں دختر فلاں سے نکاح کروں اور پھر فلاں فلاں شرط کے خلاف کروں الخ اور اگر اضافت الی النکاح نہ لکھی گئی تو کابین نامہ کالعدم ہوگا جیسا کہ پیشتر گذر چکا

عہ گو یہ صورت نادر الوقوع ہے مگر استیعاب صور کے لئے لکھدی گئی ۱۲ منہ

عہ ہاں اگر قبول زوج سے پہلے پہلے عورت یا اس کے ولی وغیرہ کو خیال آگیا اور شرط تفویض کا اضافہ کر دیا تب بھی مرد کو بلا شرط کے قبول کرنے کا حق نہ ہوگا ۱۲ منہ

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

فائدہ نکاح مذکور جس میں کچھ شرائط خاوند سے منظور کرالی گئی ہیں اس کے جواز میں حنفیہ کو کلام نہیں ہے بعض لوگوں نے اس صورت کو نکاح معلق میں داخل کرکے شبہ کیا ہے مگر درحقیقت یہ نکاح معلق نہیں بلکہ نکاح منجز ہے جو تفویض معلق کے ساتھ مشروط ہے۔ نکاح معلق وہ ہے کہ اس وقت نکاح ہی نہ ہو جیسے عورت یوں کہے کہ میں نے اپنے آپ کو تیرے نکاح میں دیدیا اگر میرا باپ راضی ہو یا مرد یوں کہے کہ میں نے قبول کرلیا اگر میرا باپ راضی ہو اس صورت میں نکاح نہیں ہوتا اور اگر اصل نکاح معلق نہ کیا جاوے بلکہ اس کے ساتھ کوئی شرط زائد لگادی جائے تو اس طرح نکاح ہوجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مجلس عقد میں نکاح اسی وقت ہو رہا ہے مگر اس کے ساتھ ایک شرط ہے جس کو شوہر سے منوایا جاتا ہے

ضروری مشورہ

چونکہ عورت ناقص العقل ہے اس لئے طلاق کو مطلقاً اس کے ہاتھ میں دیدینا خطرہ سے خالی نہیں پس مناسب یہ ہے کہ تفویض میں کوئی قید مناسب بھی لگادی جائے جس میں وہ خطرہ نہ رہے مثلاً یہ کہ نکاح کے وقت عورت کی طرف سے وہ خود یا اس کا ولی یا وکیل (یعنی قاضی نکاح خواں) یوں کہے کہ میں نے اپنے آپ کو یا مسماۃ فلاں بنت فلاں کو تمہارے نکاح میں بمعاوضہ مہر روپے سکہ رائج الوقت کے اس شرط پر دیدیا کہ جس وقت اس کو تم سے کوئی تکلیف شدید پہونچے گی جس کو فلاں فلاں اشخاص میں سے کم از کم دو آدمی تسلیم کرلیں (اس جگہ مناسب ہے کہ کم از کم دس آدمیوں کے نام تراضی طرفین سے متعین کردیئے جائیں) تو اس کے بعد ہر وقت معاملہ میرے یا اس کے اختیار میں ہوگا کہ اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر اس نکاح سے علیحدگی اختیار کرلی جاوے اس صورت میں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں اس وقت آئے گا جب کہ تسلیم کردہ اشخاص میں سے

عہ قد صرح فی الدر المختار والشامی (فی اخر فصل المہر ص۴۸۳) بالفرق بین النکاح المعلق وبین النکاح المشروط ۱۲ منہ

عہ نکاح مشروط میں دیگر شروط تو فاسد وغیرہ معتبر ہوتی ہیں لیکن تعلیق وتفویض طلاق کی شرط معتبر اور صحیح ہوتی ہے۔ کما علم مما مر ۱۲ منہ

عہ اور اگر اس سے بھی زیادہ احتیاط مطلوب ہو تو یہ جملہ بھی بڑھالیں (اور وہ دونوں آدمی طلاق کو مناسب بھی کہیں)

کم از کم دو آدمی تسلیم کرلیں کہ تکلیف شدیدہ ہے۔

لیکن عورت کو اس کے بعد بھی چاہئے کہ طلاق واقع کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ اطمینان کے ساتھ سوچ سمجھ کر کام کرے اور تین باتوں کا ضرور التزام کرے۔

اول یہ کہ فوراً غصہ کے وقت اپنے اس اختیار سے کام نہ لے بلکہ ایک معتد بہ مدت تک غور و خوض کرے جس کی میعاد ایک ہفتہ سے کم نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ اپنے خیر خواہوں سے مشورہ کرے۔

تیسرے یہ کہ سنت کے موافق استخارہ کرے اور ویسے بھی دعا کرے کہ اللہ تعالےٰ میرا دل ایسے کام کی طرف پھیر دے جو میرے لئے دین و دنیا میں بہتر ہو اس تمام کوشش کے بعد جو کچھ دل میں آئے اُس پر عمل کرے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے۔ اس طرح پر وہ خطرہ نہ ہوگا جو تفویض مطلق کی صورت میں ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

تنبیہ ضروری

تعلیق مذکور میں اگر چاہے کا لفظ استعمال نہ کرنا چاہئے ورنہ یہ تفویض خاص اُس مجلس کے ساتھ مقید ہو جاوے گی جس میں وہ شرائط واقع ہو اور اُس مجلس کے ختم ہو جانے کے بعد عورت کو اختیار طلاق کا باقی نہ رہیگا اور اختیار کو اس قدر محدود کر دینا مناسب نہیں اسی طرح لفظ جب کبھی چاہے بھی شرط میں استعمال نہ کیا جاوے ورنہ ہمیشہ کے لئے (حتیٰ کہ اعادۂ نکاح کے بعد بھی) اُس کو اپنے

ع۵ کیونکہ طلاق میں جلدی کرنا شرعاً ناپسندیدہ ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک مباح چیزوں میں مبغوض ترین طلاق ہے (رواہ ابوداؤد) ونیز ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت بلا ضرورت اپنے خاوند سے طلاق مانگے اُس پر جنت کی بو حرام ہو (رواہ احمد والترمذی و ابوداؤد وابن ماجہ والدارمی) ۱۲ منہ

ع۶ یہ جب ہے کہ اُس شرط کے تحقق کو عورت نے خود دیکھا ہو اور اگر خود نہیں دیکھا تو پھر اُس مجلس کا اعتبار ہوگا جس میں اس کو خبر ہوئی ہو قال صاحب الدر المختار فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مشافہۃ او اخبارًا او اٰئل تفویض الطلاق)۔ پس اگر خبر ملنے کے بعد اتنی تاخیر کی کہ مجلس بدل گئی تو اب اختیار باقی نہیں رہا۔ اور اگر عورت یہ عذر کرے کہ مجھ کو اُس خبر پر اطمینان نہ ہوا تھا تو اُس میں تفصیل ہے بوقت ضرورت شامی جلد چہارم مسائل شتی کتاب القضا میں ملاحظہ فرمادیں ۱۲ منہ

ع۷ اس کو تنبیہ کا جز اس واسطے بنایا گیا ہے کہ جب کبھی کا لفظ استعمال کرنے سے اعادۂ نکاح کے بعد بھی ان ہی شرائط کی پابندی ضروری رہے گی اگر تجربہ کی بنا پر زوجین شرائط میں سے کسی شرط کو موقوف کرنا چاہیں تو یہ نہ ہو سکے گا ۱۲ منہ

اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار رہے گا جب تک کہ تین طلاق پوری نہ ہوجاویں اور ایسا اختیار عورت کو دینا ضرورت سے زائد اور مصلحت کے خلاف ہے بلکہ ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جن سے نہ تو ایسی تنگی لازم آئے کہ تفویض مقید بالمجلس ہوجائے اور نہ اتنی وسعت ہو کہ عورت کو تینوں طلاقیں واقع کر لینے کا اختیار مل جائے اسی لئے ہم نے کابین ناموں میں اور گذشتہ مثالوں میں ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو باتفاق محاورات فریقین کی رعایت اور مصلحت پر مشتمل ہیں اُن الفاظ سے صرف ایک ہی مرتبہ طلاق دینے کا اختیار حاصل ہوگا مگر وجود شرط کی مجلس کے ساتھ مقید نہ ہوگا۔ اور اردو کے محاورات مختلف ہونے کی وجہ سے تمام الفاظ شرط کا حکم منضبط نہ ہوسکا اس واسطے الفاظ عربیہ کی تفصیل نقل کرتے ہیں تاکہ اہل علم بوقت ضرورت اس تفصیل میں اور متکلم کے محاورہ میں بغور تطابق کرکے بقیہ الفاظ شرط کا حکم متعین کرسکیں اور عوام کو لازم ہے کہ جو الفاظ ہم نے تجویز کئے ہیں اُن کی رعایت رکھیں اور اگر ان کے سوا کسی لفظ کا حکم معلوم ہونے کی ضرورت پیش آجاوے تو علمائے کرام سے دریافت کریں صرف اپنی زبان دانی پر بھروسہ کرکے خود فیصلہ کرنا جائز نہیں۔

والتفصیل ما فی العالمگیریۃ من الجوھرۃ النیرۃ اذا قال لھا طلقی نفسک سواء قال لھا ان شئت او لا فلھا ان تطلق نفسھا فی ذلک المجلس خاصۃ (صفحہ ۸۶ جلد ۲)۔

وفیہ ایضا ان قال لھا طلقی متی شئت فلھا ان تطلقھا فی المجلس وبعدہ ولھا المشیۃ مرۃ واحدۃ وکذا قولہ متی ماشئت واذا ماشئت ولو قال کلما شئت کان ذلک لھا ابداً حتی یقع ثلاث کذا فی السراج الوھاج (الباب الثالث فی تفویض الطلاق فصل المشیۃ صفحہ ۸۷ ج ۲)۔

وفی البحر الرائق فصل الامر بالید (صفحہ ۳۱۸ جلد ۳)۔

واطلق الامر بالید فشمل المنجز والمعلق اذا وجد شرطہ ومنہ ما فی المحیط لو قال ان دخلت الدار فامرک بیدک فان طلقت نفسھا کما وضعت القدم فیھا طلقت لان الامر فی یدھا وان طلقت بعد ما مشت خطوتین لم تطلق لانھا طلقت بعد ما خرج الامر من یدھا۔

تنبیہ دوم

شوہر کو تفویض طلاق کے بعد اس تفویض سے رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا بلکہ تفویض طلاق کے بعد عورت طلاق کی مالک ہو جاتی ہے اس لئے شرائط میں مرد کو غور و خوض اور اہل علم و فہم سے مشورہ کر لینا ضروری ہے ورنہ بعد میں پریشانی و پشیمانی ہوگی۔

لما فی العالمگیریۃ ولیس للزوج ان یرجع فی ذلک ولا ینہاھا عما جعل الیہا ولا یفسخہ کذا فی الجوھرۃ (عالمگیری ص۵۷ ج۲)۔

وفی الدر المختار من فصل المشیۃ کتاب الطلاق ولا یملک الزوج الرجوع عنہ ای عن التفویض بانواعہ الثلاثۃ لما فیہ من معنی التعلیق قال الشامی قولہ الثلاثۃ ای التخییر والامر بالید والمشیۃ اھ۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

تکملہ

عوام کی سہولت کے لئے ہم نے تمام امور گذشتہ کی رعایت کر کے تفویض طلاق کے متعلق کابین نامہ کا ایک مضمون بھی لکھ دیا ہے جس پر نکاح سے قبل دستخط ہو جائیں شرعاً معتبر ہے یہ مضمون تو بعینہ رکھا جاوے اور شرائط جو فریقین میں طے ہو جائیں وہ اس کے بعد درج کر لیں۔

ع مرد کے حق میں ایک مفید بات یہ ہے کہ مہر معاف کرنے کی شرط لگا لے۔ اگر یہ شرط طے ہو جائے تو اس کو بڑھانے کا موقع یہ ہے کہ کابین نامہ میں جو یہ جملہ ہے۔ "اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کرنے" اس سے پیشتر یہ لفظ لکھے جاویں "مہر معاف کر کے اپنے اوپر الخ"۔

فی البحر الرائق (ص۳۱۹ جلد ۳) قال لہا امرک ثلاث تطلیقات بیدک ان ابرأتنی عن مہرک (الی قولہ) ان قدمت الابراء وقع وان لم تبرئ عن المہر لا یقع لان التوکیل کان بشرط الابراء اھ ۱۲ منہ

کابین نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد منکہ پسر قوم ساکن
ضلع کا ہوں میرا نکاح مسماۃ دختر قوم
ساکن ضلع کے ساتھ شرائط ذیل پر بعوض مہر روپیہ
سکہ رائج الوقت کے قرار پایا ہے لہذا میں بدرستی ہوش و حواس بلا کسی جبر و اکراہ کے مندرجہ
ذیل اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں اور در صورت عدم پابندی مسماۃ موصوفہ بالا
کے لئے رہائی کی صورت ہو سکے پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے میں
شرائط مندرجہ ذیل کا پابند رہوں گا اور بغرض اطمینان لکھتا ہوں کہ اگر میں مسماۃ مذکورہ سے نکاح
کروں اور نکاح کرنے کے بعد شرائط ذیل میں سے کسی شرط کے خلاف کروں تو اس کے بعد
مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اسی وقت یا پھر کسی وقت چاہے تو اپنے اوپر ایک طلاق بائنہ واقع
کر کے اس نکاح سے الگ ہو جاوے شرائط یہ ہیں[۵]۔

اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا اور لکھوا کر دیکھنے کے بعد آج بتاریخ ماہ سنہ
دستخط نشان انگشت کرتا ہوں

العبد گواہ شد گواہ شد

اس کابین نامہ میں تو محض اس کی رعایت کی گئی ہے کہ شرعاً جائز اور معتبر ہو جاوے لیکن اس کی رو سے
ایک مرتبہ شرط کے خلاف ورزی ہونے کے بعد عورت کو ایک طلاق کا مطلق اختیار مل جاوے گا اور
ضروری مشورہ کے عنوان سے ہم پیشتر لکھ چکے ہیں کہ عورت کو مطلقاً اختیار دیدینا مناسب نہیں ہے اسواسطے
ایک دوسرا مضمون بھی لکھا جاتا ہے تاکہ جو شخص اس ضروری مشورہ پر عمل کرنا چاہے وہ اس طرح کابین نامہ لکھوالے

۵ شرائط طے کرتے وقت تجربہ کار اہل فہم سے مشورہ مناسب ہے و نیز وکلاء سے یہ مشورہ بھی کہ قانوناً یہ شرائط معتبر ہیں یا نہ

کابین نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد منکہ پسر قوم ساکن ضلع
کا ہوں میرا نکاح مسماۃ دختر قوم ساکن ضلع
کے ساتھ شرائط ذیل پر بعوض مہر روپے سکہ رائج الوقت کے قرار پایا ہے لہذا میں بدرستی ہوش و حواس
بلا کسی جبر و اکراہ کے مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں اور در صورت عدم پابندی مسماۃ
مذکورہ کے لئے رہائی کی صورت ہو سکے پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے میں شرائط مندرجہ ذیل کا
پابند رہوں گا اور بغرض اطمینان لکھ دیتا ہوں کہ اگر میں مسماۃ مذکورہ سے نکاح کروں تو نکاح کرنے کے بعد جب کبھی اُس کو
اُس نکاح میں رکھتے ہوئے شرائط ذیل میں سے کسی شرط کے خلاف کروں اور اُس خلاف شرط ہونے کو عہ

اشخاص میں سے کم از کم دو آدمی تسلیم کرلیں تو اس کے بعد مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اُسی وقت یا خلاف شرط تسلیم ہو جانے
سے ایک ماہ تک پھر کسی وقت چاہے تو اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کرکے اس نکاح سے الگ ہو جاوے اور جب کبھی کسی
شرط کا خلاف وقوع پذیر ہو ہر بار ایک ایک ماہ کے لئے اختیار حاصل ہوتا رہے گا مگر یہ اختیار ایک ہی نکاح تک محدود ہے اگر کسی
طرح فرقت اور علیحدگی کے بعد نکاح کا اعادہ ہو تو اُس کے بعد یہ اختیار اور شرائط نہیں بلکہ اُس وقت جو کچھ دوبارہ طے ہو جاوے
اُس کے موافق عملدرآمد ہوگا۔ شرائط یہ ہیں لعہ

اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا اور لکھوا کر سنانے کے بعد آج بتاریخ ماہ سنہ دستخط کرتا ہوں
العبد گواہ شد گواہ شد

دونوں کابین ناموں میں فرق

یہ ہے کہ پہلے کابین نامہ لکھنے کے بعد ایک مرتبہ کسی شرط کے خلاف عملدرآمد کرنے سے عورت کو ہمیشہ کے لئے اختیار ملجاویگا
جس کا خلاف مصلحت ہونا ضروری مشورہ میں گذر چکا اور دوسرا کابین نامہ لکھنے کے بعد ایک مرتبہ خلاف ورزی سے صرف
ایک ماہ کے لئے اختیار ملے گا اور پھر اگر کبھی کسی شرط کی خلاف ورزی ہوئی تو پھر مکرر اختیار ایک ماہ کے لئے ملجاوے گا اور ہر مرتبہ
خلاف کرنے سے اسی طرح اختیار ملتا رہے گا مگر اس امر میں ہر دو کابین نامہ مشترک ہیں کہ ایک مرتبہ عورت بائنہ ہو جائے تو اُس کے
بعد دوبارہ نکاح ہونے پر خلاف شرط کے وقوع سے اختیار حاصل نہ ہوگا۔

عہ مناسب ہے کہ اس جگہ کم از کم دس آدمیوں کے نام تراضی طرفین سے متعین کرکے لکھدیے جائیں کیونکہ دو چار کا نام لکھنے میں ممکن ہے کہ بوقت ضرورت اُن میں سے کوئی بھی موجود نہ رہے اور زیادہ آدمیوں میں یہ احتمال بعید ہے ۱۲ منہ عہ زیادہ احتیاط درکار ہو تو تسلیم کرلیں کے بعد یہ جملہ بھی لکھدیا جاوے (اور وہ دونوں صاحب عورت کے لئے علیحدگی کو مناسب بھی قرار دیں) ۱۲ منہ
عہ اس صورت میں ہر مرتبہ خلاف شرط کرنے سے عورت کو مکرر اختیار حاصل ہوتا رہے گا مگر ہر مرتبہ صرف ایک ماہ تک باقی رہے گا ۱۲ منہ لعہ جو شرائط طے ہوں اُن اہل فہم اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ کرنا مناسب ہے نیز وکلا سے بھی کہ یہ شرائط قانون میں معتبر ہیں یا نہیں اور کابین نامہ کی رجسٹری ہو جائے تو بہتر ہے ۱۲ منہ

جزو دوم

تفریق بین الزوجین بحکم حاکم

مشتمل بر چند مسائل ضروریہ

حکم زوجہ عنین۔ وزوجہ مجنون۔ وزوجہ مفقود۔ وزوجہ حاضر متعنت۔ وزوجہ غائب غیر مفقود

(اول از فقہ حنفی وبقیہ از فقہ مالکی)

مقدمہ

دربیان حکم قضائے قاضی در ہندوستان و دیگر ممالک غیر اسلامیہ

اس جزو دوم کے تمام مسائل میں قضائے قاضی شرط ہے یعنی عورت یا اُس کے اولیا طلاق یا فسخ نکاح میں خود مختار نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کریں اور قاضی باضابطہ تحقیق شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ کرنے کے بعد حکم کرے اس کے بغیر ان مسائل میں سے کسی مسئلہ میں بھی فسخ و تفریق نہیں ہو سکتی +

فائدہ دافعۃ لشبہۃ فی اشتراط القضاء اعلم انہ قد استدل بعض اھل العلم من اقراننا بما ورد فی قضاء تنقیح الحامدیۃ (ص۳۰۲ ج۱) من قولہ لان الفتوی الفقیہ الجاھل بمنزلۃ حکم القاضی المولی او حکم المحکم الخ علی ان

عہ زوجہ عنین کے متعلق اصل حکم تفریق کا اور اُس کی تمام شرائط و تفاصیل فقہ حنفی کے مسائل ہیں۔ اور جس جگہ قاضی شرعی موجود نہ ہو وہاں تفریق کرنے کے لئے جماعت مسلمین کو قاضی کے قائم مقام کرنا یہ حکم فقہ مالکی سے لیا گیا ہے مگر اصل حکم کی رعایت سے مجبوبہ کو فقہ حنفی کا مسئلہ قرار دیدیا گیا اور مجنون وغیرہ کے مسائل میں بھی بعض جزئیات فقہ حنفی کے مطابق ہیں لیکن اکثر مسائل فقہ مالکی سے ماخوذ ہونے کے سبب کل کو فقہ مالکی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے ۱۲ منہ عہ ان کے علاوہ بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جو قضائے قاضی کی محتاج نہیں بلکہ اُن میں خود بخود نکاح سے علیحدگی ہو جاتی ہے اُن میں سے دو صورتیں تو رسالہ ہذا کے ضمیمہ حکم للازدواج میں مفصل لکھی گئی ہیں۔ ایک ارتداد شوہر۔ دوسرے اسلام احد الزوجین۔ لہذا ضمیمہ موصوفہ کو ضرور ملاحظہ کیا جاوے اور فرقت کی سب صورتیں ایک نظم میں صاحب نہر نے جمع کر دی ہیں وہ نظم اس رسالہ حیلۂ ناجزہ کے تتمہ میں درج ہے ۱۲ منہ

المسائل التی یشترط فیها القضاء من خیار الفسخ بالبلوغ وعدم الکفاءة وغیرها یکفی فیها فتوی المفتی ویقوم مقام القضاء۔ فانه یستفاد من ظاهره ان فتوی الفقیه یقوم مقام قضاء القاضی فی عامة القضایا۔ وانت تعلم انه لو کان کذلك لتعطلت ابواب القضاء قاطبة ولم یبق لاشتراط القضاء فی کثیر من الاحکام معنیً ولم یتحقق فی احکام القضاء والدیانة فرق فانه حکم الدیانة هو الفتوی کما لا یخفی علی من له ادنی مسکة بالفن فتبین ان اجراء هذا القول علی العموم هدم لشطر من ابواب الفقه وحینئذ فلا یُظَنُّ بمن له ادنی مناسبة بالفقه ان یتخذ هذه المقالة عقبة یلجأ الیها للتخلص عن مضایق القضاء فالحق الحقیق الذی لا یجوز الحید عنه۔ ان الفتوی درجتها درجة الرأی والاجتهاد فیلزم الجاهل العمل بالفتوی فیما یلزم صاحب الرأی والاجتهاد العمل برأیه واجتهاده فیه ولیست الفتوی بمنزلة القضاء لان القضاء له ارکان منها الحاکم وقد صرح الفقهاء بحصره فی الوالی والقاضی والمحکم فلا یجوز للجاهل العمل بالفتوی فیما لا یجوز لصاحب الرأی العمل برأیه بدون القضاء فافهم وحینئذ یجب تاویل القول المذکور المروی بصیغة التمریض وتوجیهه بما لا یخالف القواعد وان لم یسعه التاویل وجب رده **فنقول** فی توجیه العبارة وعلی الله التوکل وبه الثقة ان المغالطة انما نشأت من عدم النظر الی السیاق والسیاق ومن راجع اصل الکتاب وامعن النظر فی سیاقها وسباقها لم یشك فی ان غرضه منها بیان مسئلة جزئیة لا عموم لها ولهذا رأینا ان نجمع بعض عبارات الکتب الفقهیة التی وردت فیها امثال هذه العبارات لیستجلی لك جلیة الامر وحقیقته۔

(۱) ففی کتاب الدعوی من الخانیة (فصل فیما یقضی فی المجتهدات ص۱۱۱ جلد۳) وقد روی عن اصحابنا ما هو اوسع من هذا وذلك لما روی عنهم انه لو استفتی صاحب الحادثة عن هذا فقیهاً عدلاً من اهل الفتوی فافتاه ببطلان الیمین وسعه ان یأخذ بفتواه یمسك المرأة وعنهم ان صاحب الحادثة لو استفتی فقیهاً فافتاه ببطلان الیمین وسعه ان یمسکها فان تزوج اخری بعدها وقد کان حلف بتطلیق کل امرأة یتزوجها فاستفتی فقیهاً آخر مثل الاول فافتاه بصحة الیمین ووقوع الطلاق المضاف علیها فانه یفارق الثانیة ویمسك الاولی لان فتوی الفقیه للجاهل بمنزلة

حکم القاضی المولی او حکم الحکم انتہی۔

(۲) وفی الدر المختار من تعلیق الطلاق فی مطلب فسخ الیمین المضافۃ ما نصہ وفی المجتبی عن محمد رح فی المضافۃ لا یقع وبہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وھو قول الشافعی رح والحنفی تقلیدہ بفسخ قاض بل محکم بل افتاء عدل وبفتوتین فی حادثتین انتہی۔

(۳) قال العلامۃ الشافعی علی الدر وفی البحر عن البزازیۃ وعن اصحابنا ما ھو اوسع من ذلک وھو انہ لو استفتی فقیھا عدلا فافتاہ ببطلان الیمین حل لہ العمل بفتواہ وامساکھا (شامی ص۶۸۳ جلد ۲)۔

(۴) وفی تنقیح الحامدیۃ رجل حلف بطلاق امرأۃ ان تزوجھا فتزوجھا وحکما رجلا لیحکم بینھما فی الطلاق المضاف فحکم ببطلان الیمین اختلف المشائخ فیہ (الی قولہ) وذکر شمس الائمۃ الحلوانی ان حکم المحکم فی المجتہدات نحو الکنایات والطلاق المضاف جائز فی ظاھر المذھب عن اصحابنا قال الا ان ھذا مما یعلم ولا یفتی (الی قولہ) وقد روی عن اصحابنا رح ما ھو اوسع من ھذا وذلک انہ روی عنھم انہ لو استفتی صاحب الحادثۃ عن ھذا فقیھا فافتاہ ببطلان الیمین وسعہ ان یمسکھا (الی قولہ) لان فتوی الفقیہ للجاھل بمنزلۃ حکم القاضی المولی او حکم المحکم (تنقیح الحامدیہ صفحہ ۳۰۲ جلد ۱) ففی ھذہ العبارات قرائن مفیدۃ ترشد الطالب الی ما اقانا۔ منھا انھم کلھم اوردوا ھذہ الجملۃ فی فسخ الیمین المضافۃ وتحقیق حکمہ لا مطلقا ولو کان ضابطۃ کلیۃ تعم الحوادث والقضایا عامۃ لاوردوھا واستعملوھا فی سائر الابواب وعامۃ القضا۔ ومنھا انھم قیدوہ بالجاھل ولو کان الفتوی بمنزلۃ القضاء فی سائر الاحکام لما کان لھذا القید معنی فان القضاء کما ینفذ علی الجاھل کذلک ینفذ علی العالم والمجتہد۔ فغرضھم منہ لیس الا جواز العمل للعامی علی مذھب الغیر بفتوی المفتی کما انہ یحل لہ العمل علیہ بقضاء القاضی غیر ان المفتی اذا افتی بمذھب الغیر فی حادثۃ فان کان الحکم فی ذلک المذھب غیر مشروط بالقضاء کفی للعامی العمل علیہ بمحض الفتوی من دون ان یحتاج الی قضاء القاضی کما فی مسئلتنا فسخ الیمین المضافۃ وجواز الرجعۃ فی کنایات الطلاق فانہ عند الشافعی رح لیس بمشروط بالقضاء فاذا

ط صوابہ بفتویین بیاءین کما نبہ علیہ الشامی ۱۲ منہ *

افتی مفتٍ باخذ مذهب الشافعی رح فی هذه المسائل حل للعامی العمل علیه بمجرد الفتوی فکان الفتوی فی امثال هذه الاحکام مثل القضاء حیث یحل به للعامی العمل بمذهب الغیر وهو المراد بقولهم ان فتوی الفقیه للجاهل بمنزلة حکم القاضی المولی الخ یعنی فی امثال هذه المسئلة من المجتهدات مما لا یشترط فیه القضاء۔ واما ان کان الحکم فی ذلک المذهب مشروطا بالقضاء کما فی المسئلة المفاقید والغیب والمتعنتین فی النفقة وامثالهم فلو افتی مفت فی امثالها بمذهب الغیر لم یجز للعامی العمل علیه الا بالاستجماع شرائط ذلک المذهب ومنها قضاء القاضی۔

ویؤید ما قلنا ما فی الفتاوی المهدویة لمولانا الشیخ محمد العباسی الحنفی مفتی الدیار المصریة حیث قال قولهم ان فتوی الفقیه للجاهل بمنزلة حکم القاضی المولی او حکم المحکم ذلک معناه ان الفتوی بمنزلة ما ذکر فی ایجاب العمل بها فی حق المستفتی نفسه بدلیل قولهم فی عبارة اخری ان قول المفتی فی حق الجاهل بمنزلة رأیه و اجتهاده وتصریحهم فیها ان ذا الرأی یتبع رأی القاضی اذا قضی له او علیه بخلاف رأیه۔ (ثم ساق کلام شمس الائمة الذی قدمناه من تنقیح الحامدیة الی ان قال) فقوله فیها وسعه ان یمسکها دلیل علی کون ذلک الحکم دیانة الخ (فتاوی مهدویه کتاب الطلاق مطلب من طلق زوجته بالحرام ثم راجعها ص۲۲۳ و ص۲۲۵ ج ۱) هذا ما سنح لنا والله سبحانه اعلم۔

قلت وبهذا التنقیح جواب ما فی بحث رؤیة الهلال من عمدة الرعایة علی شرح الوقایة ما نصه والعالم الثقة فی بلدة لا حاکم فیها قائم مقامه (یعنی القاضی) فانه ایضا مختص بمورد کلامه یعنی فی فصل رؤیة الهلال التی لا یشترط فیها القضاء لا عامة القضایا کما لا یخفی علی المتدرب هذا هو الصواب وبید الله الامر والیه المآب فی کل باب

اور ہندوستان میں بحالت موجودہ چونکہ عام طور پر قاضی شرعی کا وجود نہیں اس لئے ان مسائل کے بیان کرنے سے پہلے ایسی صورتیں ذکر کی جاتی ہیں جو ہندوستان میں میسر ہو سکتی ہیں۔

ہندوستان کی جن ریاستوں میں قاضی شرعی موجود ہیں وہاں تو معاملہ سہل ہے اور گورنمنٹ کی علاقوں میں جہاں قاضی شرعی نہیں اُن میں وہ حکام جج مجسٹریٹ وغیرہ جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور شرعی قاعدہ کے موافق فیصلہ کریں

موجودہ جج مجسٹریٹ وغیرہ کا فیصلہ کن اختیار رکھنا

تو اُن کا حکم بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔ لما فی الدر المختار ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ لیکن اگر کسی جگہ فیصلہ کنندہ حاکم غیر مسلم ہو تو اُس کا فیصلہ بالکل غیر معتبر ہے اُس کے حکم سے فسخ وغیرہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لان الکافر لیس باھل القضاء علی المسلم کما ھو مصرح فی جمیع کتب الفقہ حتی کہ اگر رُوداد مقدمہ غیر مسلم مرتب کرے اور مسلمان حاکم فیصلہ کرے یا بالعکس تب بھی فیصلہ نافذ نہ ہوگا اسی طرح اگر عنین وغیرہ کو مہلت تو مسلمان حاکم نے دی لیکن تفریق سے قبل دوسرا غیر مسلم حاکم آگیا اور اُس نے تفریق کردی یا بالعکس تو وہ تفریق صحیح نہ ہوگی کیونکہ جس طرح فیصلہ کے لئے اہلیت قضا شرط ہے اور نااہل کا فیصلہ غیر معتبر ہے اسیطرح نااہل کے سامنے شہادت بھی ناکافی ہے اور ضروری ہے کہ جو قاضی فیصلہ کرے یا تو اُسی کے سامنے شہادت ہو یا کوئی دوسرا قاضی جس کے سامنے شہادت گذری ہے وہ باضابطہ (یعنی کتاب القاضی کے جو شرائط ہیں اُن کے موافق) قلم بند کرکے فیصلہ کنندہ قاضی کے پاس حسب شرائط پہنچادے ان دو صورتوں کے علاوہ قاضی کو فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے جیساکہ جزئیات مرقومۃ الذیل سے واضح ہوتا ہے۔

فی البحر الرائق (ص ۲ ج ۷) ولو جاء المدعی من القاضی برسول ثقۃ مامون عدل الی قاض آخر لا یقبل لانہ لا یزید علی ان یأتی القاضی بنفسہ ویخبر وھو غیر ولایتہ کواحد من الرعایۃ بخلاف کتابہ لانہ کالخطاب من مجلس قضائہ اھ وفیہ ایضاً عن السراج الوھاج ولو شھد شھود بحق ثم مات القاضی المشھود عندہ وولی قاض آخر لم ینفذ تلک الشھادۃ حتی تعاد اھ (ص ۲ ج ۷)۔ اور نائب قاضی اگر رودادمرتب کرے تو اُس میں تفصیل ہے۔ کما فیہ ایضاً (ص ۲ ج ۷) ما نصہ للصدر الشھید النائب یقضی بما شھدوا عند الاصل وکذا الاصل یقضی بما شھد واعند النائب اھ الی ان قال بعد نقل جزئیات تخالف بعضھا بعضا) فالحاصل ان القاضی اذا ولی الخلیفۃ القضاء عمل بقولہ وان ولاہ سماع الدعوی والشھادۃ فقط لا یعمل بقولہ فلا تناقض کما لا یخفی الخ۔

اور اگر فیصلہ کسی جماعت کے سپرد کیا جاوے جیساکہ بعض مرتبہ ججوں کی جوری کے سپرد ہوجاتا ہے یا پنچ میں پیش ہوتا ہے یا چند اشخاص کی کمیٹی کے سپرد کردیا جاتا ہے تو اس صورت میں اُن سب ارکان کا مسلمان ہونا شرط ہے کوئی غیر مسلم جج اور مجسٹریٹ اور ممبر بھی اُس کا رکن ہو تو شرعاً اُس جماعت کا فیصلہ کسی طرح معتبر نہیں ایسے فیصلہ سے تفریق وغیرہ ہرگز صحیح نہ ہوگی۔

اور جس جگہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ لیجانے کا قانوناً اختیار نہ ہو یا مسلمان حاکم قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو اس صورت میں فقہ حنفی کے مطابق تو عورت کی علیحدگی کیلئے بغیر خاوند کی طلاق وغیرہ کے کوئی صورت نہیں[ع] اور حتی الوسع لازم ہے کہ خلع وغیرہ کی کوشش کرے۔

لیکن

اگر خاوند کسی طرح نہ مانے یا بوجہ مجنون یا لاپتہ ہونے کے اس سے خلع وغیرہ ممکن نہ ہو اور عورت کو صبر کی ہمت نہ ہو تو مجبوراً مذہب مالکیہ کے مطابق دیندار مسلمانوں کی پنچایت میں معاملہ پیش کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ مالکیہ کے مذہب میں قاضی وغیرہ نہ ہونے کی حالت میں یہ صورت بھی جائز ہے کہ محلہ کے دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت جن کا عدد کم از کم تین ہو پنچایت کرے اور واقعہ کی تحقیق کرکے شریعت کے موافق حکم کردے تو یہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔ صرح بذلک العلامۃ الصالح التونسی مفتی المالکیۃ فی المسجد النبوی بالمدینۃ المنورۃ فی فتواہ الملحقۃ بھذہ الرسالۃ فی الروایۃ السابعۃ عشر۔

اور ضرورت شدیدہ اور ابتلائے عام کے وقت حنفیہ کے نزدیک دوسرے ائمہ کے مذہب کو اختیار کرکے اس پر فتویٰ دیدینا بھی جائز ہے لیکن عوام کو خود اپنی رائے سے جس مسئلہ میں چاہیں ایسا کرلینے کی اجازت نہیں بلکہ بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ وذلک لما صرح بہ العلامۃ الشامی فی رسالتہ شرح المنظومۃ فی رسم المفتی وقد مر نصہ فی تمہید ھذہ الرسالۃ۔

اور اس زمانہ میں احتیاط اس طرح ہوسکتی ہے کہ جب تک محقق و متدین علمائے کرام میں سے متعدد حضرات کسی مسئلہ میں ضرورت کا تحقق تسلیم کرکے دوسرے امام کے مذہب پر فتوے نہ دیں اس وقت تک ہرگز اپنے امام کے مذہب کو نہ چھوڑے کیونکہ مذہب غیر کو لینے کے لئے یہ شرط ہے کہ اتباع ہوی کی بناء پر نہ ہو بلکہ ضرورت داعیہ کی وجہ سے ہو اور ضرورت وہی معتبر ہے جس کو علمائے

ع مگر یہ صورت طلاق وغیرہ کی جب ہوسکتی ہے جب کہ خاوند عاقل بالغ ہو اور مفقود نہ ہو کیونکہ مجنون و نابالغ سے طلاق وغیرہ صحیح نہیں اور مفقود سے ان کی تحصیل متصور ہی نہیں ۱۲ منہ

ط اما التحکیم ففی بعض مسائل الباب لا یصح اصلاً وفی البعض یصح ولکن لا یفتی بہ لما قال صاحب الھدایۃ وغیرہ من ان لا یفتی بہ فی النکاح والطلاق وغیرھما لکیلا یتجاسر العوام فلذا ترکناہ ۱۲ منہ

س پنچایت کے متعلق فائدہ ۴ جو عنقریب آتا ہے اس کے بعد ہر سہ تنبیہات کا ملاحظہ ضروری ہے ۱۲ منہ

اہل بصیرت ضرورت سمجھیں نیز یہ بھی ضروری ہے کہ فتویٰ دینے والا ایسا شخص ہو جس نے کسی ماہر استاد سے فن کو حاصل کیا ہو اور اہل بصیرت اُس کو فقہ میں مہارت تامہ حاصل ہونے پر شہادت دیتے ہوں۔ لما قال الشامی فی عقود رسم المفتی فان المتقدمین شرطوا فی المفتی الاجتہاد وھذا مفقود فی زماننا فلا اقل من ان یشترط فیہ معرفۃ المسائل بشروطہا وقیودھا التی کثیرا ما یسقطونہا والا یصرحون بہا اعتماد اعلی فہم المتفقہ وکذا لابد من معرفۃ عرف زمانہ واحوال اہلہ والتخریج فی ذلک علی استاذ ماہر الخ (ص ۳۶)۔

یعنی متقدمین نے مفتی ہونے کے لئے اجتہاد کی شرط لگائی ہے اور یہ اس زمانہ میں مفقود ہے پس کم از کم اس میں یہ شرط تو ضرور رہے گی کہ مسائل سے اُن کی شروط وقیود سمیت واقف ہو جن کو فقہاء اکثر چھوڑ دیتے ہیں اور اہل فن کے فہم پر بھروسہ کی وجہ سے بالتصریح بیان نہیں کرتے اور اسی طرح مفتی کے واسطے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے زمانہ کے عرف اور اہل زمانہ کے احوال سے بخوبی واقف ہو اور کسی ماہر استاد سے فتویٰ دینے کا طریقہ بھی حاصل کیا ہو (الی آخرہ) اور اس زمانہ پُرفتن میں یہ دونوں باتیں جمع ہونا یعنی کسی ایک شخص میں تدین کامل و مہارت تامہ کا اجتماع نایاب ہے۔ اس لئے اس زمانہ میں اطمینان کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ کم از کم دو چار محقق علمائے دین کسی امر میں ضرورت[۵] کو تسلیم کر کے مذہب غیر پر فتویٰ دیں بدون اس کے اس زمانہ میں اگر اقوال ضعیفہ اور مذہب غیر[۵] کو لینے کی اجازت دیجاوے تو اُس کا لازمی نتیجہ ہدم مذہب ہے۔ کما لا یخفی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

فائدۂ مہمہ

علامہ شامی رح نے اپنے رسالہ شفاء العلیل میں استیجار علی التلاوۃ کی ممانعت پر دلائل قائم

---

[۵] اسی لئے جب ہم نے اس رسالہ میں چند مسائل مذہب مالکیہ سے لینے کی ضرورت سمجھی تو صرف اپنی رائے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مسودہ تیار کر کے حضرات علماء دیوبند و سہارنپور کی خدمت میں بغرض استصواب بھیجا گیا اُن حضرات نے جس اہتمام کے ساتھ جمع ہو کر اس پر نظر غائر فرمائی ہے ایسا اتفاق شاید ہی کسی مسئلہ میں پیش آیا ہو یہاں تک اس اہم کام کی وجہ سے ان حضرات نے چند بار اپنے اور مدرسہ کے مشاغل ضروریہ کا حرج کثیر بھی گوارا فرمایا آخر کار کئی مرتبہ باہمی مراجعت کے بعد جب سب حضرات نے بالاتفاق تصدیق فرمائی تب اس کو شائع کیا گیا ۱۲ منہ۔

[۵] ایک امر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر کسی جگہ مالکی قاضی بھی ہو یا جہاں بالکل قاضی نہیں اگر وہاں مالکی لوگوں کی پنچایت ہو تو حنفی قاضی اور حنفی پنچایت کی طرف رجوع نہ کیا جاوے اور اگر کوئی رجوع کرے تو اُن کو مالکی مذہب پر فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ مالکی قاضی یا مالکی پنچایت میں معاملہ بھیجدیا جاوے ۱۲ منہ +

کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے۔

قلت فثبت بما قلناہ عدم جواز الاستیجار علی الحج کغیرہ من الطاعات سوی ما مر وممن صرح بذلک صاحب الھدایۃ والکنز والمجمع والمختار والوقایۃ وغیرھم نصوا علی ذلک فی کتاب الاجارۃ ثم استثنوا تعلیم القرآن من الطاعات و بعضھم استثنی ایضا تعلیم الفقہ والامامۃ والاذان والاقامۃ کما علمت ذلک مما نقلناہ عن المتون وغیرھا وھذا من اقوی الادلۃ علی ما قلنا من ان ما افتوا بہ لیس عاما فی کل طاعۃ بل ھو خاص بما نصوا علیہ مما وجد فیہ علۃ الضرورۃ والاحتیاج فان الاستثناء من ادوات العموم کما تقرر فی الاصول وحیث نصوا علی ان مذھب ائمتنا الثلثۃ المنع مطلقا مع وضوح الادلۃ علیہ واستثنی بعض المشائخ اشیاء وعللوا ذلک بالضرورۃ المسوغۃ لمخالفۃ اصل المذھب کیف یسوغ للمقلد طرد ذلک والخروج عن المذھب بالکلیۃ من غیر حاجۃ ضروریۃ۔ علی ان لو ادعی احد الحاق ما فیہ ضرورۃ غیر ما نصوا علیہ بہ فلنا ان نمنعہ وان وجدت فیہ العلۃ الا ان یکون من اھل القیاس فقد نص ابن نجیم فی بعض رسائلہ علی ان القیاس بعد الاربعمائۃ منقطع فلیس لاحد ان یقیس مسئلۃ علی مسئلۃ فما بالک بالخروج عن المذھب فعلی المقلد اتباع المنقول ولھذا لم نر احدا قال بجواز الاستیجار علی الحج بناء علی ما افتی بہ المتأخرون (صفحہ ۱۶۳ ج ۱) اس میں من غیر حاجۃ ضروریۃ تک سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت دوسرے مذہب پر عمل جائز ہے اور اس ضرورت میں یہ قید نہیں کہ اس کا تحقق کب ہو بلکہ علی الاطلاق ضرورت کا لفظ استعمال کیا ہے جو عام ہے ہر ضرورت کو خواہ وہ کسی زمانہ میں پیدا ہوئی ہو جیسا کہ علامہ نے عقود رسم المفتی میں بھی ضرورت کو عام رکھا ہے بلکہ اس میں صفحہ ۴۵ پر فھذہ کلھا قد تغیرت احکامھا لتغیر الزمان اما للضرورۃ واما للعرف واما للقرائن الاحوال الخ کے بعد جو تحریر فرمایا ہے (فان قلت) العرف یتغیر مرۃ بعد مرۃ فلو حدث عرف اخر لم یقع فی الزمان السابق فھل یسوغ للمفتی مخالفۃ المنصوص واتباع العرف الحادث (قلت) نعم فان المتأخرین لم یخالفوا الا لحدوث عرف بعد زمن الامام فللمفتی اتباع عرفہ الحادث فی الالفاظ العرفیۃ وکذا فی الاحکام التی بناھا المجتھد علی ما کان فی عرف زمانہ وتغیر عرفہ الی عرف اخر اقتداء بھم لکن بعد ان یکون المفتی ممن لہ رأی

صحیح ومعرفۃ بقواعد الشرع حتی یمیز بین العرف الذی یجوز بناء الاحکام علیہ وبین غیرہ فان المتقدمین شرطوا فی المفتی الاجتہاد وھذا مفقود فی زماننا فلا اقل من ان یشترط فیہ معرفۃ المسائل (الی آخر ما مر)۔

اس میں تصریح ہے کہ اس زمانہ میں بھی تغیر زمان ضرورت جدیدہ کی وجہ سے ہو جاوے تو اہل فتویٰ کو مذہب غیر پر فتویٰ دینا جائز ہے۔

مگر علی انہ لو ادعی احد الخ سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ افتاء بمذہب الغیر مخصوص تھا زمانۂ اجتہاد کے ساتھ جو چوتھی صدی پر ختم ہو چکا پس چوتھی صدی کے بعد خواہ کیسی ہی ضرورت شدیدہ اور حالت اضطرار پیش آجاوے مگر جس مسئلہ میں زمانہ اجتہاد کے مشائخ نے مذہب غیر کو اختیار نہیں فرمایا اُس مسئلہ میں بعد کے علماء کو مذہب غیر پر فتویٰ دینا جائز نہیں مقصود ان حضرات مستدلین کا یہ ہے کہ اس رسالہ میں جو مذہب مالکیہ کے مسائل لکھے گئے ہیں اُن میں اکثر مسائل ایسے ہیں جن کو زمانہ مذکورہ میں کسی حنفی مجتہد نے نہیں لیا اس واسطے ہم کو ان پر فتویٰ دینے کا اختیار نہیں ہے سو اسکا جواب

اولاً تو یہ ہے کہ جب خود علامہ موصوف ہر زمانہ میں اس کے جواز کی تصریح فرما چکے (جیسا کہ عبارت مذکورہ بالا از عقود رسم المفتی سے واضح ہے) اور قاعدہ ہے الحکم المذکور فی باب اولیٰ من المذکور فی غیر بابہ تو پھر اگر اس عبارت مبحوث فیہا سے عدم جواز بھی ثابت ہو جائے تب بھی قابل تسلیم نہیں۔

ثانیاً یہ کہ اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے مذہب غیر کو لے کر اُسی چیز کے جواز پر فتوے ہو سکتا ہے جس کا جواز مذہب غیر میں منصوص ہو غیر مجتہد کو یہ جائز نہیں کہ منصوص فی مذہب الغیر پر قیاس کر کے کسی ایسی چیز کا جواز ثابت کرے جو دوسرے[ع] مذہب میں منصوص نہ ہو اور پھر ضرورت کی وجہ سے اُس اپنے مستخرجہ جواز پر فتوے دے جیسا کہ بعض لوگوں نے علامہ شامی کے زمانہ میں ضرورت کا دعویٰ کر کے تلاوت قرآن علی القبر وغیرہ کی اجرت کو جائز کہا تھا قیاساً علی جواز تعلیم المنصوص فی مذہب الامام مالک والشافعی اور اس مقام پر علامہ کا اصل مقصود اسی قیاس فاسد کو رد کرنا ہے۔

حاصل رد یہ ہے کہ اولاً استیجار علی التلاوۃ کی ضرورت غیر مسلم جو خروج عن المذہب کو جائز کرنے والی ہے اور اگر بالفرض ہم اس کی ضرورت کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی جائز نہیں ہو سکتی

ع جیسا کہ خود اپنے مذہب کے مسائل پر قیاس کرنے کا حق نہیں ہے ۱۲ منہ

کیونکہ کسی مذہب میں بھی اس کا جواز منصوص نہیں اور تعلیم جو منصوص ہے اس پر اہل زمانہ کے لئے بوجہ غیر متجہد ہونے کے تلاوت کو قیاس کرنے کا حق نہیں ہے اگرچہ ایصال نفع بکتاب اللہ الی الغیر تلاوت میں بھی موجود ہے جو اصل مسئلہ یعنی رقیہ واردہ فی الحدیث کی علت ہے اور اسی علت کے سبب امام مالک و شافعی نے تعلیم قرآن کی اجرت کو جائز قرار دیا ہے اور اسی واسطے فلنا ان منعہ کے بعد وان وجدت فیہ العلۃ فرمایا ہے یعنی اگرچہ اصل مسئلہ منصوصہ فی مذہب کی علت بھی پائی جاوے۔ ورنہ اگر وہ مطلب ہوتا جو ان حضرات نے خیال فرمایا ہے تو اس کی جگہ وان مست الیہ الحاجۃ یا وان دعت الیہ ضرورۃ وغیرہ فرمانا مناسب تھا کیونکہ علت کی ضرورت قیاس المسئلۃ علی المسئلۃ میں ہے پس روح اس جواب ثانی کی یہ ہے کہ وان وجدت فیہ العلۃ میں علت سے مراد علۃ الحکم فی اصل المسئلۃ المنصوصۃ فی مذہب ہے نہ کہ علۃ الضرورۃ جس کی وجہ سے ان حضرات کو اشکال پیش آیا فافہم حق الفہم۔

آپ رہا یہ سوال کہ اس عبارت میں جب دونوں احتمال ہیں تو ان میں سے ایک کو متعین کیسے کہا جاوے اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ احتمال مستدل کو مضر ہوتا ہے ہم چونکہ اس عبارت سے استدلال نہیں کرتے اس لئے دوسرا احتمال بھی ہے تو ہم کو ضرر نہیں پہونچ سکتا بلکہ استدلال کرنے والے وہ حضرات ہیں جو مذہب غیر کا مسئلہ لینے کو محدود کرتے ہیں زمانہ خاص کے ساتھ پس ہم کو ایسا احتمال نکال دینا کافی ہے جس کی عبارت متحمل ہو اور یہ ثابت کرنا کہ اس کا صرف یہی ایک محل ہے یہ کام حضرات مستدلین کا ہے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جو توجیہ ہم نے کی ہے وہی متعین ہے اس لئے کہ اس کے بدون علامہ کا کلام صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ خود علامہ موصوف نے اپنے اس رسالہ شفاء العلیل و نیز رد المحتار میں تعلیم فقہ و امامت و اذان و اقامت و وعظ کی ملازمت کا جواز تسلیم کیا ہے حالانکہ زمانہ اجتہاد میں ان چیزوں پر تنخواہ کے جواز کا احناف میں کوئی قائل نہیں تھا جیسا کہ خود شفاء العلیل ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین یعنی تین صدی تک تو علمائے کرام بالاتفاق سب طاعات کی اجرت کو مطلقاً منع فرماتے تھے اور بعض متاخرین (یعنی تیسری صدی کے بعد والے مشائخ) نے تعلیم

لہ کما قال العلامۃ ایضاً فی رسائلہ (صفحہ ۱۷۴ و صفحہ ۱۷۵) واما الاستیجار علی التلاوۃ فلا یجوز فی مذہب من المذاہب الاسلامیۃ ولا دین من الادیان السماویۃ ولم ینقل عن احد من الائمۃ ۱۲ منہ +

قرآن کو مستثنیٰ فرمایا ہے اُن متاخرین میں فقیہ ابو اللیث سمرقندی بھی ہیں (جن کا انتقال ۳۷۳ھ میں یا اس کے بھی بعد ہوا ہے) اور امام فضلی نے بھی تعلیم قرآن پر اجارہ کو جائز اور اذان و امامت وغیرہ بقیہ طاعات پر ناجائز فرمایا ہے (امام فضلی کا سن وفات ۴۰۲ھ ہے)

الغرض یہ استثنار زمانۂ اجتہاد میں صرف تعلیم قرآن پر مقتصر رہا [illegible] شمس الائمہ سرخسی (متوفی ۵۰۰ھ) نے تصریح فرمائی ہے واجمعوا علی ان الاجارۃ [illegible] اور تعلیم قرآن کے علاوہ دوسری طاعات مثل تعلیم فقہ و اذان و امامت وغیرہ پر پانچویں صدی کے بعد والے فقہاء میں سے بعض نے وقتاً فوقتاً جواز کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ مائۃ سادسہ میں صاحب مجمع البحرین نے تو امامت و تعلیم فقہ کو تعلیم قرآن کے ساتھ ملحق کر دیا مگر صاحب ہدایہ (متوفی ۵۹۳ھ) و قاضیخان (متوفی ۵۹۲ھ) جیسے جلیل القدر اصحاب تخریج و ترجیح نے اُس وقت بھی محض تعلیم قرآن ہی کی تنخواہ کو جائز قرار دیا اس کے علاوہ بقیہ طاعات پر اجارہ کو بدستور ناجائز رکھا اور کنز جو متون متداولہ میں ایک ممتاز شان رکھتا ہے اُس میں باوجود ساتویں صدی ختم ہو جانے کے بھی جواز اجارہ کو محض تعلیم قرآن پر مقتصر رکھا (صاحب کنز کی وفات ۷۱۰ھ میں ہوئی ہے) مگر اس کے بعد اکثر اصحاب متون و شراح اور ارباب فتاویٰ نے تعلیم قرآن کے ساتھ تعلیم فقہ و امامت و اذان کو بھی ملحق کیا ہے جیسا کہ مختصر وقایہ[1] میں تعلیم قرآن کے ساتھ تعلیم فقہ ملحق ہے (صاحب مختصر وقایہ کی وفات ۷۴۷ھ میں ہوئی) اور صاحب ملتقی الابحر (متوفی ۹۵۶ھ) و صاحب درر البحار (متوفی ۸۸۵ھ) نے امامت کا اضافہ کر دیا ہے اور صاحب الاصلاح والایضاح (متوفی ۹۴۰ھ) نے فقہ کی اجرت کو جائز قرار دیا اور صاحب تنویر الابصار (متوفی ۱۰۰۴ھ) نے تعلیم قرآن و فقہ اور امامت کے ساتھ اذان کو بھی شامل کر دیا اور بعض فقہاء[2] نے اقامت و وعظ کا بھی اضافہ کر دیا۔

جب یہ سب تفصیل علامہ موصوف خود تحریر فرما رہے ہیں اور باایں ہمہ اُن چیزوں کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں جو چوتھی صدی سے بہت پیچھے دوسرے مذہب سے لی گئی ہیں اور خود ان فقہائے کرام کا باوجود مجتہد نہ ہونے اور زمانۂ اجتہاد ختم ہو جانے کے دوسری اشیاء کو ملحق کرنا اس کی بیّن دلیل ہے کہ علامہ شامی کے کلام کا یہ مطلب لینا صحیح نہیں ہو سکتا کہ چوتھی صدی کے بعد کسی دوسرے امام کا قول لینے کا اختیار نہیں بلکہ افتاء بمذہب الغیر ہر زمانہ میں جائز ہے بشرطیکہ سخت ضرورت

---

[1] خود وقایہ میں تعلیم فقہ کا لفظ بھی موجود ہے پس نہ معلوم علامہ نے وقایہ کی طرف کیوں منسوب نہیں فرمایا ۱۲ منہ

[2] هكذا ذكرهم العلامة بلا تسمية في رد المحتار ايضاً ۱۲ منہ

ہو کہ مذہب غیر لئے بدون کوئی تکلیف ناقابل برداشت پیش آجاوے۔ کما بینا لا من قبل ایضاً
ھذا اما سخ بالبال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

تنبیہات ضروریہ

(متعلق جماعت مسلمین)

تنبیہ اول فتاوی مالکیہ میں جماعۃ المسلمین العدول کے الفاظ ہیں اور عدل سے مراد وہ شخص ہے جو فاسق نہ ہو یعنی تمام کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہو اور صغائر پر بھی مصر نہ ہو اور اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہو تو فوراً توبہ کر لیتا ہو لہذا وہ شخص جو سود یا رشوت وغیرہ لیتا ہے یا داڑھی منڈواتا ہو یا جھوٹ بولتا ہو یا نماز روزہ کا پابند نہیں ہے وہ اس جماعت کا رکن نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مسئلہ مالکیہ سے لیا گیا ہے اس واسطے اس کی سب شرطیں مذہب مالکیہ سے لینا لازم ہے اور اُن کے نزدیک قاضی وغیرہ کے لئے عادل ہونا شرط ہے اس لئے غیر عادل کا حکم نافذ نہ ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک گو قاضی کا عادل ہونا شرط کے درجہ میں نہیں لیکن غیر عادل سے فیصلہ کرانا حرام ہے اس لئے انکے نزدیک بھی غیر عادل کو اس پنچایت کا رکن بنانا جائز نہیں۔ غرض پنچایت کا دیندار ہونا ضروری ہے اور اگر بدقسمتی سے کسی جگہ کے با اثر لوگ دیندار نہ ہو تو یہ تدبیر کر لی جاوے کہ وہ با اثر اشخاص چند دینداروں کو اختیار دیدیں تاکہ شرعاً فیصلہ کی نسبت دیندار جماعت کی طرف ہو اور با اثر اشخاص کی شرکت گو ضروری نہیں مگر اُن کے اثر سے کام میں سہولت ہوتی ہے اس طرح کام بھی بن جاوے گا اور اُن با اثر اشخاص کو ثواب بھی ملے گا۔

تنبیہ دوم اگر فیصلہ پنچایت کے سپرد کیا جاوے تو چونکہ عوام کی پنچایت کا کچھ اعتبار نہیں نہ معلوم کہاں کہاں قواعد شرعیہ کے خلاف کر بیٹھیں اس لئے اولاً تو یہ چاہئے کہ پنچایت کے ارکان سب اہل علم ہوں اور اگر یہ میسر نہ ہو تو کم از کم ایک عالم معاملہ شناس کو پنچایت میں اس طرح شریک کر لیں کہ اول سے آخر تک جو کچھ بھی کریں اُن سے پوچھ کر کریں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر بجز اُس کے پنچایت کا فیصلہ نافذ و معتبر ہونے کی کوئی صورت نہیں کہ معاملہ کی مکمل

ع ایک مطبوعہ رسالہ میں دیکھا کہ مذہب غیر پر عمل جب جائز ہے جب اندیشۂ ہلاکت ہو مگر کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا اور نہ دے سکتے ہیں ضرورت کی صحیح تفسیر وہی ہے جو ہم نے کی ہے یعنی تکلیف ناقابل برداشت چنانچہ خود اُس رسالہ میں بھی ایک جگہ تکلیف ناقابل برداشت کا لفظ استعمال کیا ہے ۱۲ منہ

جماعت مسلمین کی شرائط مرضیہ متعلقات

۲ ہونا شرط ارکان جماعت کا عادل ہونا

دوسری شرط ارکان جماعت کا عالم ہونا یا عالم سے مشورہ کرنا

روئداد دکھلا کر ہر ہر جزئی کے حکم کو معاملہ فہم علمائے محققین سے دریافت کر کے اُن کے فتویٰ کے موافق فیصلہ کیا جاوے اگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ عوام نے محض اپنی رائے سے حکم کر دیا تو وہ حکم نافذ نہ ہوگا اگرچہ اتفاقاً حکم صحیح بھی ہو گیا ہو جیسا کہ فقہائے مالکیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

کما فی مختصر الخلیل حیث قال ونبذ حکم جائر وجاهل لم یشاور والا تعقب ومضی غیر الجور وقال شارحه العلامة الدردیر تحت قوله لم یشاور (ای) العلماء ولو وافق الحق (الی ان قال) وان تعقب مع المشاورة لانه وان عرف الحکم فقد لا یعرف ایقاعه لانه یحتاج لزیادة نظر فی البینة وغیرها من احوال المتداعیین اذ القضاء صناعة دقیقة لا یهتدی الیه کل الناس (صفحہ ۲۴۹ جلد ۲)

قلنا ونظیره علی قول بعض من صلی بغیر التحری فان صلوته لا تصح وان اصاب القبلة لانه ترک فرض التحری فکذا اذا ترک الجاهل فرض المشاورة مع العلماء لا یصح حکمه وان وافق الحق واما التعقب علی حکمه بعد المشاورة مع العلماء فهو فریضة القاضی ویکفینا صحة الحکم وقال فی باب القضاء واما الجاهل والکافر فلا یجوز تحکیمهما (ثم قال) فان حکما خصما او کافرا او جاهلا لم ینفذ حکمه (شرح الدردیر صفحہ ۲۸۶ جلد ۲) قلنا لعل عدم النفاذ مخصوص بما اذا لم یشاور الجاهل العلماء کما علم مما مر۔ واللہ اعلم۔

تنبیہ سوم یہ شرعی پنچایت جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اگر کسی معاملہ میں متفق ہو کر تفریق کر دے تو اُس کا حکم قاضی کے حکم کے قائم مقام ہوگا اور تفریق وغیرہ صحیح ہو جاوے گی اور اگر پھر خدانخواستہ کسی واقعہ کے متعلق پنچایت کے ارکان میں اختلاف رہا تو تفریق وغیرہ نہ ہو سکے گی اور اگر بعض نے فیصلہ کر دیا تو کالعدم متصور ہوگا۔

(ونظیره ما فی کتبنا من ان الحکمین اذا اختلفا لا ینفذ حکم احدهما قال صاحب الهدایة لو حکما رجلین لا بد من اجتماعهما لانه امر یحتاج فیه الی الرأی وفی شرحها النهایة حتی لو حکم احدهما دون الآخر لا یجوز لانهما رضیا برأیهما ورأی الواحد لا یکون کرأی الاثنین۔

(هدایه صفحہ ۱۲۹ ج ۲) انتهی)

قلنا فكما ان تفويض الخصمين للحكمين يقتضى اجتماع رأيهما على حكم واحد فكذا تفويض الشرع الحكم الى الجماعة يقتضى اجتماع آرائهم على حكم واحد۔

ومثله صرح الامام مالك رح فى المدونة باب ماجاء فى الحكمين فى ابواب الانكحة والطلاق (صفحہ ۵۷ جلد ۲) حيث قال (قلت) فلو انهما اختلفا فطلق احدهما ولم يطلق الآخر قال اذا لا يكون هناك فـــــــراق لان الى كل واحد منهما ما الى صاحبه باجتماعهما عليه انتهى واصرح منه ما قال الباجى المالكى فى المنتقى۔

مسئلہ ولو حكم المتخاصمان رجلين فحكم احدهما ولم يحكم الآخر فان ذلك لا يجوز له قاله سحنون فى كتاب ابنه۔

ولو حكم جماعة فاتفقوا على حكم انفذوه وقضوا به جاز قاله ابن كنانة فى المجموعة ووجه ذلك انهما اذا رضيا بحكم رجلين او رجال فلا يلزمهما حكم بعضهم دون بعض الخ (منتقى صفحہ ۲۲۷ جلد ۵)۔

عبارات مرقومہ سے مستفاد ہوا کہ "جماعت المسلمین" کا صرف وہ فیصلہ معتبر ہوگا جو باتفاق ہو کثرت رائے کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ اس کے معتبر ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور بدون دلیل کے کوئی حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔

البتہ عورت کو نظر ثانی کی درخواست کا حق ہوگا پھر نظر ثانی میں اس پنچایت کے ارکان کو اگر کوئی وجہ قوی عورت کے مطالبہ کی مؤید ظاہر ہو اور ارکان پنچایت اب تفریق پر متفق ہو کر تفریق کردیں تو یہ تفریق نافذ ہو جاوے گی اور اگر مقدمہ کی روداد بالکل وہی ہے کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی تو تفریق نہ کی جاوے۔

وذلك فى المدونة اوائل كتاب الاقضية (صفحہ ۶۹ جلد ۲)
فان اتيا بعد ذلك يريدان نقض ذلك لم يقبل ذلك
منهما الا ان يأتيا بامر يرى لذلك وجها الى قوله
وما اشبه هذا مما قال مالك
يعرف به وجهه
حجته اھ
واللہ اعلم

حکم زوجۂ عنین

سوالات

(۱) عنین اصطلاح فقہ میں کس کو کہتے ہیں۔
(۲) زوجۂ عنین کو فسخ نکاح کا اختیار دیا جائے گا یا نہیں۔
(۳) اگر اختیار دیا جائے تو اُس کی کیا صورت گی اور اُس کے لئے کیا شرائط ہیں۔
(۴) تفریق کے بعد عنین پر پورا مہر واجب ہوگا یا نصف۔ ونیز عورت پر عدت لازم ہوگی یا نہیں

الجواب

(۱) فی الباب الثانی عشر من طلاق الہندیۃ۔ العنین ھو الذی لا یصل الی النساء مع قیام الآلۃ فان کان یصل الی الثیب دون الابکار او الی بعض النساء دون البعض وذلک لمرض بہ او لضعف فی خلقتہ او لکبر سنہ او سحر فھو عنین فی حق من لا یصل الیھا کذا فی النہایۃ (عالمگیری صفحہ ۱۵۵ جلد ۲)

وفی رد المحتار ای مع وجود الآلۃ سواء کانت تقوم اولا۔ (شامی صفحہ ۹۷۶ جلد ۲)

عبارات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ فقہاء کی اصطلاح میں عنین اُس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود[۵] عضو مخصوص ہونے کے عورت سے جماع کرنے پر قادر نہ ہو خواہ یہ حالت کسی مرض کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا ضعف کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ کسی نے اُس پر جادو کر دیا ہو اور اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ بعض عورتوں سے تو جماع کرنے پر قادر ہے اور بعض پر نہیں تو جس سے ہم بستری پر قدرت نہیں اُس کے حق میں یہ شخص عنین سمجھا جائے گا۔

(۲) زوجۂ عنین کو اُن شرائط کے ساتھ اپنے خاوند سے تفریق یعنی علیحدگی اختیار کرنے کا شرعاً

---

[۵] اور جس شخص کا عضو مخصوص قطع ہو گیا یا اصل سے ہی بالکل موجود نہ تھا اُس کا حکم آگے آتا ہے ۱۲ منہ

[۵] فی رد المحتار عن المعراج اذا اولج الحشفۃ فقط فلیس بعنین وان کان مقطوعھا فلا بد من ایلاج بقیۃ الذکر قال فی البحر ینبغی الاکتفاء بقدرھا من مقطوعھا صفحہ ۹۷۶ جلد ۲ ۱۲ منہ

حق حاصل ہے جو جواب نمبر ۳ مندرجہ ذیل میں ابھی آتے ہیں بغور ملاحظہ فرماویں۔

(۳) (الف) قال فی العالمگیریۃ باب العنین اذا رفعت المرأۃ زوجہا الی القاضی وادعت انہ عنین وطلبت الفرقۃ فان القاضی یسألہ ھل وصل الیہا اولم یصل فان اقرانہ لم یصل اجّلہ سنۃ سواء کانت المرأۃ بکرا او ثیبا وان انکر وادعی الوصول الیہا فان کانت المرأۃ ثیبا فالقول قولہ مع یمینہ انہ وصل الیہا کذا فی البدائع فان حلف بطل حقہا وان نکل یؤجل سنۃ کذا فی الکافی وان قالت انا بکر نظر الیہا النساء وامرأۃ تجزئ والاثنان احوط واوثق فان قلن انہا ثیب فالقول قول الزوج مع یمینہ کذا فی السراج الوہاج (الی قولہ) وان قلن انہا بکر فالقول قولہا من غیر یمین اھ وفی الدر المختار فان قلت امرأۃ ثقۃ والثنتان احوط ھی بکر خیرت اھ۔

(ب) وفی التاجیل تعتبر السنۃ القمریۃ فی ظاھر الروایۃ کذا فی التبیین وھو الصحیح کذا فی الھدایۃ وروی الحسن عن ابی حنیفۃ رح انہ تعتبر سنۃ شمسیۃ وھی تزید علی القمریۃ بایام وذھب شمس الائمۃ السرخسی فی شرح الکافی الی روایۃ الحسن اخذا بالاحتیاط وکذلک صاحب التحفۃ وھذا ھو المختار عندی کذا فی غایۃ البیان وھو اختیار شمس الائمۃ فی المبسوط واختیار قاضیخان والامام ظہیر الدین وعلیہ الفتوی کذا فی الخلاصۃ (عالمگیری صفحہ ۱۵۶ جلد ۲) وفی الدر ولو اجّل فی اثناء الشہر فبالایام اجماعا اھ۔

(ج) ابتداء التاجیل من وقت المخاصمۃ کذا فی المحیط (عالمگیری صفحہ ۱۵۵ جلد ۲) وفی مبسوط السرخسی (صفحہ ۱۰۲ جلد ۵) فی عبارۃ طویلۃ ولا یحتسب بالمدۃ قبل التاجیل انتہی۔

(د) ان جاءت المرأۃ الی القاضی بعد مضی الاجل وادعت انہ لم یصل الیہا وادعی الزوج الوصول فان کانت ثیبا فی الاصل کان القول قولہ مع الیمین (الی قولہ) وان قالت المرءۃ انا بکر نظرت الیہا النساء (الی قولہ) وان قلن ھی بکر واقر الزوج

لہ المراد بہ وقت التاجیل لانہ لا یؤخر من المخاصمۃ بدون عذر وبہ حصل التوفیق بین ھاتین الروایتین ۱۲ منہ +

انه عزیمة الیه اختیرها القاضی فی الفرقة کذا فی شرح الجامع الصغیر للشیخ الکبیر صفحہ ۱۰۰ جلد ۱
وفی رد المحتار تحت قولہ خیرت قال فی النہر وظاہر کلامہ انہا لا تستحلف اذ قالت صرحوا بہ فی
البدائع عن شرح الطحاوی الخ (شامی صفحہ ۹۸۲ جلد ۲)

(۷) ان اختارت الفرقة امرہ القاضی ان یطلقہا بائنة فان ابی فرق بینہما ھکذا ذکر
محمد فی الاصل کذا فی التبیین والفرقة تطلیقة بائنة کذا فی الزیلعی (عالمگیری صفحہ ۱۰۰
جلد ۲) لانہا فرقة قبل الدخول حقیقة فتکون بائنة (شامی صفحہ ۹۸۰ جلد ۲)

عبارات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ زوجہ عنین کے لئے تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا
معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے قاضی واقعہ کی تحقیق کرے یعنی اول خاوند سے دریافت کرے
اگر وہ خود اقرار کرے کہ بیشک میں اس عورت سے ہمبستری پر قادر نہیں ہوا تو اس کو ایک سال کی مہلت
علاج کرنے کے لئے دیدے اور اگر وہ اقرار نہ کرے بلکہ جماع کا دعوے کرے تو اس وقت یہ تفصیل ہے کہ
اگر عورت باکرہ ہونے کا دعویٰ نہ کرتی ہو تب تو مرد سے حلف لیا جاوے گا اگر اس نے حلف کر لیا تو
پھر عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہو سکے گا اور اگر شوہر نے حلف سے انکار کر دیا تو اس کو ایک سال
کی مدت بغرض علاج دیدی جاوے گی اور اگر عورت باکرہ ہونے کی مدعی ہو تو قاضی عورتوں سے اس
کی بیوی کا معاینہ کرائے یا عادل تجربہ کار عورت کا معاینہ بھی کافی ہے۔ لیکن احتیاط اس میں ہے کہ
دو عادل عورتیں معاینہ کریں۔ پھر معائنہ کے بعد دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عورتیں بیان کریں کہ یہ
عورت باکرہ یعنی کنواری نہیں رہی تب تو خاوند سے اس بات پر حلف لیا جائے کہ اس نے جماع
کیا ہے اگر وہ حلف کر لے تو اس کا قول معتبر ہو جائے گا اور عورت کو تفریق کا حق باقی نہ رہے گا۔ اور
اگر شوہر حلف سے انکار کرے تو تامیل یعنی ایک سال کی مہلت کا حکم کر دیا جائے گا۔ اور دوسری
صورت یہ کہ عورتیں بیان کریں کہ ابھی تک یہ لڑکی باکرہ (کنواری) ہے تو پھر قاضی بدون کسی سے
حلف لئے ہوئے شوہر عنین کو ایک سال کی مہلت علاج کے لئے دیدے۔ خلاصہ یہ کہ جب کسی دلیل سے
متحقق ہو جاوے کہ عورت باکرہ نہیں بلکہ ثیبہ ہے خواہ ثیبہ ہونا اس طرح معلوم ہو کہ وہ بیوہ ہو اور شوہر

ف۵ اس کو احتیاط کہنا اس وقت ہے کہ جب فیصلہ کرنے والا قاضی ہو اور اگر پنچایت فیصلہ کرے تو مذہب مالکیہ لینا
ضروری ہے اور ان کے مذہب میں معائنہ کے لئے دو عورتیں ضروری ہیں ایک عورت کافی نہیں ہے۔
فی المدونة (صفحہ ۳۰۰ جلد ۳) قلت ارأیت الایراد الرجال ھل یجوز فیہ شہادة امرأة واحدة قال مالک
لا یجوز فی شیء من الشہادات اقل من شہادة امرأتین لا یجوز شہادة امرأة واحدة فی شیء من الاشیاء وفی
المختصر (صفحہ ۳۱۰ جلد ۱ فصل فی الخیار من ابواب الانکحة) وان اتی بامرأتین تشہدان قبلتا انتہی

اول سے اولاد ہو چکی ہو یا خود عورت کے اقرار سے یا دونوں کے معائنہ سے ان تینوں صورتوں میں مرد کا قول حلف کے ساتھ قبول کر لیا جائے گا کہ وہ ہمبستری کر چکا اور عورت کو علیحدگی کا حق نہ دیا جائے اور اگر تینوں صورتوں میں مرد حلف سے انکار کرے تو عورت کا دعویٰ درست مان کر مرد کو ایک سال کی مہلت دیدیں اور اگر عورتوں کے معائنہ سے زوجہ کا بکر ہونا ثابت ہو تو بدون حلف ہی ایک سال کی مہلت دیدی جاوے یہ تمام مضمون عالمگیری کی عبارت حرف (الف) میں مفصل مذکور ہے۔ اور اور اس مہلت کے لئے ظاہر الروایۃ میں تو قمری سال کا اعتبار کیا ہے لیکن روایت حسن میں شمسی سال کو لیا ہے اور بعض اصحاب ترجیح نے احتیاط اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور عموماً متاخرین نے اسی پر فتویٰ دیا ہے (کما فی العبارۃ الثانیۃ من العالمگیریۃ المذکورۃ فی حرف (ب)) اور اب بھی عام اہل فتویٰ کا یہی معمول ہے اور یہ سال حاکم کی مہلت دینے کے وقت سے شروع سمجھا جاوے گا اس سے پہلے خواہ کتنی ہی مدت گذر گئی ہو معتبر نہ ہوگی جیسا کہ عالمگیری و مبسوط کی عبارت مذکورہ حرف (ج) سے معلوم ہوا پھر اس سال بھر کے عرصہ میں اگر شوہر کی طرح علاج کر کے تندرست اور جماع پر قادر ہو گیا اور ایک مرتبہ بھی ہمبستری کر لی تو عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں رہا بلکہ ہمیشہ کے لئے یہ حق باطل ہو چکا اب کبھی علیحدگی کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

اور اگر اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی جماع کر لیا تو عورت کے دوبارہ درخواست کرنے پر قاضی تحقیق کرے اور اگر شوہر نے اقرار کر لیا کہ بیشک میں قادر نہیں ہوا تب تو عورت کا دعویٰ بلا انکار صحیح ہو گیا اس صورت میں قاضی عورت کو اختیار دیدے کہ اگر علیحدگی درکار ہے تو طلب کرو ورنہ اپنے خاوند کے ساتھ رہنے کو گوارا کرو اس پر اگر وہ اسی مجلس میں علیحدگی چاہے تو فاوند سے طلاق دلوا دی جاوے اگر وہ انکار کرے تو خود قاضی تفریق کرے جیسا کہ آئندہ عنقریب آوے گا۔

اور اگر خاوند اقرار نہ کرے کہ جماع کرنے کا دعویٰ کرے تو اس وقت یہ تفصیل ہے کہ مہلت دینے کے وقت اگر عورت کا ثیبہ ہونا ثابت ہو چکا تھا یا اب عورت اقرار کرے کہ کسی طرح بکارت زائل ہو چکی ہے مگر ہمبستری نہیں ہوئی تب تو خاوند سے حلف لیا جاوے اگر وہ قسم کھا کر کہدے کہ میں نے اس عورت سے جماع کیا ہے تو مرد کا قول معتبر ہوگا اور تفریق نہ ہو سکے گی اور اگر شوہر نے اس وقت بھی حلف سے انکار کر دیا تو عورت کو طلب فرقت کا اختیار دیدیا جاوے گا اور اگر مہلت دینے کے وقت معائنہ

لہ کما فی الدر المختار فان نکل فی الابتداء یخیر وفی الانتہاء

خیرت (شامی صفحہ ۹۸۲ جلد ۲ ۱۲ منہ +

سے عورت کا اگر وہ ثابت ہوا اور اب دوبارہ معائنہ میں بھی اگر وہ ہونے کی تصدیق ہو
تب بھی عورت سے دخول سے پیشتر قاضی عورت کو اختیار دیدے کہ اپنے خاوند کے نکاح میں
رہے یا تفریق کا مطالبہ کرے اور جن صورتوں میں قاضی عورت کو اختیار دے اُن میں علم
یہ ہے کہ اگر عورت اسی مجلس میں تفریق چاہے تب تو تفریق ہو سکتی ہے ورنہ نہیں کما سیأتی
فی الشروط پس اگر عورت نے اسی مجلس میں تخییر کہدیا کہ میں اس شوہر سے علیحدہ ہونا
چاہتی ہوں تو قاضی اس کے شوہر سے کہے کہ اس عورت کو طلاق دے دو اس پر اگر خاوند نے
طلاق دیدی تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اگر وہ طلاق دینے سے انکار کرے تو قاضی
خود تفریق کر دے یعنی فیصلہ کر دے کہ میں نے تجھ کو اس کے نکاح سے الگ کر دیا یہ تفریق
بھی شرعی طلاق بائن کے قائم مقام ہو جائے گی۔ (کما فی عبارۃ الدر المختار والشامیۃ
المذکورۃ فی حرف الواو وحرف الکاف)۔

شرائط تفریق

زوجہ عنین کو اپنے شوہر سے علیحدگی کا اختیار چند شرائط کے ساتھ حاصل ہو سکتا ہے

وہ شرائط یہ ہیں

پہلی شرط یہ ہے کہ نکاح سے پیشتر عورت کو اس شخص کے عنین ہونے کا علم نہ ہو پس اگر اس وقت
علم ہو اور باوجود معلوم ہونے کے نکاح کیا ہے تو اب اس کو تفریق کا حق نہیں مل سکتا
لما فی الفتاوی الهندیۃ (ص ۱۰۵ ج ۱) ان علمت المرأۃ وقت النکاح
ان عنین لا یصل الی النساء لا یکون لها حق الخصومۃ وفی الدر المختار
تزوجها الاولی او امرأۃ اخری عادۃ بحال لا خیار لها علی المذهب المفتی
به بحر عن المحیط خلافا لتصحیح الخانیۃ اھ

دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو اور
اگر ایک مرتبہ جماع کر چکا ہے اور پھر عنین ہو گیا تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوگا۔
لما فی الدر المختار ولو ثیبا بعد وصولہ الیها مرۃ او صار عنینا بعد کالاول
لا یفرق لحصول حقها بالوطی مرۃ قال الشامی قوله مرۃ وما زاد علیها فهو مستحق دیانۃ لا قضاء

بحر عن جامع قاضیخان وبأخر اذا ترك الديانة متعنتا مع القدرة على الوطی (باب العنین صفحہ ۹۷۷ جلد ۲)۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے اُس وقت سے عورت نے اُس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو مثلاً یہ نہ کہا ہو کہ جیسا بھی ہے اب تو میں اسی کیساتھ رہوں گی یا اگر وہ اپنی رضا کی تصریح کر چکی ہو تو پھر اُس کو مطالبہ تفریق کا حق نہیں رہتا ہاں محض سکوت سے اس جگہ رضا نہ سمجھی جائے گی۔ لما فی الدر المختار فلو وجد عنینا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا لم یبطل حقها قال الشامی (قوله لم یبطل) ای ما لم ترض بالمقام معه كذا قيدوه فی التاتارخانية عن المحيط (صفحہ ۹۰۱ جلد ۲)۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گذرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے پس اگر اس مجلس میں اُس نے اپنے خاوند کے ساتھ [illegible] کر لیا یا اس قدر سکوت کیا کہ مجلس برخاست ہو گئی خواہ اس طرح کہ یہ عورت مجلس سے اُٹھ گئی یا اس طرح کہ قاضی مجلس سے کھڑا ہو گیا تو اُس کا اختیار باطل ہو گیا اب کسی طرح تفریق نہیں ہو سکتی لما فی العالمگیریة فان اختارت زوجها او قامت عن مجلسها او قام هو او قام القاضی قبل ان تختار بطل خيارها كذا فی المحيط (صفحہ ۵۷ جلد ۲)۔

ونیز مجلس برخاست ہونے اور عورت کے اٹھ جانے کے علاوہ اور صورتیں بھی ایسی ہیں جن سے مجلس بدل جاتی ہے اور اختیار باطل ہو جاتا ہے مثلاً کوئی دوسری گفتگو کرنے لگی یا نماز پڑھنے لگی وغیر ذلك مما یدل علی الاعراض اور تبدل مجلس کی تفصیل شامی باب تفویض الطلاق سے معلوم ہو سکتی ہے۔

والدلیل علی ان بطلان الخیار لا یختص بقیامها او قیام القاضی بل کل ما یدل علی الاعراض یبطل الخیار قول الدر حیث قال لو وجد منها دلیل اعراض بان قامت الخ لانه هنا یدل علی ان القیام ذکر حیث ذکر تمثیلا لا انه اراد مطلق الاعراض

ع یعنی زبان سے کہدیا ہو خواہ تنہائی میں یا کسی کے سامنے کما یدل علیه۔ اطلاق ما لم تقل فی الروایة الآتیة اور تاجیل سے پیشتر یا بعد از تاجیل کما هو المصرح فی البدائع ونصه هذا فالنص هو تصریح اسقاط الخیار وما یجری مجراه سواء کان ذلك بعد تخییر القاضی او قبله اھ مختصرا منه

ع بلکہ تقبیل ومضاجعت وغیرہ افعال بھی موجب رضا نہیں۔ کما هو المصرح فی الدر عن الخانیة ۱۲ منه

هذا ما عندنا واللہ اعلم بالصواب۔

پانچویں شرط عنین کو سال بھر کی مہلت دینا اور سال گذرنے پر عورت کو اختیار دینا اور بعد ازاں اگر خاوند طلاق سے انکار کرے تو تفریق کر دینا وغیرہ یہ سب امور جن کا ذکر اوپر مفصل ہو چکا قضائے قاضی کے محتاج ہیں بدون حکم قاضی کے از خود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں۔ کما فی رد المحتار تحت قول الدر (ولا عبرة بتاجیل غیر قاضی البلدة لان هذا مقدمة امر لا یملکه الا عند القاضی وهو الفرقة فکذا مقدمته ولو الجیة (شامی ص۹۷۹ ج۲)۔

اور جس جگہ قاضی نہ ہو اس کا مفصل حکم اس جزو دوم کے مقدمہ میں مفصل گذر چکا وہاں دیکھ لیا جاوے

جواب سوال نمبر ۴ ۔ بوجہ خلوت صحیحہ شوہر عنین پر پورا مہر واجب ہو چکا تھا وہ تفریق کے بعد بھی ادا کرنا لازم ہے۔ اور عورت پر عدت بھی واجب ہے۔

کما قال العلامة الشامی تحت قول الدر (والابانت بالتفریق من القاضی) ولها کمال المهر وعلیها العدة لوجود الخلوة الصحیحة بحر (صفحہ ۹۸۰ جلد ۲)۔

وفی العالمگیریة ولها المهر کاملا وعلیها العدة بالاجماع ان کان الزوج خلا بها وان لم یخل فلا عدة علیها ولها نصف المهر ان کان مسمی والمتعة ان لم یکن مسمی کذا فی البدائع اھ (صفحہ ۱۵۶ جلد ۲)۔

فائدہ اوّل عنین کو ایک سال کی مہلت دینے کا حکم جو اوپر بیان کیا گیا ہے صرف اُس شخص کے لئے ہے جس کو عرفاً عنین کہتے ہیں (والخصی الذی لا ینتشر ذکره ملحق بالعنین لیکن وہ شخص جس کا عضو تناسل قطع ہو گیا ہو (خواہ تنہا یا مع الانثیین) جس کو اصطلاح میں مجبوب کہتے ہیں اور اسی طرح وہ شخص جس کا عضو مخصوص خلقۃً بہت کم مثل نہ ہونے کے ہو اُس کو سال بھر کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں۔

---

۱ وبقی من الشروط کونها بالغة غیر رتقاء وقرناء وطلبها الفرقة او طلب ولیها ان کانت مجنونة وان لم یکن لها ولی نصب القاضی رجلا یخاصم عنها کما هو المصرح به فی البدائع وغیرها وترکنا هذه الشروط رومًا للاختصار ۱۲ منه **۲** غیران بعضهم قالوا ان المرأة اذا اختارت نفسها بعد تخییر القاضی ایاها فی اخر الامر فقد بانت ولا تحتاج بعده الی التفریق او التطلیق وفی رد المحتار انه قول الصاحبین وعند الامام الاعظم تحتاج الی القضاء بعد اختیار نفسها ایضًا قلت قول الامام هو الماخوذ فی التنویر وغیره کما مر فی الروایات وهو الاحوط کما لا یخفی واللہ اعلم ۱۲ منه

بلا پیش ہو درخواست پر جو بیماری ہونے کی تحقیق کر کے عورت کو اختیار دیدیا جائے گا۔

کما فی العالمگیریۃ ولو وجد بہ الامرأۃ وھی بالجب یأجلھا الحاکم سنۃ لیختبر ولا یؤجل کذا فی فتاوی قاضیخان وبلحوق المجبوب بعنین کذا فی ذکرہ صغیرا جدا کذا فی (باب العنین صفحہ ۱۵۷ جلد ۲)

تتمہ ہذہ الفائدۃ

اگر عورت دعوے کرے کہ میرا شوہر مجبوب وغیرہ ہے اور مرد اس کا انکار کرے اور بدون معائنہ کے اس کا فیصلہ نہ ہو سکے تو معائنہ بھی جائز ہے۔ پس قاضی کو معتبر عورتیں کہدے کہ معائنہ کر کے بتلاؤ کہ عورت سچ کہتی ہے یا مرد سچا ہے۔ کما ھو المصرح فی الشامی (صفحہ ۹۷۷ جلد ۲) تحت قول الدر (ولو المجبوب صغیرا)۔

فائدہ دوم عنین اور اس کی زوجہ میں تفریق کرنے کا حکم جو اوپر تحریر کیا گیا ہے فقہ حنفیہ کا مشہور اور مسلم مسئلہ ہے اور اسی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے اور اس مسئلہ میں مذہب مالکیہ بھی تقریباً تمام جزئیات میں حنفیہ کے ساتھ بالکل متفق ہے جیسا کہ علامہ صالح تونسی مالکی مفتی مدینہ منورہ کے فتوے کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے البتہ صرف ایک جزو یعنی چھ ماہ کا فیصلہ مقرر ہونا جو کہ ذکر کیا گیا وہ خاص مذہب مالکیہ کا مسئلہ ہے اور رسالہ ہذا میں بضرورت اس پر فتوی دیا گیا ہے۔ کما مر مفصلاً۔

ہدایت

یہ مختصر بیان بقدر ضرورت لکھا گیا ہے اس کے سوا اور بھی بہت سی جزئیات ہیں جو کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں بوقت ضرورت علماء اہل فتوی سے دریافت کر لیا جاوے۔

واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

ع الا فی بعض المسائل کما ان تراضی الزوجین بالتاجیل کاف عندہم کما ھو المصرح بہ فی الروایۃ التاسعۃ عشر وعندنا لا یعتد بہ کما فی البحر وغیرہ مصرحا بہ لکن نظرا لضرورۃ المصیر الی مذہب المالکیۃ فی ھذا الجزء ولم نأخذ بہ رومًا للاحتیاط فی امر الفروج ۱۲ منہ

حکم زوجہ مجنون

سوالات

(۱) کیا زوجہ مجنون کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ آپ تفریق کا مطالبہ کرے اور مجنون زوجیت سے نکل جائے۔
(۲) اگر یہ حق حاصل ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے اور کیا شرائط ہیں۔
(۳) تفریق کے بعد عدت کیا کب ہے۔

الجواب

(۱) فی الدر المختار ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن۔ وفی ردالمحتار وخالف الائمۃ الثلثۃ فی الخمسۃ مطلقا وقید فی الثلثۃ الاول بالزوج کذا یفہم من البحر وغیرہ (شامی آخر باب العنین صفحہ ۴۸۲ جلد ۲)۔

وفی الدر بعد قولہ المذکور ولو قضی بالرد صح وفی آخر باب العنین من العالمگیریۃ واذا کان بالزوج جنون او برص او الجذام فلا خیار لہا کذا فی الکافی۔ قال محمد رح ان کان الجنون حادثا یؤجل سنۃ کالعنۃ ثم یخیر المرأۃ بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان الجنون مطبقا فہو کالجب وبہ ناخذ کذا فی الحاوی القدسی اھ (صفحہ ۵۷ جلد ۲)۔

وفی مبسوط شمس الائمۃ السرخسی باب الخیار فی النکاح (صفحہ ۷۵ جلد ۵)۔

وعلی قول محمد لہا الخیار اذا کان علی حال لا تطیق المقام معہ وفی کتاب الآثار للامام محمد رحمہ اللہ تعالی وکذلک اذا وجدت بمجنون او موسوس یخاف علیہا قتلہ (صفحہ ۱۰ باب الرجل یتزوج وبہ العیب)۔

وفی الفتاوی الحمادیۃ للعلامۃ رکن بن حسام الناگوری (صفحہ ۷۶) من المضمرات قال محمد ان کان بالزوج عیب لا یمکنہ الوصول الی زوجتہ فالمرأۃ مخیرۃ بعد ذلک ینظر ان کان العیب کالجنون الحادث والبرص ونحوہما فہو والعنۃ سواء فینتظر حولا وان کان الجنون

اصلیا او به مرض ولا یرجی برؤه فهو الجب سواء وهی الخیار ان شاءت رضیت بالمقام معه وان شاءت رفعت الامر الی الحاکم حتی یفرق بینهما۔

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ شیخین کے نزدیک تو جنون شوہر کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل نہیں لیکن امام محمدؒ کے نزدیک اُس کو یہ حق حاصل ہے کہ قاضی کے یہاں درخواست دے کر تفریق کا مطالبہ کرے اور اپنے آپ کو مجنون کی زوجیت سے علیحدہ کرالے بشرطیکہ جنون اس درجہ کا ہو کہ اُس کے ساتھ رہنا قدرت سے خارج ہو مثلاً اُس سے قتل کا اندیشہ ہو۔

فائدہ اصل اس بارہ میں یہ ہے کہ وہ جنون جس کی وجہ سے عورت کو امام محمدؒ کے نزدیک خیار فسخ حاصل ہو سکتا ہے اُس کی حد بیان کرنے میں مختلف الفاظ مذکور ہیں۔ مبسوط کے الفاظ یہ ہیں لا تطیق المقام معہ۔ اور کتاب الآثار میں یخاف علیہا قتلہ مذکور ہے ان دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جو مجنون ایذا پہنچایا کرتا ہو اُس کے متعلق عادت غالبہ سے اکثر یہ بھی اندیشہ ہو جاتا ہے کہ شاید قتل کر بیٹھے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جس مجنون سے ناقابل برداشت ایذا پہونچتی ہو اُس کا یہ حکم ہے۔ واللہ اعلم

اور ائمہ ثلثہ یعنی امام مالک و شافعی و احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک بھی جنون وغیرہ کی وجہ سے خیار فسخ عورت کو حاصل ہے اور "فتاوی عالمگیری" میں حاوی قدسی سے امام محمدؒ کے قول کو اختیار کرنا نقل کیا ہے ونیز اُن کے قول میں یہ تفصیل نقل کی ہے کہ اگر جنون حادث ہے تو حاکم اُس مجنون کو (اور اُس کے اولیاء کو) عنین کی طرح سال بھر علاج کرنے کے لئے مہلت دے اس عرصہ میں اگر تندرست نہ ہو تو پھر عورت کو اختیار دیدے کہ اُس کے نکاح میں رہے یا

ع البتہ اگر ہمبستری سے قبل کسی کو جنون ہو گیا اور حالت جنون میں بھی وہ ہمبستری نہ کر سکا تو ایسا مجنون امام صاحب کے نزدیک بھی عنین کے حکم میں ہے کہ سال بھر کی مہلت دے کر اُسی طریق پر علیحدگی کر دی جائے جو عنین کے بیان میں مفصل گذر چکا۔ کما فی کتاب الحجر للامام محمدؒ (صفحہ ۳۲۹) باب ما یذکر فی النکاح من المجنون محمد قال قال ابو حنیفۃ فی المجنون تخاصمہ امرأتہ وامرہ یجامعہا ان کان لا یفیق جعل بین امرأتہ وبین ما یخاف علیہا منہ فی حال الخوف وانفق علیہا من مالہ ولم یفرق بینہما الا ان یخلی بینہ وبینہا ولا یصل الیہا فاذا کان ذلک اجل سنۃ فان وصل الیہا والا خیرت فان اختارت المقام معہ انفق علیہا من مالہ ولم یکن لہا بعد ذلک خیار وان اختارت الفرقۃ بانت بتطلیقۃ انتہی ۱۲ منہ ویؤیدہ ما فی منحۃ الخالق علی البحر الرائق حیث قال (قولہ والمجنون کفوء للعاقلۃ وفیہ اختلاف المشائخ) قال فی النہر وقیل یعتبر لانہ یفوت مقاصد النکاح

(بقیہ بر صفحہ ۴۱)

فرقت اختیار کرلے (جیسا کہ عنین کے بیان میں مفصل گذرا اُس کو دیکھنا ضروری ہے) اور اگر جنون مطبق ہے تو معاملہ کی پوری تحقیق کرنے کے بعد بلا تاجیل و تاخیر عورت کو اختیار دیدیا جائے اھ

لیکن

چونکہ جنون حادث کی تفسیر نہ اس جگہ لکھی ہے اور نہ کہیں دوسرے مواقع میں دستیاب ہوئی جس کی وجہ سے اس کے مقابلہ میں مطبق کی تفسیر بھی پوری طرح واضح نہیں ہو سکتی اور دوسرے مواضع میں جو مطبق کی تفسیر بمقابلہ غیر مطبق لکھی ہوئی ہے اُس کو محض قیاس سے اس جگہ جاری کرنا احتیاط کے خلاف ہے مثلاً ہدایہ اخیرین باب عزل الوکیل میں جنون کی تفصیل مطبق و غیر مطبق کے لفظ سے کرنے کے بعد دونوں لفظوں کی تفسیر ہمارے ائمہ ثلثہ سے نقل کی ہے اور اس کی شرح کفایہ میں اسی کو آجل و عاجل کے الفاظ سے لکھا ہے اور ہدایہ کتاب الصوم باب من مرض فی رمضان میں اسی کو جنون مستوعب و غیر مستوعب کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور اسی باب کے آخر میں جنون کی ایک دوسری تقسیم کی ہے اصلی و عارضی اس لئے عبارت عالمگیری مذکورہ بالا میں جو جنون حادث اور اُس کے مقابلہ میں مطبق مذکور ہے اس میں احتمالات پیدا ہو گئے کہ یہ حادث بمعنی العارض ہے کما ھو مدلول مادۃ الحدوث اور اُس کے مقابلہ میں مطبق بمعنے الاصلی ہے۔ یا حادث بمعنے عاجل یا غیر مستوعب ہے اُس کے مقابلہ میں مطبق بمعنے آجل یا مستوعب ہے جس کی تفسیر ہدایہ میں امام محمدؒ کے نزدیک ایک سال کے جنون سے کی گئی ہے اور کتاب الحج میں امام محمدؒ نے جنون مطبق کو اُس جنون کے مقابلہ میں استعمال کیا ہے جس میں افاقہ ہو جاتا ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک مطبق وہ جنون ہے جس میں افاقہ نہ ہوتا ہو لیکن کتاب مذکورہ میں بھی لفظ حادث موجود نہیں جس کے مطبق و حادث کی تفسیر ایک دوسرے کے مقابلہ میں معلوم ہو جاوے غرض حادث اور مطبق کی تفسیر پورے طور سے واضح اور متعین نہیں ہو سکی۔

اِس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ اس تفصیل سے قطع نظر کر کے ہر حال میں سال بھر کی مہلت دی جاوے اور اس کے بعد حکم کیا جاوے۔ بالخصوص جبکہ فیصلہ بھی قاضی شرعی کی عدالت میں ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰) فکان اشد من الفقر و دناءۃ الحرفۃ و ینبغی اعتمادہ لان الناس یعیرون بتزوج المجنون اکثر من دنی الحرفۃ و فی البنایۃ عن المرغینانی لا یکون المجنون کفوا للعاقلۃ الخ (صفحہ ۳۲ جلد ۳)

بلکہ اختیار ہے یہ بر مذہب مالکیہ لیا جائے تو مہلت دینے کی اس کے مذہب سے واقف ہو جائے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ جنون مطبق و جنون افاقہ کا ایک ہی حکم ہے یعنی دونوں صورتوں میں ایک سال کی مہلت دیجاتی ہے جیسا کہ فتاویٰ مالکیہ عربیہ میں جو اس رسالہ کے اخیر میں ملحق ہے۔ علامہ "سالک تونسی" مدرس مسجد نبوی مدینہ طیبہ کے فتوے کی انیسویں روایت میں بحوالہ تحفہ مذکور ہے۔

وایضاً فی المنتقی للباجی من المالکیۃ (ص ۲۱ جلد ۴) وروی عبد الملک بن الحسن فی المجنون سواء کان جنون افاقۃ او مطبق ان کان یؤذیہا ویخاف علیہا من حیل بینہما واجل سنۃ ینفق علیہا من مالہ فان برأ والا فہی بالخیار اھ۔

(۳) صورت تفریق یہ ہے کہ زوجۂ مجنون قاضی کی عدالت میں درخواست دے اور خاوند کا خطرناک مجنون ہونا ثابت کرے۔ قاضی واقعہ کی تحقیق کر کے اگر صحیح ثابت ہو تو مجنون کو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دیدے اور بعد اختتام سال اگر زوجہ پھر درخواست کرے اور شوہر کا مرض جنون ہنوز موجود ہو تو عورت کو اختیار دیدیا جائے اس پر اگر عورت اسی مجلس تخییر میں فرقت طلب کرے تو قاضی تفریق کر دے۔ کما مر فی الجواب الاول من العالمگیریۃ۔

اور یہ تفریق قاضی نکاح کو بالکل رد کر دینا ہے یعنی نکاح کالعدم متصور ہوگا جیسا کہ کتاب الآثار اور مبسوط سرخسی میں رد کا لفظ موجود ہے اور "فتح القدیر" وغیرہ میں فسخ کا لفظ موجود ہے اور جو شرائط اختیار زوجۂ عنین کے لئے ہیں اور اس سے پہلے مفصل گذر چکی ہیں ان میں سے اکثر شرائط اختیار زوجۂ مجنون کے لئے بھی ہیں جن کا اجمال یہ ہے۔

(الف) نکاح سے پہلے عورت کو خاوند کے مجنون ہونے کا علم نہ ہو۔

(ب) نکاح کے بعد علم ہونے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو۔

(ج) جب مہلت کا سال گذر جانے کے بعد دوبارہ درخواست پر قاضی عورت کو اختیار دے

ع کیونکہ معمولی جنون میں خیار فسخ نہیں ہے۔ کما علمہ مما مر من المبسوط وکتاب الآثار ۱۲ منہ

ع مگر خود مجنون کو حکم سنانا کافی نہیں بلکہ اگر اس کا کوئی ولی ہو تو ولی جواب دہی کرے گا اور ولی ہی کو حکم مہلت کا اور بعد انقضاء مدت تفریق کا حکم سنایا جائے گا اور اگر ولی نہ ہو تو قاضی کسی شخص کو مجنون کی طرف سے جواب دہی کے لئے مختار بنا دے کما قال فی البحر (صفحہ ۱۲۳ جلد ۴ باب العنین) ویفرق بینہما (الی قولہ) بخصومۃ ولی ان کان والا فمن ینصبہ القاضی الخ ۱۲ منہ

ع ولم نر اشتراط کونہا غیر رتقاء وقرناء فی خیار الجنون والظاہر عدم الاشتراط وکذا اشتراط بلوغہا لم نرہ وینبغی ان یشترط ہو وینتظر ان کانت غیر بالغۃ قیاسًا علی زوجۃ العنین والمجبوب، واللہ اعلم ۱۲ منہ +

تو عورت اُسی مجلس میں فرقت اختیار کرلے اگر مجلس برخاست ہوگئی یا عورت خود یا کسی کے اُٹھانے سے کھڑی ہوگئی تو اختیار نہ رہے گا۔ (وهذه الشروط الثلثة وان لم تكن مصرحة في كتبنا الا ان القواعد الكلية المصرحة في المذهب تقتضيها فان امثال هذه الاختيارات تتقيد بالمجلس وتبطل بالعلم قبل العقد وبصريح الرضا بعد العقد وظاهر عبارة العالمگيرية في فتول محمد رح يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول يؤيده والله اعلم)۔

(د) زوجۂ مجنون کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جنون موجب للفسخ کا علم ہوجانے کے بعد اپنے اختیار سے عورت نے جماع یا دواعی کا موقع نہ دیا ہو۔ بخلاف العنين فان المقصود فيه الاختيار والامتحان (وهذا الشرط ايضا غير مصرح في كتبنا ولكن مفاد القواعد عندنا و مصرح في كتب المالكية كما سيأتي من شرح الدردير في الفائدة الآتية)۔

(ہ) زوجۂ عنین کی طرح زوجۂ مجنون بھی اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے میں خود مختار نہیں بلکہ قضائی قاضی شرط ہے اور جس جگہ قاضی موجود نہ ہو وہاں شرعی پنچایت قائم مقام قاضی کے ہوگی جیسا کہ مقدمہ میں گذر چکا ہے ملاحظہ فرمایا جاوے۔

(۳) مہر و عدت کا یہ حکم ہے کہ اگر فسخ نکاح خلوت صحیحہ سے قبل ہوا ہے تب تو مہر بالکل ساقط ہوجاوے گا اور عدت کی بھی ضرورت نہیں اور اگر عیب جنون معلوم ہونے سے پہلے خلوت صحیحہ ہوچکی تھی بعد ازاں علم جنون ہونے پر فسخ نکاح کی نوبت آئی ہے تو پورا مہر لازم رہے گا اور عدت بھی واجب ہوگی۔

(ولم نجده في باب الخيار بالعيوب ولكن حكم الفسخ في باب الخيار بالبلوغ وغيره مصرح في الدر الخ واطلاقه يعم كل فسخ ونصه هذا۔ وفسخ العقد رفعه من الاصل ان جعله كان لم يكن ولو لم يكن حقيقة لم يكن لها مهر فرقة اذا التحق بالعدم من الاصل الى ان قال و ان كان قد دخل بها لا يسقط المهر لان المهر قد تأكد بالدخول فلا يحتمل السقوط

عـ۵ یہ مہر اور عدت کا لزوم اس بنا پر ہے کہ ہم نے قواعد کی رو سے مجنون کی خلوت کو خلوت صحیحہ سمجھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہا نے نائم کی خلوت کو صحیح قرار دیا ہے کما فی العالمگیری (صفحہ ۲۴ جلد ۲ عن القاہریہ) اور مجنون عدم شعور میں نائم سے کم درجہ ہے پس اُس کی خلوت بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگی۔ و نیز فقہا نے جب موانع خلوت میں جنون سے تعرض نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ مانع نہیں ہے لان السكوت في موضع البيان بيان مگر چونکہ صریح جزئیہ نہیں ملا اس واسطے اگر کسی کو اس کے خلاف کتب معتبرہ میں تصریح مل جاوے تو اُس پر عمل کیا جاوے ۱۲ منہ

عـ۶ وثمرة كون فسخها في هذه الصورة انها ان تزوجت به ثانيا ملك الثلاث كما هو حكم الفسخ المصرح به في الدر والشامية (صفحہ ۵۰۳ جلد ۲ باب الولی)۔

بالفرقة الخ وفیہ ایضاً بعد ثلثۃ اسطر تصریح بان المراد من المہر المہر المسمی اھ (صفحہ ۳۳۰ جلد ۲ فصل فی بیان ما یرفع حکم النکاح) قلت ویجب العدۃ ایضاً کما ھو مقتضی الخلوۃ الصحیحۃ وسیأتی التصریح بہذا التفصیل عن المنتقی للباجی المالکی فی التنبیہ الآتی۔

تنبیہ ضروری

امام محمدؒ کا جو مذہب زوجۂ مجنوں کے متعلق اوپر بیان کیا گیا ہے اُس کو امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں اس عنوان سے لکھا ہے باب الرجل یتزوج وبہ العیب اور اُس کے تحت میں یہ عبارت بھی مذکور ہے وکذلک اذا وجدتہ مجنونا موسوسا یخاف علیہا قتلہ او وجدتہ مجذوما منقطعا لا تقدر علی الدنو منہ الخ کتاب الآثار کے عنوان اور عبارت مذکورہ میں لفظ وجدت سے معلوم ہوا کہ یہ حکم زوجۂ مجنون کے نکاح کو فسخ کرنے کا امام محمدؒ کے نزدیک اُس صورت میں ہے جب کہ جنون نکاح سے پیشتر موجود تھا وھو المتبادر من المبسوط للسرخسی وعلیہ یدل عبارۃ الفتح وغیرہ حیث عبروہ بخیار الفسخ والفسخ یختص بعیب موجود قبل العقد بخلاف العنین فانہم استعملوا فیہ لفظ التفریق واللہ اعلم۔

اور جو جنون عقد نکاح کے بعد پیدا ہو گیا ہو اُس کے متعلق امام محمدؒ سے کوئی تصریح نہیں ملی لیکن مالکیہ کے مذہب میں اس کے متعلق یہ تصریح ہے کہ اگر نکاح کے بعد جنون ہو جاوے تب بھی عورت کو علیحدگی کا اختیار ہے (کما فی المدونۃ صفحہ ۱۹۶ جلد ۲) مگر اُن کے نزدیک بھی شرط یہ ہے کہ جنون موجب للفسخ کا علم ہو جانے کے بعد زوجہ نے اپنے اختیار و رضامندی سے شوہر کو جماع یا دواعی جماع یعنی تقبیل ولمس وغیرہ کا موقع نہ دیا ہو کیونکہ اگر اُس نے ایسا کر لیا تو یہ عملی رضا ہو گئی جس کی وجہ سے اس کا اختیار ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ زبان سے رضا کی تصریح کر دینا خیار کو ساقط کرتا ہے۔ (کما قال الخلیل فی مختصرہ الخیار ان لم یسبق العلم او لم یرض او لم یتلذذ

لہ خیار الفسخ ثابت عند المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ بالعیوب الخمسۃ وعند محمدؒ بالثلثۃ منہا لو بالزوج الجنون والجذام والبرص کما مر عن الشافعی فی الجواب الاول ولکنا لم نأخذ منہا الا الجنون لکثرۃ وشدۃ الضرورۃ فیہ ولیس کذلک الجذام والبرص۔ والنساء یصبرن علی الاقامۃ معہما بخلاف الجنون کما یعلم من کثرۃ سوال النساء فی الجنون دون غیرہ ۱۲ منہ

لہ اور اسی جزو کی بنا پر مسئلہ جنون کو اس جزو دوم کے شروع میں فقہ مالکی کی طرف منسوب کیا گیا ہے ۱۲ منہ

وحلف علی نفیہ ببرص وعذیطۃ وجذام الخ وقال شارحہ العلامۃ الدردیر علی قولہ اولم یتلذذ بالمعیب عالما بہ واو بمعنی الواو اذ لابد من انتفاء الامور الثلثۃ اذ لو وجدت او بعضہا لانتفی الخیار الا امرأۃ المعترض (ای الذی لایقدر علی الجماع) اذا علمت قبل العقد او بعدہ باعتراضہ ومکنتہ من التلذذ بہا فلہا الخیار اھ (صفحہ ۳۰۷ جلد ۱)۔

تنبیہ اس شرط مذکور میں اختیار کی قید لگانے سے یہ معلوم ہوگیا کہ اگر مجنون نے بجبر و اکراہ ہمبستری کرلی تو اس سے عورت کا حق خیار ساقط نہ ہوگا چنانچہ عبارت مذکورہ میں مکنتہ کا لفظ اسپر صراحۃ دال ہے نیز جنون کے ساتھ جب للفسخ کی قید سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر ابتدائی جنون کے زمانہ میں (قبل اس کے کہ وہ اُس حد کو پہونچے جس سے حق فسخ حاصل ہوتا ہے (کما مر تفصیلہ فی اوائل الجواب الاول جماع یا دواعی جماع کا تحقق ہوا اور بعد میں جنون بڑھ کر حد مذکور پر پہنچ گیا تو اس صورت میں بھی خیار فسخ ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ عبارت مذکورہ میں عالما بہ کی قید سے ظاہر ہے۔

وصرح ما فی الباب (ای خیار الفسخ بسبب جنون حدث بعد العقد) ما فی المنتقی شرح المؤطا ونصہ ھذا فاما المجنون فقد روی محمد عن مالک للمرأۃ ان ترد الرجل بما یضرھا بہ من الجنون والجذام والبرص۔ وذلک علی وجہین احدھما ان یکون الجنون بہ حین العقد فغرھا من نفسہ فاختارت الطلاق فان کان دخل بہا فلہا الصداق وان لم یبن بہا فلا شئ لہا ووجہ ذلک انہ اذا غرھا من نفسہ بالعنۃ کان لہا الخیار وھذا ابین ضررا فبان یجب لہا الخیار اولی فان کان حدث بہ ذلک (الجنون) بعد العقد فعلی حسب ذلک ان کان (ای الجنون) قبل البناء فلہا ان تطلق نفسہا ولا شئ لہا وان کان بعدہ فلہا جمیع الصداق اھ (صفحہ ۱۲۱ جلد ۴)۔

اور منتقی کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مہر کا حکم جنون حادث بعد العقد میں بھی وہی ہے جو جنون قدیم میں یعنی اگر خلوت صحیحہ سے قبل تفریق ہوئی ہے تو مہر بالکل ساقط ہوگیا اور اگر بعد خلوت ہوئی ہے تو پورا مہر واجب ہے اور عدت کا یہ حکم ہے کہ تفریق قبل الخلوت میں

ف والفرق بین حکم المعترض والمجنون ان تمکین امرأۃ المعترض لایدل علی الرضا بل انما ھو لاختیار حالہ فانہ لایمکن بدون التمکین ودواعی الوطی ولا کذلک امرأۃ المجنون فان الجنون ظاھر فالتمکین ودواعی الوطی بعد العلم بالجنون یدل علی الرضاء بالمقام مع وھو مسقط للخیار واللہ اعلم ۱۲ منہ ✤

واجب نہیں ہوتی اور بعد الخلوت میں واجب ہوتی ہے۔

اب صرف ایک سوال باقی رہا کہ یہ تفریق جو جنون حادث بعد العقد کی وجہ سے ہوتی ہے فسخ ہے یا طلاق اس بارہ میں علامہ خلیل اور شارح دردیر نے تورک کا لفظ استعمال کیا ہے جو ظاہر فسخ کا مرادف ہے اور منتقی کی عبارت مذکورہ میں طلاق کا لفظ ہے لہذا بوقت ضرورت علماء مالکیہ سے تحقیق کر لیا جاوے اور جب تک تحقیق نہ ہو اس تفریق کو طلاق قرار دینا چاہیئے کہ اس میں احتیاط ہے اور ثمرہ طلاق ہونے کا یہ ہے کہ اگر اس عورت سے دوبارہ نکاح ہو جاوے تو خاوند کو صرف دو طلاق کا اختیار ملے گا اگر دو طلاق اور دیدی تو طلاق مغلظہ ہو جاوے گی۔

فائدہ زوجہ مجنون کے فسخ نکاح کے لئے جو شرائط اوپر مذکور ہوئے ہیں اگر وہ شرائط کسی جگہ موجود نہ ہوں تو بنا بر جنون تفریق نہیں ہو سکتی لیکن اگر یہ مجنون کوئی ذریعہ آمدنی نہ رکھتا ہو اور زوجہ کے لئے اپنے نفقہ کی کوئی دوسری سبیل بھی نہیں تو ایسی صورت میں مفتی کے لئے عورت کے اضطرار کی پوری تحقیق ہو جانے اور چند علماء سے مشورہ کے بعد اس فتوے کی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کی بنا پر عدم نفقہ کی وجہ سے قاضی یا اس کا قائم مقام ان دونوں میں تفریق کر دے اور یہ تفریق طلاق رجعی کے حکم میں ہوگی۔ (کما ھو المصرح فی الروایۃ الثانیۃ من فتوی العلامۃ محمد طیب من قول بل لو کان حاضرا وعدمت النفقۃ الخ والروایۃ الاولی۔ والتصریح بکونہ طلاقا رجعیا فی الروایۃ الرابعۃ عشر من فتوی العلامۃ الصالحی حیث قال ان کل طلاق اوقعہ الحاکم فھو بائن الا طلاق المولی والمعسر وسواء اوقعہ الحاکم بالفعل او جماعۃ المسلمین او امر الھایہ انتہی)

لیکن اس میں کامل تدبر سے کام لے کر مذہب مالکیہ کی تمام شرائط کی پابندی ضروری ہے جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ عدم نفقہ کی وجہ سے فسخ نکاح کا حکم اس وقت دیا جا سکتا ہے جبکہ عقد نکاح سے پہلے اس کو خاوند کے فقیر اور نادار ہونے کا علم نہ ہو ورنہ اگر ناداری کا علم ہوتے ہوئے عقد نکاح کیا گیا ہے تو بوجہ عدم نفقہ کے اس کو مطالبہ تفریق کا حق نہ ہوگا۔

کما صرح بہ فی مختصر الخلیل وشرحہ للدردیر من ابواب النفقۃ صفحہ ۱۸۱ جلد ۱ ولفظہ لا ان علمت عند العقد فقرہ فلیس لھا الفسخ ولو ایسر بعد ثم اعسر انتہی۔

اور باقی شرائط اس مسئلہ کی بوقت ضرورت کتب مالکیہ کی مراجعت سے معلوم ہو سکتی ہیں جن کا نام دیباچہ میں گذر چکا ہے۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حکم زوجۂ مفقود

ملقب بہ

نہایۃ المقصود (فی) بیان المفقود

مفقود کو باتفاق جمہور ائمۂ مجتہدین اپنے مال کے بارہ میں اُس وقت تک زندہ تسلیم کیا گیا ہے جب تک اُس کے ہم عمر و ہم قرن لوگ زندہ پائے جائیں جس وقت اُس کی بستی میں اُس کے ہم عمر لوگ ختم ہو جائیں اُس وقت اُس کی موت کا حکم دیا جاتا ہے یعنی قاضی اُس کی موت کا حکم دیدیتا ہے اور اُس کی میراث تقسیم کرنے وغیرہ کی اجازت ہو جاتی ہے۔ اس پر ائمۂ ثلثہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ و مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے۔ کما ھو مصرح فی کتبہم۔

اور امام اعظم، امام شافعی اور بہت سے دوسرے مجتہدین نے زوجۂ مفقود میں بھی یہی حکم باقی رکھا کہ جب تک مفقود کے ہم عمر لوگ ختم نہ ہوں اُس وقت تک وہ زندہ ہے اور سب قاعدہ اُس کی بیوی کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں البتہ بعض صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک زوجۂ مفقود کو اُس کے ہم عمروں کے ختم ہونے سے پیشتر بھی قاضی نکاح کی اجازت دے سکتا ہے یعنی جب کہ اُس مفقود کے ظاہر حال سے اُس کی ہلاکت و موت کا غالب گمان ہو جیسے وہ شخص جو معرکۂ جنگ میں گم ہو گیا یا ایسی مرض کی حالت میں نکل گیا ہو جس میں موت کا گمان غالب ہے یا سمندر میں سفر گیا ہو (اور ساحل پر پہونچنے کا پتہ نہ چلا ہو) اس قسم کی صورتوں میں اتنا انتظار کر کے موت کا حکم دیدیا جائے گا کہ جس میں حاکم کو مفقود کے فوت ہو جانے کا غلبۂ ظن ہو جائے اور اس حکم بالموت کے بعد اُس کی عورت کو عدت وفات گذار کر نکاح کر لینا جائز ہو جائے گا۔

کما فی الشامیۃ تحت قول الدر (واختار الزیلعی تفویضہ الی الامام) قال فی الفتح فای وقت رأی المصلحۃ حکم بموتہ (الی ان قال) ومقتضاہ انہ یجتہد ویحکم القرائن الظاہرۃ الدالۃ علی موتہ وعلی ھذا یستثنی ما فی جامع الفتاوی حیث قال واذا فقد فی المہلکۃ فموتہ غالب فیحکم بہ کما اذا فقد فی وقت الملاقاۃ مع العدو او قطاع الطریق او سافر علی المرض الغالب ھلاکہ او کان سفرہ فی البحر واما اشبہ ذلک حکم بموتہ

لانہ الغالب فی ھذہ الحالات وان کان بین احتمالین واحتمال موتہ ناشئ عن دلیل لا احتمال حیاتہ لان ھذا الاحتمال کاحتمال ما اذا بلغ المفقود مقدار ما لا یعیش علی حسب ما اختلفوا فی مقدارہ نقل عن الغنیۃ انتہی مافی جامع الفتاوی وافتی بہ بعض مشائخ مشائخنا وقال انہ افتی بہ قاضی زادہ صاحب بحر الفتاوی لکن لا یخفی انہ لابد من مضی مدۃ طویلۃ حتی یغلب علی الظن موتہ لا بمجرد فقدہ عند ملاقاۃ العدو اوسفر البحر ونحوہ (ص۱۱۰ جلد ۳)۔

اور اس قسم کی صورتوں کے علاوہ فقہ حنفی میں زوجہ مفقود کے واسطے اس کے سوا کوئی گنجائش نہیں کہ مفقود کے ہم قرن لوگوں کے ختم ہونے پر قاضی اُس کی موت کا حکم کردے اور بعد ازاں عورت عدت وفات گذار کر نکاح کرلے۔

لیکن امام مالکؒ نے چند شرائط کیساتھ جن کی تفصیل عنقریب آتی ہے ہر حال میں (یعنی ہلاک مظنون ہو یا نہ ہو) مفقود کی بیوی کو حکم حاکم کے بعد چار سال انتظار کرکے عدت گذرنے پر دوسرا نکاح کرنیکی اجازت دیدی ہے۔ اور امام احمدؒ نے بھی مفقود کی بعض صورتوں میں چار سال کی مدت کو اختیار فرمایا ہے کما فی المغنی (ص۱۰۴۳ ج۲)

اور ہر چند کہ حنفیہ کا مذہب از روئے دلیل نہایت قوی اور غایت احتیاط پر مبنی ہے مگر فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ میں سے بھی بعض متاخرین[ع] نے وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر فرماتے ہوئے اس مسئلہ میں حضرت امام مالکؒ کے مذہب پر فتویٰ دیدیا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے درمنتقی سے قہستانی کا (جو چوتھی صدی کے مشائخ حنفیہ میں ہیں) قول نقل کیا ہے لو افتی بہ فی موضع الضرورۃ لاباس بہ علی ما اظن (ص۱۱۰ جلد ۳) اور ایک عرصہ سے ارباب فتویٰ اہل ہند و بیرون ہند تقریباً سب نے اسی قول فتویٰ دینا اختیار کرلیا ہے اور یہ مسئلہ اس وقت ایک حیثیت سے فقہ حنفی ہی میں داخل ہوگیا لیکن جب تک عورت صبر کرسکے اُس وقت تک اصل مذہب حنفی پر عمل کرنا لازم ہے۔ ہاں بوقت ضرورت شدیدہ کہ خرچ کا انتظام نہ ہوسکے یا بوجہ خوف معصیت کے بیٹھنا مناسب نہ سمجھا جاوے اُس وقت مذہب مالکیہ پر عمل کرنے میں مضائقہ نہیں اور ایسے ہی مواقع کے لئے یہ فتویٰ مرتب کیا گیا ہے مگر کسی مسئلہ میں دوسرے امام کا مذہب لینے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اُس مسئلہ میں اُس امام کے نزدیک جو شرطیں ہوں اُن سب کی رعایت کی جاوے۔ لما فی الدر المختار من ان الحکم الملفق باطل بالاجماع وقال الشامی تحتہ مثالہ متوضئ سال من بدنہ دم ولمس امرأۃ ثم صلی فان صحۃ ھذہ الصلوۃ ملفقۃ من مذھب الشافعی رح والحنفی والتلفیق باطل فصحتہ منتفیۃ اھ۔

ع تین صدی تک کے فقہائے کرام کو متقدمین کہا جاتا ہے اور چوتھی صدی سے متاخرین کا اطلاق آتا ہے۔ کما فی شفاء العلیل من رسائل ابن عابدین (ص۱۱۰ ج۱) اور قہستانی کی پیدائش ۳۵۳ھ ہے ۱۲ منہ

وایضاً قال الشامی عن الشرنبلالی تحت قول الدر (وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقاً) وانہ یجوز لہ العمل بما یخالف ما عملہ علی مذہبہ مقلداً فیہ غیر امامہ مستجمعاً شروطہ اھ۔ لہذا اس مسئلہ مفقود میں مالکیہ کی تمام شرائط کا معلوم کرنا لازم ہوا اور شامی وغیرہ علمائے احناف نے اس کے متعلق جو مذہب مالکیہ نقل کیا ہے وہ محض اجمال تھا اور مسئلہ کی پوری تنقیح اور اس کے تمام قیود و شرائط علمائے مالکیہ ہی سے معلوم ہو سکتے تھے اس لئے اس ضرورت کا احساس کر کے مالکی المذہب ارباب الفتویٰ کی خدمت میں مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً) مفصل استفتاء بھیجا گیا وہاں کے متعدد علماء محققین نے نہایت تفصیل و توضیح کے ساتھ جوابات تحریر فرمائے لیکن پھر اُن میں کچھ شبہات باقی رہے اور بعض نئے سوالات پیدا ہوئے اس لئے مکرر اُن حضرات کو تکلیف دی گئی۔ مکرر جوابات کے بعد بھی کچھ اور سوالات کی ضرورت ہوئی تو سہ بارہ اُن کی خدمت سوالات بھیج کر جوابات حاصل کئے۔ یہ تمام مراسلت کتبخانہ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں محفوظ ہے اور ان فتاویٰ کا مجموعہ آخر رسالہ میں ملحق کر دیا گیا ہے۔ ان فتاویٰ کی جس جس عبارت سے جائے سوالات کا جواب نکلتا ہے اُن سب پر الفاظ سے نمبر شمار ڈال دیئے گئے ہیں۔ اور جوابات مندرجہ ذیل میں اُن عبارات کے حوالہ پر اکتفا کیا گیا ہے کیونکہ عوام کو تو عربی عبارات کی ضرورت نہیں اور اہل علم اُس نمبر کے حوالہ سے آخر رسالہ میں استدلال کی عبارت خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اب سوالات اور جوابات اردو میں یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

سوالات

کیا فرماتے ہیں علمائے مالکیہ مسائل ذیل میں

(اوّل) جو شخص مفقود الخبر (لاپتہ) ہو اور باوجود تحقیق و تفتیش کے اُس کا حال معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا کیا اُس کی زوجہ کے لئے حق ہے کہ وہ کسی طرح اپنے کو اُس کی زوجیت سے نکال کر دوسرا نکاح کر سکے اگر یہ حق ہے تو کیا اُس کو کچھ مدت انتظار کرنے کی ضرورت ہے یا بلا مہلت اُس کو اختیار دیدیا جائے گا۔

(دوم) اگر مہلت دی جائے گی تو اُس کی ابتدا کب سے شمار ہوگی مرافعہ اور مخاصمہ کے وقت سے یا گم ہونے کے وقت سے یا حکم حاکم کے بعد سے۔

(سوم) کیا زوجہ مفقود فسخ[۵] نکاح میں خود مختار ہے یا قضائے قاضی شرط ہے۔ اور صورت فسخ کی کیا ہوگی

---

[۵] فسخ نکاح سے اس جگہ فسخ اصطلاحی مراد نہیں بلکہ محاورات اردو کے موافق فسخ کا لفظ اختیار کیا گیا اور بغرض تفہیم عوام اس رسالہ میں اکثر مواقع میں لفظ فسخ ہی کا اطلاق کیا گیا ہے ۱۲ منہ

(چہارم) اگر قضائے قاضی شرط ہے تو کیا قاضی پر بھی یہ بات لازم ہے کہ پہلے مفقود کی خود تفتیش و تلاش کرے جب اُس کو مایوسی ہو جاوے اُس وقت زوجہ کو کوئی مہلت وغیرہ دے یا عورت اور اُس کے اولیا کا تلاش کر لینا کافی ہے۔

(پنجم) جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے ہندوستان وغیرہ وہاں اس کی کیا صورت کی جائے۔

(ششم) مفقود کا حکم دار الحرب اور دار الاسلام میں یکساں ہے یا مختلف اگر مختلف ہے تو پھر ہندوستان جیسے ممالک جن میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں وہ دار الاسلام سمجھے جاویں گے یا دار الحرب۔ (اعینونا اعانکم اللہ تعالیٰ)۔

جوابات

(جواب سوال اوّل) زوجۂ مفقود کے لئے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے کی دار الاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مرافعہ کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا (اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہادت بالتسامع بھی کافی ہے یعنی شہرت عام کی بنا پر بھی شہادت دی جا سکتی ہے۔

کما فی المنتقی للباجی المالکی (صفحہ ۳۰۰ جلد ۵ کتاب الاقضیۃ) (فرع) واما النکاح ففی العتبیۃ عن سحنون قال جل اصحابنا یقولون فی النکاح اذا استنشر خبرہ فی الجیران ان فلانا تزوج فلانۃ وسمع الزفاف فلہ ان یشہد ان فلانۃ زوجۃ فلان الخ۔ اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود و لاپتہ ہونا ثابت کرے بعد ازاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش و تلاش کرے۔ اور جب پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے۔ پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا اور نیز ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور اب چار سال گذرنے کے بعد دوبارہ قاضی کی عدالت میں درخواست دینا اور عدت وفات کے لئے حکم حاصل کرنا مالکیہ کے نزدیک ضروری نہیں بلکہ قضائے قاضی صرف اوّل بار بوقت تاجیل ضروری ہے۔

کما صرح بذلک فی شرح الدردیر (صفحہ ۴۰۰ جلد ۱) حیث قال الخلیل فیؤجل الحر اربع سنین (الی قولہ) ثم اعتدت عدۃ الوفاۃ وسقطت بہا النفقۃ والیحتاج فیہا لاذن وقال الدردیر تحتہ۔ لاذن من الحاکم لان اذنہ حصل بضرب الاجل اولاً اھ

ویأتی فی الروایۃ السابعۃ من فتوی العلامۃ محمد طیب بن اسحٰق مفتی المالکیۃ بالمدینۃ المنورۃ۔ مگر احتیاط اس میں ہے کہ جب وہ چار سال جو قاضی نے مقرر کئے تھے ختم ہو چکیں تو دوبارہ درخواست دے کر قاضی سے حکم بالموت بھی حاصل کر لیا جائے تاکہ مذہب حنفیہ کی حتی الوسع رعایت ہو جاوے لیکن جس جگہ قاضی وغیرہ کی طرف دوبارہ مرافعہ زیادہ دشوار ہو وہاں بغیر مرافعہ ثانی کے ہی عمل کر لینے میں مضائقہ نہیں۔

یہ حکم مذکور تو دار الاسلام میں تھا اور دار الحرب میں زوجۂ مفقود کا جمہور مالکیہ کے نزدیک تو وہی حکم ہے جو حنفیہ کے نزدیک ہے یعنی جب تک اُس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اُس وقت تک اُس کی بیوی کے لئے اُس کے نکاح سے جدا ہونے اور دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں کما فی الروایۃ الثالثۃ من فتوی العلامۃ سعید بن صدیق مفتی المالکیۃ بالمدینۃ الطاہرۃ زادھا اللہ شرفاً واجلالاً۔ (اور بعض حضرات نے اُس کی مدت عمر طبعی کے لحاظ پر متعین بھی کر دی ہے جس میں مختلف اقوال ہیں بعض کے نزدیک نوے برس بعض کے نزدیک پچھتر سال بعض کے نزدیک ستر سال وغیر ذلک ولکن الاولی ان یفوض الی رأی اھل الخبرۃ واھل العلم بحال من صحۃ وسقم وقوۃ وضعف) مگر اشہب نے (جو امام مالک کے ممتاز شاگردوں میں ہیں اور فقہائے مالکیہ میں بلند پایہ رکھتے ہیں) دار الحرب میں بھی زوجۂ مفقود کا وہی حکم رکھا ہے جو دار الاسلام میں گذر چکا کما ذکرہ ابن رشد فی مقدماتہ (مدونہ صفحہ ۱۵۷ جلد ۲) حیث قال واما المفقود فی بلاد الحرب فحکمہ حکم الاسیر لا تزوج امرأتہ ولا یقسم مالہ حتی یعلم موتہ او یأتی علیہ من الزمان ما لا یحیی الی مثلہ فی قول اصحابنا کلھم حاشا اشہب فانہ حکم لہ بحکم المفقود فی المال والزوجۃ جمیعاً اھ۔

(جواب سوال دوم) حاکم جو چار سال کی مدت انتظار کیلئے مقرر کرے گا اُس کی ابتدا اُسوقت سے

عہ کیونکہ اُن کے نزدیک مفقود کے تمام ہم عمروں کے ختم ہو جانے پر بھی حکم بالموت حاصل کرنا شرط ہے۔ کما فی الدر عن القنیۃ انہ انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر مجتہد فیہ فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ اھ اور مقتضائے قواعد واحتیاط ہونے کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی بھی یہی ہے کہ عورت کی دوبارہ درخواست پر موت مفقود کا حکم کر کے عدت وفات گذارنے کا حکم دیا تھا اور مسئلہ مفقود میں مالکیہ کے مذہب کی اصل حضرت عمرؓ ہی کا فیصلہ ہے پھر نہ معلوم اس جزو میں کیوں خلاف کرتے ہیں۔ وغیر عنین کو قاضی کی طرف سے سال بھر کی مہلت ملنے کے باوجود بھی زوجہ عنین کو اُس سال کے گذر جانے پر دوبارہ درخواست دینی پڑتی ہے اس میں حنفیہ کے ساتھ مالکیہ بھی متفق ہیں پس نہ معلوم اُنہوں نے عنین و مفقود میں کیا فرق سمجھا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

لے جاوے تو اس وقت حاکم خود بھی تفتیش کرکے پتہ چلنے سے مایوس ہوجائے اور قاضی کی عدالت میں پہونچنے اور اُس کی تفتیش سے قبل خواہ کتنی ہی مدت گذر چکی ہو اُس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

کما فی اول الفتوی من العلامۃ سعید بن صدیق المالکی ویؤیدہ باوضح وجہ ما فی الروایۃ العشرین من العلامۃ الموصوف۔

(جواب سوال سوم) زوجۂ مفقود کسی صورت میں اُس کے نکاح سے خارج ہونے میں خود مختار نہیں بلکہ ہر حال میں قضائے قاضی شرط ہے۔ کما ھو مصرح فی الروایۃ العشرین من الامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اور صورت مرافعہ اور فسخ کی سوال اوّل کے جواب میں گذر چکی ہے۔

(جواب سوال چہارم) ہاں قاضی پر بھی ضروری ہے کہ صرف عورت اور اُس کے اولیا کی تفتیش اور اُن کے بیان پر اکتفا نہ کرے بلکہ خود بھی تلاش کرائے اور تلاش کرنے کی صورت یہ ہے کہ قاضی و حاکم کو جہاں جہاں مفقود کے جانے کا غالب گمان ہو وہاں وہاں آدمی بھیجا جاوے۔

کما فی شرح الدردیر (صفحہ ۲۹۹ جلد ۱) من حین العجز عن خبرہ بالبحث عنہ فی الاماکن التی یظن ذھابہ الیھا من البلد ان بان یرسل الحاکم رسولا بکتاب الحاکم تلک الاماکن مشتمل علی صفۃ الرجل وحرفتہ ونسبہ لیفتش عنہ فیھا اھ۔

(اور جس جگہ جانے کا گمان غالب نہ ہو صرف احتمال ہو وہاں اگر خط کو کافی سمجھے تو وہاں خطوط بھیجکر تحقیق کرے اور اگر اخبار میں شائع کردینے سے خبر ملنے کی امید ہو تو یہ بھی کرے۔ الغرض تفتیش میں پوری کوشش اور جہد بلیغ کرے کما لا یخفی) اور جب تلاش کے بعد پتہ ملنے سے مایوسی ہوجائے اُس وقت مذکورۃ الصدر طریق پر چار سال کے مزید انتظار کا حکم کرے۔ کما فی الروایۃ العشرین من فتوی العلامۃ سعید بن صدیق مفتی المالکیۃ بالمدینۃ المنورۃ۔

اور تفتیش کے مصارف کی بابت فقہائے مالکیہ میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ عورت کے ذمہ ہے اور بعض نے کہا بیت المال کے ذمہ اور بعض کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر زوجہ کے پاس مال ہو تو مصارف تفتیش اُس کے ذمہ ہونگے۔ ورنہ بیت المال کے ذمہ۔ کما فی الروایۃ الخامسۃ من فتوی العلامۃ الفاھانی[عہ] (اور جس جگہ بیت المال نہ ہو جیسے ہندوستان وغیرہ اگر ان مواقع میں حکومت مصارف برداشت کرے تو بہتر ہے ورنہ مسلمانوں سے چندہ کرلیا جائے)۔

لہ وھذا القول الثالث اعدل الاقاویل عندنا واللہ اعلم ۱۲ منہ

عہ افسوس کہ علامہ موصوف اس فتوی کی اشاعت سے قبل ہی رحلت فرما ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲ منہ

قاضی شرعی نہ ہو تو اُس کا قائم مقام کون ہو سکتا ہے

(جواب سوال پنجم) جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے اسلامی ریاستوں کے علاوہ ہندوستان کے تمام شہروں کا حال ہے تو وہاں وہ حکام جو گورنمنٹ کی طرف سے اِس قسم کے معاملات کے تصفیہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور فیصلہ شریعت کے موافق کریں تو اُن کا فیصلہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے جیسا کہ اِس جزو دوم کے مقدمہ میں مفصل گذر چکا ہے۔

اور اگر مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا اُس کی عدالت سے فیصلہ شریعت کے موافق نہ ہوتا ہو تو پھر مذہب مالکیہ کے موافق دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت پنچایت کر کے حسب بیان مذکور تحقیق کرے اور تحقیق کامل کے بعد فیصلہ صادر کرے تو یہ فیصلہ بھی قضائے قاضی کے حکم میں ہو جاوے گا لیکن پنچایت کا اُن شرائط کے موافق ہونا ضروری ہے جو مقدمہ میں گذر چکی ہیں وہاں دیکھ لیا جاوے۔

(تتمہ ہذا الجواب) اگر زوجہ مفقود ایسی جگہ چلی جاوے جہاں قاضی شرعی یا مسلمان حاکم موجود ہو اور اُس کے پاس مقدمہ دائر کرے تو اُس کا فیصلہ بھی زوجہ مفقود کے لئے کافی ہے۔ فانہا اذا دخلت فی بلد القاضی دخلت تحت ولایتہ واما المفقود فالولایۃ علیہ لیست بشرط کما لا یخفی۔

لیکن زوجہ مجنوں یا زوجہ عنین تنہا کسی قاضی کے علاقہ میں چلی جائے تو قاضی کا فیصلہ

ع اگر کوئی شبہ کرے کہ مفقود الخبر جس جگہ کا باشندہ ہے وہاں کے قاضی کی ولایت گو اس وقت تو اُس پر ثابت نہیں ہے مگر بیشتر اُس پر ولایت تھی اس واسطے ولایت اصلیہ کی بنا پر وہاں کے قاضی کی قضا نافذ ہو سکتی ہے اور جس قاضی کی ولایت میں اوّل ہی سے نہ تھا اُس کی قضا نافذ نہ ہونا چاہیئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نفاذ قضا کے لئے ولایت حال شرط ہے ولایت سابقہ معتبر نہیں پس سب جگہ کے قاضی مفقود کے بارہ میں یکساں شمار ہوں گے۔

وھذا الباقی رد المحتار (۵۱۵ جلد ۲ باب الولی) تحت قول الدر (صغیرۃ زوجت نفسہا ولا ولی ولا حاکم ثمہ توقف ونفذ باجازتہا بعد بلوغہا لان لہ مجیزا وھو السلطان) قولہ (ولا حاکم ثمہ) ای فی موضع العقد قولہ (توقف الخ) ھذا مبنی علی کفایۃ ذلک المکان تحت ولایۃ السلطان وان لم یکن تحت ولایۃ قاض وعلیہ فبطلان العقد یتصور فیما اذا کان فی دار الحرب او البحر او المفازۃ ونحو ذلک بخلاف القری والامصار ویدل علیہ ما فی الفتح فی فصل الوکالۃ بالنکاح حیث قال وما لا مجیز لہ ای ما لیس لہ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۵۴)

معتبر نہ ہوگا بلکہ یہ ضروری ہے کہ مجنون و عنین بھی اُس قاضی کے علاقہ میں ہوں۔

(جواب سوال ششم) مفقود کا حکم دار الحرب اور دار الاسلام میں مختلف ہے جیسا کہ سوال اوّل کے جواب میں مفصل گذر چکا۔

مگر علماء مالکیہ کے فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان و مصر و شام وغیرہ ممالک کہ جن میں باوجود حکومت کافرہ مسلط ہو جانے کے شعائر اسلام ہنوز قائم ہیں اُن سب میں مفقود کا حکم وہی ہے جو دار الاسلام میں ہے۔ بلکہ جس دار الحرب میں شعائر اسلام بھی موجود نہ ہوں مگر وہاں مسلمانوں کو صلح وغیرہ کی وجہ سے آنا جانا اور تفتیش کرنا ممکن ہو تو اُس دار الحرب میں بھی مفقود کا وہی حکم ہے جو دار الاسلام میں ہے۔ پس اصل بنا امکان تفتیش ہے۔

اس لئے ہندوستان کے دار الحرب ہونے میں جو علماء کا اختلاف ہے اُس کا اس مسئلہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ اور زوجہ مفقود کو ان ممالک میں چار سال کی مہلت کے بعد عدت وفات گذار کر نکاح ثانی کا اختیار دیدیا جاوے گا

کما فی الروایۃ الخامسۃ للعلامۃ
الفاھاشم والخامسۃ والعشرین
للعلامۃ الطیب

ہندوستان وغیرہ ممالک میں مفقود کا حکم دار الاسلام ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳) من یقدر علی الاجازۃ یبطل کما اذا کانت تحتہ حرۃ فزوجہ الفضولی امۃ او اخت امرأتہ او خامسۃ او زوجۃ معتدۃ او مجنونۃ او صغیرۃ یتیمۃ فی دار الحرب او اذا لم یکن سلطان ولا قاض لعدم من یقدر علی الامضاء حال العقد فوقع باطلا اھ چونکہ اس روایت میں مجنونۃ او صغیرۃ فی دار الحرب عام ہے اس کو کہ وہ مجنونہ یا صغیرہ اوّل ہی سے دار الحرب میں ہو یا پیشتر دار الاسلام میں تھی اور اب دار الحرب میں چلی گئی اس عموم کی وجہ سے ثابت ہوا کہ ثابت سابقہ کا اعتبار نہیں ورنہ اُس مجنونہ اور صغیرہ میں جو دار الاسلام سے گئی ہو اعتبار ہوتا۔ ونیز قول شامی ای فی موضع العقد اور ذلک الممکان تحت ولایۃ السلطان کے لفظ سے واضح ہے کہ ولایت کے لئے سلطان و قاضی کے علاقہ میں ہونا شرط ہے۔ اور مالکیہ نے تو اس کی بہت ہی صاف تصریح کی ہے چنانچہ شرح دردیر میں ہے (ولا یزوج) القاضی (امرأۃ) ای لا یتولی عقد نکاحہا حیث لا ولی لہا الا الحاکم (لیست بولایتہ) بان کانت خارجۃ عنہا اذ لا ولایۃ علیہا وان کان اصلہا من اھلہا اھ (صفحہ ۲۹۹ جلد ۲)۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ +

واپسی مفقود کے احکام

سوالات

(ا) اگر مفقود بعد حکم بالموت یا بعد نکاح ثانی قبل صحبت واپس آجائے دوسرے خاوند سے صحبت وغیرہ ہو چکنے کے بعد واپس آجائے تو مفقود کو عورت ملے گی یا نہیں اور سب صورتوں کا ایک ہی حکم ہے یا مختلف۔

(۲) دوسرے خاوند سے صرف نکاح یا نکاح اور صحبت دونوں ہو جانے کے بعد مفقود کے واپس آنے پر اگر زوجہ اُس کو مل جاتی ہو تو اُس کے متعلق چند سوالات مفصلہ ذیل ہیں۔

(الف) کیا پہلے خاوند کو تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی یا ویسے ہی پہلا نکاح قائم سمجھا جائے گا۔

(ب) درصورت تجدید نکاح تجدید مہر کی بھی ضرورت ہوگی یا نہیں۔

(ج) اس صورت میں دوسرے خاوند کی عدت بھی واجب ہوگی یا نہیں۔ اور اگر واجب ہوگی تو کتنے ایام اور یہ عدت شوہر ثانی کے مکان پر گذاری جائے گی یا شوہر اوّل کے۔

(د) دوسرے شوہر کے ذمہ جو مہر تھا اُس کا ادا کرنا واجب رہے گا یا نہیں۔

(ہ) اگر زوج ثانی سے اولاد ہو چکی ہو یا تفریق کے بعد زمانہ عدت میں ہو جاوے تو اس اولاد کا نسب کس سے ثابت ہوگا۔ پہلے خاوند سے یا دوسرے سے۔

الجواب

(ا) وہ مفقود جس پر مرافعہ و تفتیش کے بعد چار سال تک انتظار کر کے قاضی نے موت کا حکم کر دیا ہے اگر حکم بالموت کے بعد واپس آجائے تو اُس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ شوہر ثانی کے ساتھ خلوت صحیحہ ہونے سے پہلے پہلے آجاوے خواہ عدت وفات کے اندر یا بعد۔ اور خواہ نکاح ثانی سے پہلے یا بعد۔

اور دوسری صورت یہ کہ ایسے وقت واپس آئے جب کہ عدت وفات گذارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کر چکی اور خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ہو۔ ان میں سے پہلی صورت کا حکم بالاتفاق یہ ہے کہ زوجہ

شوہر اول ہی کے نکاح میں بدستور سابق رہے گی۔ دوسرے خاوند کے پاس نہیں رہ سکتی۔

کما فی مجموع الروایۃ الرابعۃ عشر والخامسۃ عشر والرابعۃ والثلثین من فتوی العلامۃ الصالح۔

اور دوسری صورت میں مالکیہ کا تو مشہور مذہب یہی ہے کہ زوجہ دوسرے خاوند کے پاس رہے گی۔ شوہر اول کا اب اس سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ کما فی الروایۃ الخامسۃ عشر من فتوی العلامۃ الصالح مع الروایۃ السابعۃ والعشرین من العلامۃ طیب بن اسحق المدنی۔ گو علامہ شعرانیؒ نے میزان میں لکھا ہے۔

ولہ روایۃ اخری انہا للاول بکل حال ومع قول الشافعی فی ارجح القولین ان النکاح الثانی باطل (ای اذا قدم المفقود)۔ (صفحہ ۱۲۴ جلد ۲)۔

لیکن امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مذہب اس بارہ میں یہ ہے کہ اگر مفقود حکم بالموت کے بعد بھی واپس آجاوے تو اُس کی عورت ہر حال میں اُسی کو ملے گی خواہ عدت وفات کے اندر آجاوے یا بعد انقضائے عدت اور خواہ نکاح ثانی اور خلوت وصحبت کے بعد آئے یا پہلے۔

کما صرح بہ شمس الائمۃ فی المبسوط حیث قال وقد صح رجوعہ (یعنی عمر رض) عن الی قول علی رض فانہ (ای علیا رض) کان

ع ایک ضروری بات قابل تنبیہ یہ ہے کہ مالکیہ کے مذہب مشہور میں بھی زوج ثانی سے ہمبستری کے بعد شوہر اول کا حق فوت ہو جانے کی ایک شرط ہے جس کا علمائے مدینہ کے فتاویٰ میں تذکرہ نہیں ہے نہ معلوم اُس کا ذکر کس وجہ سے رہ گیا ورنہ اُن کی معتبر و مستند کتاب میں موجود ہے۔

وہ شرط یہ ہے کہ دوسرے خاوند کو اس بات کی خبر نہ ہو کہ اس عورت کا خاوند لاپتہ ہے۔ اور اگر خبر ہو کہ اس کا خاوند لاپتہ ہے تو پھر شوہر ثانی کے دخول و ہمبستری کے بعد واپس آنے پر بھی شوہر اول کا نکاح باقی رکھا جائے گا اور اُسی کو مل جاوے گی۔ کما صرح بہ فی مختصر الخلیل وشرحہ للعلامۃ الدردیر (صفحہ ۴۰۰ جلد ۱) فتکون للمفقود فیما اذا جاء او تبین حیاتہ او موتہ فی العدۃ او بعدہا وقبل عقد الثانی او بعدہ وقبل تلذذہ بہا او بعدہ عالما بما ذکر وتفوت علیہ وتکون للثانی ان تلذذ بہا غیر عالم اھ۔ پس مذہب مشہور کی بنا پر یعنی صرف اُس جگہ مالکیہ کو اختلاف ہوگا جہاں شوہر ثانی کو خبر نہ ہو کہ یہ زوجہ مفقود ہے وھو نادر (۱۲ منہ)

ع فان قال قائل اذا رجع عمر رض عن مذہبہ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

یقول تردالی زوجہا الاول ویفرق بینہا وبین الآخر ولہا المہر بما استحل من فرجہا ولا یقربہا الاول حتی تنقضی عدتہا من الآخر وبہذا کان یأخذ ابراہیم فیقول قول علی رض احب الی من قول عمر رض وبہ ناخذ ایضاً (صفحہ ۳۷ جلد ۱۱) وفی میزان الشعرانی (صفحہ ۱۳۴ جلد ۲) ومن ذلک قول ابی حنیفۃ رح ان المفقود اذا قدم بعد ان تزوجت زوجتہ بعد التربص یبطل العقد وہی للاول وان کان الثانی وطئہا فعلیہ مہر المثل وتعتد من الثانی ثم ترد الی الاول اھ۔

اور حنفی کے لئے غیر حنفیہ کے مذہب پر فتویٰ دینا سخت ضرورت کے وقت جائز ہے جیسے تاجیل زوجہ مفقود وغیرہ کی صورتیں۔ لیکن واپسی مفقود کی صورت میں دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں۔

لہذا اس صورت ثانیہ میں بھی (یعنی جب کہ واپسی مفقود سے قبل شوہر ثانی خلوت صحیحہ بھی کر چکا ہو تب بھی) زوجہ اپنے خاوند سابق ہی کے نکاح میں رہے گی۔ شوہر ثانی کے پاس رہنا جائز نہیں کیونکہ شوہر اول کی واپسی سے نکاح ثانی باطل قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

(۲) سوال اول کے جواب میں مبسوط کی جو عبارت درج کی گئی ہے اس سے سوال ہذا کے پانچوں اجزاء کا جواب نکل آیا۔

یعنے

(الف) پہلا نکاح قائم رہے گا تجدید نکاح کی ضرورت نہیں اگرچہ دوسرے خاوند سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فکیف یسوغ للمالکیۃ القول بمذہب السابق المرجوع عنہ قلنا الرجوع مختلف فیہ۔ ای صح الرجوع عند الاحناف ولم یصح عند المالکیۃ کما قال ابن قدامۃ فی کتابہ المسمی بالمغنی (صفحہ ۱۳۲ جلد ۹) قال لا نلزم قلت (لمالک رح) فروی من وجہ ضعیف ان عمر رض قال بخلاف ہذا قال لا الا ان یکذب انسان اھ ۱۲ منہ (حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا)

لہ وما فی العالمگیریۃ (صفحہ ۱۷۶ جلد ۳) عن التاتارخانیۃ فان عاد زوجہا بعد مضی المدۃ فہو احق بہا وان تزوجت فلا سبیل لہ علیہا اھ فلا یعول علیہ فی مقابلۃ تصریح المبسوط واللہ اعلم ۱۲ منہ

صحبت کی ہو چکی ہو۔ وھو المستفاد من قولہ ترد الی زوجہا الاول ومن قولہ ولا یقربہا الاول الخ۔

(ب) ظاہر ہے کہ جب تجدید نکاح ہوا تو پھر تجدید مہر کہاں۔

(ج) دوسرے شوہر کی عدت گذارنا واجب ہے جب تک عدت ختم نہ ہو اس وقت تک شوہر اول کو اس کے پاس جانا ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ پوری احتیاط لازم ہے۔

(وھو المصرح فی قولہ ولا یقربہا الاول حتی تنقضی عدتہا من الآخر)۔

اور عدت میں جو تفصیل دوسرے مواقع میں ہے وہ یہاں بھی ہوگی یعنی اگر حاملہ ہے تو وضع حمل ورنہ تین حیض۔ باقی رہا یہ سوال کہ زمانہ عدت کہاں گذارے سو اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر اول کے ہاں گذارے گی۔

لانہا بمنزلۃ الموطوءۃ بالشبہۃ کما قال شمس الائمۃ فتوقنا ان الصحیح انہا زوجۃ الاول ولکن لا یقربہا لکونہا معتدۃ الغیر کالمنکوحۃ اذا وطئت بشبہۃ (مبسوط صفحہ ۳۷ جلد ۱۱)۔

وفی الدر المختار (باب العدۃ صفحہ ۱۰۰ شامی جلد ۲) وللموطوءۃ بشبہۃ ان تقیم مع زوجہا الاول وتخرج باذنہ فی العدۃ لقیام النکاح بینہما انما حرم الوطی الخ ونقل الشامی عن کافی الحاکم ان امرأۃ رجل لو تزوجت (الخ) ودخل بہا الزوج (الثانی) ثم فرق بینہما وردت الی زوجہا الاول کان لہا ان تتشوف الی زوجہا الاول وتتزین لہ وعلیہا عدۃ الآخر ثلث حیض اھ واللہ سبحانہ اعلم (صفحہ ۱۰۲۵ آخر فصل الحداد)۔

(د) اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر جو بوقت نکاح مقرر کیا گیا تھا ادا کرنا واجب ہوگا۔

وھو المستفاد من قولہ ولہا المہر بما استحل من فرجہا ولم یصرح ان المراد من المہر المہر المسمی او مہر المثل لکن المتبادر عند الاطلاق ھو المہر المسمی وایضا ما مر فی حکم المجنون من انہ اذا فسخ النکاح بعد الدخول

لہ ودواعیہ ملحقۃ بہ کما ھو الظاہر ۱۲ منہ لہ ای تنظر کذا فی القاموس ۱۲ منہ

یجب المہر المسمی یؤید ما قلنا وما فی المیزان للشعرانی من ان ما علیہ من المثل فلا یتقید بروایۃ ولا یعتضد بالقواعد والدرایۃ فیما نعلم بل ظاہر المبسوط والبدائع یخالفہ کما مر انفا واللہ اعلم

اور اگر خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو تو اس صورت میں مہر کا حکم صراحۃً نظر سے نہیں گذرا مگر قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں مہر المثل نہ ملے گا۔

لان رفع نکاح الزوج الثانی کالفسخ وفی الفسخ قبل الخلوۃ لا یجب شئی من المہر کما مر عن البدائع فی حکم زوجۃ المجنون وایضا لفظ المبسوط بما استحل من فرجہا یشیر الی ان مجرد النکاح لا یوجب المہر واللہ اعلم

(۵) اس اولاد کا نسب دوسرے خاوند سے ثابت ہوگا۔

کما صرح بہ العلامۃ الشامی فی رد المحتار (باب المفقود صفحہ ۳۷۱ جلد ۳)

والیہ ذہب المالکیہ رح ایضا کما صرح بہ فی الروایۃ الثالثۃ والثلاثین من فتوی العلامۃ الصالح المالکی الملحقۃ بآخر الکتاب۔

فائدہ

زوجۂ مفقود کے لئے چار سال کے مزید انتظار کا حکم اس صورت میں تو بالاتفاق ضروری ہے جب کہ عورت اتنی مدت تک صبر و تحمل اور عفت کے ساتھ گذار سکے لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت اندیشۂ ابتلا ظاہر کرے۔ اور اس نے ایک عرصۂ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اس حالت میں درخواست دی ہو جب کہ صبر سے عاجز ہو گئی تو اس صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی میعاد میں تخفیف کر دی جاوے کیونکہ جب عورت کے ابتلاء کا شدید اندیشہ ہو تو ان کے نزدیک کم از کم ایک سال صبر کے بعد تفریق جائز ہے۔

ع اور عرصۂ دراز کی تعیین مفوض الی رای الحاکم ہے یعنی قاضی یا جماعت مسلمین مدعیہ کے خاص حالات میں غور کر کے قرار دیں کہ مقدمہ پیش ہونے سے پیشتر اس نے کافی انتظار کر لیا ہے یا نہیں اگر معمولی انتظار کے بعد مقدمہ دائر کر دیا تب تو احکام گذشتہ کے موافق چار سال کے مزید انتظار کا حکم دیا جاوے اور اگر کافی انتظار کر کے مقدمہ پیش کیا ہے تو اس گنجائش کے موافق فیصلہ کی اجازت ہے ۱۲ منہ (بقیہ بر صفحہ ۷۶)

(کما فی الروایۃ الثانیۃ من فتوی العلامۃ انفاھا شمہ)

مگر علمائے بہار پر دونوں صورتوں میں چار ہی سال کی مدت کے مزید انتظار کو شرط فرماتے ہیں اور یہ اگر تاخیر ہے کہ زیادہ احتیاط کی بات ہے لیکن جہاں قرائن قویہ سے اندیشہ قوی ابتلاء بالزنا کا ہو تو ایک سال کے قول پر بھی حاکم کو حکم کر دینے کی گنجائش ہے مگر معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے بہانہ تلاش نہ کیا جاوے۔

اشرف علی

تتمۃ الفائدۃ

اگر تفریق اس قاعدہ کے موافق کی جائے تو اس بات کا خیال ضروری ہے کہ یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اور اس صورت میں زوجۂ مفقود کو بجائے عدت وفات کے عدت طلاق تین حیض گذارنے ہوں گے اور اگر مفقود اس صورت میں واپس آگیا تو اس میں یہ تفصیل ہوگی کہ اگر عدت کے اندر اندر آکر رجعت کرلے تو رجعت صحیح ہو جائے گی اور زوجہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی اور اگر عدت کے بعد آیا یا پہلے ہی آگیا مگر عدت کے اندر رجعت قولی یا فعلی نہ کی تو اب زوجۂ مفقود پر طلاق بائنہ ہو کر وہ خود مختار ہو گئی خواہ دوبارہ اسی سے نکاح کرے یا کسی دوسرے سے

ولما فی الروایۃ

الرابعۃ عشر من

فتوی العلامۃ

الصالح التونسی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹) عہ لیکن یہ بات کہ یہ سال غائب ہونے کے وقت سے شروع سمجھا جائے گا یا مرافعہ الی القاضی کے وقت سے اس کی تصریح فتاوے مالکیہ میں نہیں ہے اور جس قدر کتب مالکیہ یہاں موجود تھیں اُن میں بھی دستیاب نہیں ہوئی۔ اور ظاہر ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ مرافعہ کے بعد سے سال انتظار شمار کیا جائے ۱۲ منہ

حکم زوجۂ متعنت

فی النفقہ

متعنت اصطلاح میں اُس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق نان نفقہ وغیرہ ادا نہ کرے اس کا حکم بھی بوقت ضرورت شدیدہ ہم زیدہ مستورات کی رہائی کے لئے مالکیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے جو ذیل کے سوال وجواب میں مذکور ہے۔

سوال

(۱) جو شخص باوجود قدرت کے اپنی زوجہ کے حقوق نان ونفقہ ادا نہ کرتا ہو کیا اُس کی زوجہ کو حق ہے کہ کسی طرح اپنے آپ کو اُس کی زوجیت سے نکال سکے۔ اگر ہے تو اُس کی کیا صورت ہے۔

(۲) اگر قاضی اُن میں تفریق کر سکتا ہو تو جب قاضی اُس متعنت کی زوجہ پر طلاق واقع کر چکے جو نان نفقہ نہ دیتا ہو اُس وقت یا اُس کے بعد پھر کسی وقت متعنت اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ وغیرہ حقوق ادا کرنے کا وعدہ کرے تو کیا وہ عورت پھر اُس کو مل جائے گی۔ اور اگر اُس کو مل سکتی ہے تو قبل عدت اور بعد عدت میں یا قبل نکاح ثانی اور بعد نکاح ثانی میں کچھ فرق ہوگا یا نہیں۔

الجواب

(۱) زوجۂ متعنت کو اوّل تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرے لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ اُن کے نزدیک زوجۂ متعنت کو تفریق[۵] کا حق مل سکتا ہے اور سخت مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔ **ایک** یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے یعنی نہ کوئی شخص عورت کے خرچ کا بندوبست کرتا ہو اور نہ خود عورت حفظ آبرو کے ساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہو۔ اور **دوسری** صورت یہ مجبوری کی یہ ہے کہ اگرچہ بسہولت یا بدقت خرچ کا انتظام ہو سکتا ہے لیکن شوہر سے علیحدہ رہنے میں ابتلاء معصیت کا قوی اندیشہ ہو۔

اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور اُن کے نہ ہونے کی صورت

---

[۵] وهذا الحكم عند المالكية لا يختص بخشية الزنا وافلاس الزوجة لكن لم نأخذ مذهبهم على الاطلاق بل اخذناه حيث وجدت الضرورة المسوغة للخروج عن المذهب ۱۲ منه

میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ حاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ سے تحقیق سے پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے نفقہ نہیں دیتا تو اس خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو ورنہ ہم تفریق کر دینگے اسکے بعد بھی اگر وہ ظالم اس صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اُس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کر دے اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں الروایۃ الثالثۃ والعشرین من الفتوی للعلامۃ سعید بن احمد بن ابی

(۲) متعنت اگر اپنی حرکت سے اُس وقت باز آئے جب کہ حاکم اُس کی زوجہ پر طلاق واقع کر چکا اور عدت بھی گذر چکے تو اب اُسکا کوئی اختیار زوجہ پر نہیں رہتا کیونکہ مدت گذرنے کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا تو طلاق رجعی ہی ہو البتہ تراضی طرفین سے نکاح ہو سکتا ہی اور اگر انقضائے عدت سے پہلے پہلے اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ دینے پر آمادہ ہو جاوے تو اس بارہ میں مالکیہ کے مذہب میں صریح روایت نہیں اسلئے اس فتوی کے نزدیک دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس تفریق کو طلاق رجعی قرار دیا جائے اور عدت کے اندر اندر رجعت کو صحیح کہا جائے۔ دوسرا یہ کہ طلاق بائنہ قرار دی جاوے۔ اور رجعت کا حق خاوند کو نہ دیا جاوے لیکن علامہ صالح نے احتمال اول کو اقرب لکھا ہی کما فی الروایۃ الرابعۃ عشر مع التنبیہ والتلخیص من الفتوی الثانیۃ للعلامۃ الصالح۔ اور ہم کو بھی علامہ صالح کی رائے اُن کے فتوے میں غور کرنے کے بعد درست معلوم ہوتی ہے۔ اس واسطے ہمارے نزدیک فتوی یہی ہے کہ عدت کے اندر اندر تعنت سے باز آجانے کی صورت میں عورت کو اُسی کے پاس رہنا پڑے گا خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو کیونکہ رجعت میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں مگر احتیاطاً تجدید نکاح ہو جاوے تو بہتر ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

عہ جماعت مسلمین کا وزیر مسلمان حاکم کا مفصل بیان جزو دوم کے مقدمہ میں گذر چکا ہو اُس کا لحاظ ضروری ہے ۱۲ منہ

عہ فان قیل ان المتعنت اذا رجع عن التعنت بعد العدۃ فالمرأۃ لا ترجع الیہ بحال کما ھو مذکور فی ھذا المقام والغائب المطلق علیہ اذا قدم بعد العدۃ واثبت خلاف ما ادعت فالمرأۃ لہ وان عاد بعد ما ارسل الیہ الحاکم کما سیأتی فما الفرق بین تعنت الحاضر وعناد الغائب حیث لا حق بعد العدۃ للمتعنت بحال بخلاف الغائب المعاند یجاب بان تعنت الحاضر یثبت فی مجلس القاضی فتکون لہ قوۃ کما یفھم من المختصر مع شرحہ حیث قال (وان لم یجب المدعی علیہ باقرار ولا انکار (حبس وادب) بالضرب (ثم) ان استمر علی عدم الجواب (حکم علیہ بالحق) لانہ فی قوۃ الاقرار بالحق اھ (صفحہ ۲۹۳ جلد ۲) بخلاف عناد الغائب فافھم ۱۲ منہ

عہ جب رجعت صحیح ہو گئی تو عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہے اور اسی مرد کے پاس رہنا ضروری ہی اس لئے عورت کو بھی لازم ہے کہ تجدید نکاح کرے لیکن اگر عورت اپنی بیوقوفی سے تجدید نکاح نہ کرے تو مرد کو جائز ہے کہ بدون تجدید ہی رکھ لے ۱۲ منہ

حکم زوجۂ غائب غیر مفقود

یہ حکم بھی فقہ مالکی سے لیا گیا ہے تاکہ بوقت ضرورت شدیدہ مظلومہ کو نجات حاصل ہو سکے

سوال

(۱) جو شخص غائب ہو جائے اور پتہ اُس کا معلوم ہے لیکن نہ وہ خود آتا ہے نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اُس کے خرچ وغیرہ کا انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اس وجہ سے عورت تنگ اور پریشان ہے تو کیا اُس کی عورت کے لئے کوئی سبیل ہے کہ اُس غائب کی زوجیت سے اپنے آپ کو الگ کرے اور جائز طور پر دوسری جگہ نکاح کر سکے۔

(۲) درصورت جواز تفریق اگر تفریق کے بعد نکاح ثانی سے پیشتر یا نکاح ثانی کے بعد وہ شخص واپس آجائے اور نان نفقہ کا انتظام کرنے پر آمادہ ہو تو کیا زوجہ اُس کو مل جائے گی اور اگر واپس مل جاتی ہے تو کن شرائط اور کس تفصیل کے ساتھ ملتی ہے۔

الجواب

(۱) اس عورت کی رہائی کے لئے جو صورت باتفاق ائمہ صحیح ہے وہ تو یہ ہے کہ اُس خاوند کو خلع پر راضی کیا جائے۔ اور اگر وہ سنگدل خلع پر بھی راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کر کے اپنا زمانہ عفت میں گذار سکے تو بہتر ورنہ جب گذارہ اور نان نفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق صورت ذیل اختیار کر کے رہائی حاصل کر لے۔

وہ صورت یہ ہے کہ اولاً قاضی[1] کے پاس مقدمہ پیش کر کے گواہوں سے اُس غائب کیساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھکو نفقہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے اُس نے میرے لئے نفقہ بھیجا نہ یہاں کوئی انتظام کیا۔ اور نہ میں نے نفقہ معاف کیا۔ غرض نفقہ کا وجوب بھی اُس کے ذمہ ثابت کرے اور یہ بھی کہ وہ اس واجب میں کوتاہی کر رہا ہے۔ اور ان سب باتوں پر حلف بھی کرے اس کے بعد اگر کوئی عزیز قریب یا اجنبی اس کے نفقہ کی کفالت[2] کر لے تو خیر ورنہ قاضی اُس

---

[1] اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں کا حکم مقدمہ میں مفصل گذر چکا ہے اُس کو ضرور دیکھ لیا جائے ۱۲ منہ

[2] اگر کسی نے اُس وقت نفقہ کی کفالت کر لی لیکن پھر چھوڑ دیا تو عورت کو مکرر مرافعہ کا حق ہوگا ۱۲ منہ

شخص کے پاس حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اُس کو بلا لو یا وہیں سے کوئی انتظام کرو۔ ورنہ اس کو طلاق دیدو اور اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کر دیں گے۔ اس پر بھی اگر خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینے کے مزید انتظار کا حکم دے۔ اس مدت میں بھی اگر اس کی شکایت رفع نہ ہوئی تو اُس عورت کو اس غائب کی زوجیت سے الگ کر دے۔ کما فی الروایۃ الثانیۃ والعاشرۃ والثانیۃ والعشرین والسادسۃ والثلاثین۔ اور یہ ظاہر ہی ہے کہ تفریق کے لئے عورت کی طرف سے مطالبہ شرط ہے۔ پس اگر اس غائب کا جواب آنے کے بعد عورت مطالبہ ترک کر دے تو پھر تفریق نہ کی جائے گی۔

تنبیہ ضروری

قاضی جو اس غائب کے پاس حکم بھیجے تو بذریعہ ڈاک وغیرہ بھیجنا کافی نہیں بلکہ اُس کی یہ صورت ہے کہ حکم نامہ دو ثقہ آدمیوں کو سنا کر اُن کے حوالہ کر دے کہ اس کو غائب کے پاس لے جاؤ۔ یہ دونوں شخص غائب کو حکم نامہ پہونچا کر اُس سے جواب طلب کریں اور جو کچھ جواب تحریری یا زبانی نفی یا اثبات میں دے اُس کو خوب محفوظ رکھیں (بلکہ زبانی جواب کو بھی احتیاطاً لکھ لیں) تاکہ واپس ہو کر اُس پر شہادت دے سکیں اور اگر وہ کچھ جواب نہ دے تو اسی کی شہادت دیدیں۔

الغرض قاضی جو حکم کرے ان دونوں کی شہادت پر کرے محض خط کو کافی نہ سمجھے۔

وھو منصوص المذاھبین الحنفی والمالکی کما صرح بہ فی کتاب القاضی الی القاضی وقال العلامۃ الدردیر تحت قول المختصر ولم یقبل کتاب وحدہ من غیر شہادۃ علی الخاتم (الی قولہ) فلابد من شاھدین یشھدان علی ان ھذا کتاب القاضی الفلانی وانہ اشھدھما علی ما فیہ (صفحہ ۲۹۸ جلد ۲) واللہ اعلم۔

فائدہ

اگر غائب شخص کسی دور و دراز ملک میں ایسی جگہ پر ہو جہاں پورے جد و جہد اور امکانی کوشش کے باوجود بھی آدمی بھیجنے کا کوئی انتظام ممکن نہ ہو تو مذکور الصدر مجبوری کے وقت اس کی بھی گنجائش ہے کہ بغیر آدمی بھیجے ہوئے حاکم یا قائم مقام حاکم واقعہ کی تحقیق حسب قاعدہ مذکورہ کرنے کے بعد تفریق کا حکم کر دے۔ کما فی الروایۃ العاشرۃ للعلامۃ الفاھاشم۔

عہ یعنی بذریعہ دو ثقہ آدمیوں کے جس کا تذکرہ تنبیہ میں آتا ہے ۱۲ منہ عہ فتاویٰ مالکیہ کی روایت سی و ششم میں جس کا حوالہ متن میں عنقریب آتا ہے یہ بات تو مصرح ہے کہ یہ تاجیل شہر قاضی کے سامنے دعویٰ ثابت کرنے کے بعد ہوگی لیکن اُس روایت میں ارسال الی الغائب سے کوئی تعرض نہیں اس لئے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ تاجیل بعد الارسال ہوگی یا قبل الارسال۔ ہم نے بعد الارسال کو احوط سمجھ کر اختیار کر لیا ہے ۱۲ منہ

ہاتھ لگا دیا یا بیوی اپنے شوہر کے اصول و فروع مذکرہ مثلاً خسر کے ساتھ کوئی فعل موجب حرمت مصاہرت کر بیٹھے یا خسر وغیرہ نے اس قسم کے فعل کا ارتکاب کیا ہو تو ان سب صورتوں میں یہ بیوی اس خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے خواہ یہ افعال کسی نے دانستہ کئے ہوں خواہ بھول چوک میں ہو گئے ہوں ہر حال میں ایک ہی حکم ہے جیسا کہ ابھی گذر چکا۔

اگر کوئی واقعہ ایسا ہو جاوے تو عورت کو بھی لازم ہے کہ اپنے خاوند کے پاس ہرگز نہ رہے اور مرد کے ذمہ بھی واجب ہے کہ فوراً اس عورت کو الگ کر دے اور زبان سے بھی علیحدگی کو ظاہر کر دے مثلاً یوں بھی کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا۔ یا یوں کہدے کہ میں نے تجھ کو طلاق دیدیا اور اس کہنے کے بعد عدت گذرنے پر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔

لیکن اگر خاوند بے دینی اختیار کرے اور عورت کو الگ نہ کرے تو جس طرح ممکن ہو عورت کو اس کے پاس سے چلا جانا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کے ساتھ میاں بیوی کا تعلق رکھنا حرام ہو چکا مگر جب تک خاوند زبان سے نہ کہدے کہ میں نے الگ کر دیا ہے یا قاضی تفریق نہ کر دے اس وقت تک دوسری جگہ بھی اس عورت کا نکاح درست نہیں ہو سکتا جیسا کہ درمختار میں ہے

(و) حرم ایضا بالصہریۃ (اصل مزید) اراد بالزنا الوطی الحرام (و) اصل (ممسوسۃ بشہوۃ ولو لشعر علی الراس بحائل لا یمنع الحرارۃ (و) اصل ماستہ وناظرہ الی ذکرہ والمنظور الی فرجہا) المدور (الداخل ولو) نظرہ (من زجاج او ماء ہی فیہ وفروعہما) مطلقا اھ وقال الشامی تحت قولہ (وحرم ایضا الخ) قال فی البحر اراد بحرمۃ المصاہرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المرأۃ علی اصول الزانی وفروعہ نسبا ورضاعا وحرمۃ اصولہا وفروعہا علی الزانی نسبا ورضاعا کما فی الوطی الحلال الخ (ص۲۵۷ ج۲) وقال تحت قولہ (مطلقا) یرجع الی الاصول والفروع ای وان علون وان سفلن ط اھ (ص۲۵۹) وفی الدر ایضا بعد ورقتین

ھ واما ما ذکر فی عدۃ رد المحتار ومثلہ فی البحر من ان المتارکۃ کما تکون من الزوج کذلک تکون من الزوجۃ۔ فہو مختص بما اذا کانت الحرمۃ اصلیۃ لا طاریۃ کما اذا نکحت المرأۃ من ثبتت بہ حرمۃ المصاہرۃ والرضاع قبل النکاح۔ فیجب علی کل من الزوجین فسخہ وکل واحد منہما مستقل فی ھذہ المتارکۃ ولا کذلک فی الحرمۃ الطاریۃ بعد النکاح فان المتارکۃ فیہ لا یتحقق الا من الزوج او بتفریق القاضی وھو مؤید الجمع بین القولین وبہ یرتفع الخلاف بین کلام البحر والنہر المذکور فی الشامیۃ واللہ اعلم ۱۲ منہ ھ والنظر الی الانثیین لا یوجب حرمۃ المصاہرۃ کما لا یخفی والنہر من تعرض لہذا ۱۲ منہ

وتكفي الشهوة من احدهما وقال الشامي هنا يظهر في المسرا ما في النظر فتعتبر الشهوة من الناظر وفيه ايضا وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة وفي رد المحتار تحت قوله (الا بعد المتاركة) اي وان مضى سنون كما في البزازية وعبارة الحاوي الا بعد تفريق القاضي او المتاركة اهـ وقد علمت ان النكاح لا يرتفع بل يفسد وقد صرحوا في النكاح الفاسد ان المتاركة لا يتحقق الا بالقول الا ان كانت مدخولا بها كتركتك او خليت سبيلك واما غير المدخول بها فقيل تكون بالقول وبالترك على قصد عدم العود اليها وقيل لا تكون الا بالقول فيهما الخ (ص ۶۳ جلد ۲)۔

پس عورت اگر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو قاضی کے پاس نالش کرکے تفریق کا حکم حاصل کرے اور جس علاقہ میں قاضی نہ ہو وہاں اگر کوئی مسلمان حاکم حکومت وقت کی جانب سے ایسے معاملات میں تفریق کا اختیار رکھتا ہو تو اس کے پاس مقدمہ پیش کرے ورنہ مسلک مالکیہ کے مطابق جماعت مسلمین سے رجوع کیا جاوے اور جماعت مسلمین کا مفصل بیان اصل رسالہ کے جزو دوم کے مقدمہ میں گذر چکا ہے اس سب کو غور کے ساتھ دیکھ لینا نہایت ضروری ہے۔

عہ وظاهر ان الفسخ لا يعاد الا بقول الزوج فلا ثمرة لهذا الاختلاف في حق المرأة فيما اعلم وان ظهر الاختلاف ثمرة في صورة ما فالاحوط ان يؤخذ قول من اشترط المتاركة بالقول خصوصا في الفساد الطارئ ۱۲ منه

عہ اصل رسالہ کے دیباچہ میں حاشیہ پر یہ مضمون واضح ہو چکا ہے کہ جب دو عمل جداگانہ ہوں تو تلفیق جائز ہے مگر حضرت والا نے مزید احتیاط کے لئے اصل رسالہ میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں لیا جس میں تلفیق (تفارق اجماع لازم آجاوے) اور تتمہ کے تین مسئلوں میں سے بھی دو مسئلوں میں اس کی رعایت موجود ہے صرف اس ایک مسئلہ میں حرمت مصاہرت میں جماعت مسلمین کا فیصلہ ایسا ہے جس میں بظاہر تلفیق تفارق اجماع لازم آتا ہے یعنی مذہب حنفیہ میں تو جماعت مسلمین کا فیصلہ معتبر نہیں اور مالکیہ کے مشہور و مختار مذہب کی رو تلفیق تفارق صورت اول پر جس بالشہوۃ وغیرہ سے حرمت مصاہرت متعلق نہیں ہوتی گو بعض صورتوں پر قول مختار و مشہور کے موافق اور بعض پر قول غیر مشہور کے موافق اس کے نزدیک بھی حرمت مطلق ہو جاتی ہے کما فی مختصر الخليل وشرحه للدردير وفي نشر حرمة الزنا اختلاف المعتمد منه عدم نشوء الحرمة الى قوله وان حاول زوج تلذذ ابن زوجته فالتذ بابنها منه او من غيره ظانا انها زوجته بوطئ او مقدمته فتردد في تحريم زوجته عليه وهو المرتضى وعدمه (ص ۲۹۶ ج ۱)۔

غرض بعض صورتوں میں جماعت مسلمین کے ذریعہ اوپر حرمت مصاہرت تفریق کرنے میں تلفیق کا شبہ ہوگا لیکن ہم اس کو عمل واحد خیال نہیں کرتے بلکہ جماعت مسلمین کو قاضی کے حکم میں سمجھنا ایک مستقل مسئلہ ہے اور حرمت مصاہرت کو تفریق کا سبب کہنا دوسرا مستقل مسئلہ ہے جیسے وضو جداگانہ عمل ہے اور نماز جدا اور تو ضیح اس کی اصل رسالہ کے دیباچہ میں حاشیہ پر کر دی گئی ہے پس تلفیق کی یہ صورت ہمارے نزدیک جائز ہے جس کی تائید علامہ محمد بن علی بیضاوی مفتی مالکیہ کے فتوے کی روایت (ص ۳۷) سے بھی ہوتی ہے تاہم عمل کے وقت احتیاط یہ ہے کہ عمل کرنے والا جواز تلفیق کے بارہ میں کسی اپنے معتقد فیہ عالم محقق سے رجوع کرکے ان کے فتوی پر عمل کرے۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

طریق فیصلہ

جب عورت دعوے کرے کہ میرے اور خاوند کے اصول و فروع میں سے فلاں مرد کے درمیان یا خاوند اور میرے اصول و فروع میں سے فلاں عورت کے درمیان ایسا ایسا واقعہ پیش آیا ہے جو حرمت مصاہرت کا موجب ہے لہٰذا مجھ کو میرے خاوند سے الگ کر دیا جاوے تو قاضی یا اس کا قائم مقام اولاً شوہر سے بیان لے اگر اس نے عورت کے بیان کی تصدیق کر دی تب تو تفریق کا حکم کر دیا جاوے اور اگر خاوند نے اس دعوے کی تصدیق نہ کی تو عورت سے گواہ طلب کئے جائیں اگر گواہ پیش نہ ہوں یا ان میں شرائط شہادت موجود نہ ہوں تو خاوند سے حلف لیا جائے اگر وہ حلف کر لے تو مقدمہ خارج کر دیا جائے یعنی نہ تفریق کی جائے اور نہ یہ حکم کیا جائے کہ عورت بدستور شوہر کے ساتھ رہے اور اگر قاضی نے عورت کو اس کی زوجیت میں رہنے کا حکم دیدیا تو اس کا حکم مسئلہ دوم میں عنقریب آتا ہے۔ اور اگر وہ حلف سے انکار کر دے تو تفریق کر دی جائے۔

حلف اور تصدیق اور شہادت کے متعلق ضروری توضیح

اگر دعوی خاوند کے فعل پر ہو مثلاً یہ کہ اس نے زوجہ کے اصول و فروع میں سے فلاں عورت کو شہوت کے ساتھ پکڑا ہے تب تو خاوند سے حلف اس بات پر لیا جاوے کہ اس نے یہ فعل ہرگز نہیں کیا یا بشہوت نہیں کیا۔ اور اگر دوسرے کے فعل پر دعوے تھا مثلاً عورت یوں کہے کہ مجھے خسر نے بشہوت پکڑا ہے تو خاوند سے اس طرح حلف لیا جاوے گا کہ خدا کی قسم میرا زیادہ تر خیال یہ ہے کہ عورت اس دعوی میں سچی نہیں اور اس واقعہ کا ہونا یا شہوت کے ساتھ ہونا میرے دل کو نہیں لگتا۔

اور گواہی میں یہ تفصیل ہے کہ دہن اور رخسار پر بوسہ دینے اور شرمگاہ یا عضو مخصوص چھونے اور پستان چھونے کے دعوے میں تو صرف ان افعال کی شہادت دینے سے حرمت

ع۵ ایک بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ اگر واقعہ زنا کا پیش آیا ہو تو دعوی میں زنا کو صراحتہً ظاہر نہ کیا جاوے کیونکہ زنا کے دعوے پر چار گواہ پیش نہ ہو سکے تو حد قذف کا اندیشہ ہے۔ بلکہ صرف مباشرت فاحشہ وغیرہ کو بیان کرے یعنی یہ کہے کہ شرمگاہ کو شرمگاہ سے بغیر حائل کے ملایا گیا ہے ۱۲ منہ

ع۶ اور اس صورت میں اس شوہر کے ساتھ رہنا اور اپنے نفس پر قدرت دینا جائز ہے یا نہیں اس کا حکم عنقریب مسئلہ دوم میں آتا ہے ۱۲ منہ ع۷ ثبوت حرمت کے لئے پکڑنا اور ہاتھ لگانا ہی معتبر ہوگا جس کی تفصیل صفحہ ۷۶ کے حاشیہ ع۵ میں گذر چکی ہے مطلقاً پکڑنا یا ہاتھ لگانا معتبر نہیں ۱۲ منہ

للعہ شامی وغیرہ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ غلبۂ ظن اور اکبر رائے کی نفی پر حلف کر لینا کافی ہے ہمارے محاورہ میں یہ الفاظ اس کا ترجمہ ہے اگر کسی جگہ کا عرف اس کے خلاف ہو تو اہل عرف سے تحقیق کر کے وہاں کے مناسب الفاظ تجویز

مصاہرت ثابت ہو جائے گی شہوت کا انکار مسموع نہ ہوگا اور تفریق کا حکم کر دینا لازم ہوگا اور پیشانی یا سر وغیرہ پر بوسہ دینے اور باقی بدن چھونے میں اگر یہ شہادت ہو کہ یہ افعال شہوت کے ساتھ ہوئے تھے (اور اس کا علم قرائن سے شاہدین کو ہو سکتا ہے) تو اس گواہی سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ ورنہ صرف افعال پر شہادت دینا کالعدم ہے اُس کی بنا پر تفریق کا حکم نہ کیا جاوے گا بلکہ خاوند سے حلف لیا جائے کہ یہ افعال شہوت سے نہیں تھے اگر حلف کرے تو خیر ورنہ تفریق کا حکم کر دیں گے۔ وذلك كله فيما في الدر (وان ادعت الشهوة) في تقبيله او تقبيلها ابنه (وانكرها الرجل فهو مصدق) لانها (الا ان يقوم اليها منتشرا) آلته (فيعانقها) لقرينة كذبه او ياخذ ثديها (او يركب معها) او يمسها على الفرج او يقبلها على الفم قال الحدادي وفي الفتح يتراءى الحاق الخدين بالفم الى ان قال (وتقبل الشهادة على الاقرار باللمس والتقبيل عن شهوة وكذا) تقبل (على نفس اللمس والتقبيل) والنظر الى ذكره او فرجها (عن شهوة في المختار) تجنيس لان الشهوة مما يوقف عليها في الجملة بانتشار والا فلا۔ وفي رد المحتار قوله (وان ادعت) اي ادعت الزوجة انه قبل احد اصولها او فروعها بشهوة او ان احد اصولها او فروعها قبله بشهوة فهو مصدر مضاف الى فاعله او مفعوله وكذا قوله تقبيله ابنه اه قوله (فهو مصدق) لانه ينكر ثبوت الحرمة والقول للمنكر۔ (فصل محرمات من نكاح الشامية ص۴۶۲ ج۲) واما توجيه اليمين على الزوج فظاهر للقاعدة المقررة من ان قول المنكر انما يعتبر مع اليمين۔ ونص عليه الفقهاء في باب الرضاع وحرمة المصاهرة نظير حرمة الرضاع۔ واما الفاظ اليمين فما خوذة مما في الشامية عن الفتح۔ وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بان يصدقها ويقع في اكبر رأيه صدقها وعلى هذا ينبغي ان يقال في مسها اياها لا تحرم على ابيه وابنه الا ان يصدقاها او يغلب على ظنهما صدقه ثم رأيت عن ابي يوسف ما يفيد ذلك اه (شامی ص۴۶۵ ج۲)۔

ایک ضروری فائدہ یہ تو ظاہر ہے کہ حرمت مصاہرت جن واقعات سے ثابت ہوتی ہے ان میں احد الزوجین کے ساتھ ایک اور کی شرکت بھی ہے اور واقعہ کی صحت وعدم صحت ونیز شہوت کے وجود وعدم کا اُس کو بھی علم ہوتا ہے لیکن باوجود سعی بسیار کہیں یہ جزئیہ نہیں ملا کہ مقدمہ میں اُس سے بیان لیا جائے گا یا نہیں اور اگر اُس کا بیان ہو تو وہ کیا حیثیت رکھتا ہے لیکن قواعد میں غور وخوض کے بعد رجحان اس طرف ہوا ہے کہ وہ

ع۵ یعنی اس صورت میں قاضی تفریق نہ کرے گا یہ دوسری بات ہے کہ عورت کو تمکین جائز نہ ہو جبکہ دعویٰ فی نفسہ صحیح ہو جیسا کہ مسئلہ دوم میں آتا ہے ۱۲ منہ

مدعا علیہ نہیں اس واسطے اس کو مدعا علیہ بنا کر بیان پر مجبور نہ کیا جاوے بلکہ اُس کو ایک شاہد سمجھا جاوے (لان الاخبار بحق الغیر علی الغیر لیس باقرار بل ھو شہادۃ والاقرار اخبار بحق علیہ للغیر کما ھو مصرح فی کتب الفقہ)۔

اور اُس کی شہادت معتبر ہونے نہ ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ شخص اپنے دوسرے افعال واقوال کے اعتبار سے عادل ہو اور اس واقعہ میں بھی کسی ایسے فعل کا اقرار نہیں ہے جو مسقط عدالت ہو (مثلاً وطی بالشبہہ وغیرہ کا بیان دے) تب تو اس کی شہادت مقبول ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اگر کوئی ایسا فعل بیان کرے جس سے اس کا فسق ثابت ہوتا ہو تو اس کی یہ شہادت معتبر ہوگی یا نہیں اس میں وجوہ سے تردد ہے بوقت ضرورت کتب مذہب اور علماء سے تحقیق کر لی جاوے۔

البتہ اگر یہ مرد ہو تو اُس نے جو شہادت دی ہے وہ خود اُس کے حق میں اقرار ہے اگر آئندہ کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو اُس عورت کے اصول و فروع میں سے ہو یا پہلے سے کوئی ایسی عورت اُس کے نکاح میں ہو تو ماخوذ بالاقرار ہوگا۔ کما لا یخفی واللہ اعلم بالصواب۔

مسئلہ اول اگر خاوند کو غالب گمان ہو کہ ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے جس سے حرمت مصاہرت متحقق ہوگئی تو اُس کو انکار کرنا حرام ہے اگر اُس نے جھوٹا حلف کر لیا اور اُس پر قاضی نے فیصلہ کر دیا تو اُس کی تفصیل عنقریب مسئلہ دوم میں آتی ہے۔

مسئلہ دوم اگر عورت کا دعویٰ صحیح تھا مگر شہادت معتبرہ پیش نہ ہو سکی اور خاوند نے حلف کر لیا اس واسطے قاضی نے مقدمہ خارج کر دیا یعنی نہ تفریق کی اور نہ زوجیت میں رہنے کا حکم کر دیا تو اس عورت کے لئے جائز نہیں کہ اپنے اختیار سے شوہر کو اپنے نفس پر قدرت دے بلکہ خلع وغیرہ کے ذریعہ اپنے آپ کو اُس سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرے اور اگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہو تو جب تک اپنا بس چلے اس شوہر کو پاس نہ آنے دے کما صرح بہ فی الدر المختار وغیرہ (فیمن ھددت من زوجہا الطلاق الثلث ولا بینۃ لہا) اور اگر قاضی نے عورت کا دعویٰ رد کرنے کے ساتھ یہ حکم بھی کر دیا کہ بدستور اس شوہر کی زوجیت میں رہے تو اس صورت میں عورت کو تمکین جائز ہے یا نہیں اس کے متعلق نہ تو کوئی جزئیہ ملا اور نہ قواعد سے کچھ احقر کی فہم ناقص میں آیا اور خود غور و تلاش کے بعد جب مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند سے مکالمت پر بھی مسئلہ حل نہ ہوا تو حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم سے مراجعت کی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ قواعد سے صاف واضح ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کو تمکین جائز نہیں کیونکہ یہ حکم نہ عقد کے متعلق ہے نہ فسخ کے جزئیں

امام صاحب کے نزدیک قضاء قاضی باطناً بھی نافذ ہوجاتی ہے بلکہ یہ حاکم ایسا ہے جیسا کہ املاک مرسلہ کا حکم شہادت زور کی بنا پر اور اُس حکم سے کسی کے نزدیک بھی باطناً ملک ثابت نہیں ہوتی ونیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ کو اس میں شرح صدر ہے کچھ تردد نہیں اور مفتی صاحب موصوف نے بھی اس میں موافقت فرمائی مگر احقر کو ہنوز شرح صدر نہیں ہوا ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً (یہ ظاہر ہے کہ جب تک کسی جزئیہ سے یا قواعد سے شرح صدر کے ساتھ جواز تمکین ثابت نہ ہو اُس وقت تک حضرت والا کے ارشاد پر عمل واجب ہے واللہ اعلم +

خیار بلوغ

نابالغ لڑکے اور لڑکی کا سب سے مقدم ولی باپ ہے اگر باپ نابالغ کا نکاح کردے تو وہ نکاح لازم ہوجاتا ہے یعنی بلوغ کے بعد بھی لڑکے لڑکی کو اُس کے فسخ کرانے کا اختیار نہیں رہتا خواہ کفو میں نکاح کیا ہو یا غیر کفو میں۔ اور مہر مثل مقرر ہوا ہو یا مہر میں غبن فاحش کیا ہو (غبن فاحش لڑکی کے بارہ میں تو یہ ہے کہ اُس کے مہر مثل سے اتنی کمی کردی ہو جتنی کمی عموماً گوارا نہیں ہوسکتی اور لڑکے کے بارہ میں یہ ہے کہ اُس کا نکاح جس لڑکی سے ہوا ہے اُس لڑکی کے مہر مثل سے اتنا زیادہ مقرر کیا کہ اُس زیادتی کو عموماً ناگوار سمجھا جاتا ہو) مگر غیر کفو کے ساتھ اور غبن فاحش پر نکاح کے صحیح ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں۔

اوّل یہ کہ وہ شخص نکاح کرنے کے وقت ہوش حواس سالم رکھتا ہو پس اگر نشہ کی حالت میں ایسا کیا تو نکاح بالکل ہی باطل ہے۔

ع اگر کوئی باولاد عورت یا مرد مجنون ہوجاوے تو اُس کا سب سے مقدم ولی بیٹا ہے اور بیٹے کا کیا ہوا نکاح سب احکام میں اُسی نکاح کے برابر ہے جو باپ نے کیا ہو

ع یہ حکم جب ہے جبکہ نکاح کرنے کے وقت باپ کو غیر کفو ہونے کا علم ہو اور اگر اُس نے زوج یا ولی زوج وغیرہ کے بیان کی بنا پر کفو سمجھ کر کیا تھا اور بعد میں ثابت ہوا کہ کفو نہیں تو اُس کا حکم خیار کفاءت میں معلوم ہوگا۔ ۱۲ منہ

ع اگر باپ دادا خود نکاح پڑھا دیں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر مقدار مہر معین کرکے کسی معین شخص سے نکاح پڑھانے کے لئے کسی کو وکیل بنادیا ہے تب بھی یہی حکم ہے لیکن اگر کسی شخص کو مہر کی مقدار اور شوہر کی تعیین کو بدون ہی وکیل بنادیا کہ میری لڑکی کا کسی جگہ نکاح کردو تو اُس وکیل کو غیر کفو سے اور غبن فاحش پر نکاح کرنے کا اختیار نہیں اگر کردیا تو باطل ہے کما یأتی عن الدر فی العبارات الآتیۃ من قولہ (وان کان المزوج غیرھما) الخ ومن قولہ (لو عین لوکیلہ القدر) الذی ھو غبن فاحش الخ۔ وأما اذا صرح فی التوکیل ان زوجھا بغیر کفوء ولم یعینہ او قال زوجھا بغبن فاحش ففیہ تردد ۱۲ منہ +

دوسری شرط یہ ہے کہ معروف بسوء الاختیار نہ ہو یعنی اُس کے قبل کوئی واقعہ ایسا نہ ہوا ہو جس کی بنا پر عموماً خیال ہو جاوے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کی وجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مدنظر نہیں رکھتا پس اگر کوئی شخص لالچ یا ناعاقبت اندیشی کے سبب بدتدبیری میں مشہور و معروف ہو وہ اگر نابالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو سے کر دے یا مہر میں غبن فاحش کرے تو وہ نکاح بھی بالکل باطل ہے۔

اور جو شخص فاسق متہتک (یعنی بے باک اور بے غیرت) ہو وہ بھی سیئ الاختیار کے حکم میں ہے کما فی اوائل باب الولی من الدر المختار مع الشامی (ص۵۳۲ جلد ۲) اس کو خوب یاد رکھیں اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں۔ اور ان دونوں شرطوں کا حاصل یہ ہے کہ جب اس نے نکاح کیا ہے اُس وقت اُس کی ظاہری حالت سے کم از کم خیر خواہی کی توقع ہو سکتی ہو۔

اور جب باپ نہ ہو تو دادا اولی ہوتا ہے اور دادا جو نکاح کر دے اُس میں بھی وہی تفصیل ہے جو باپ کے متعلق گذر چکی یعنی مذکورہ دو شرطیں اگر پائی جاویں تب تو نکاح لازم ہو جاتا ہے ورنہ بالکل باطل ہے

اور دادا کے بعد بھائی چچا وغیرہ کو ترتیب حق ولایت پہونچتا ہے [illegible] دادا کے برابر نہیں بلکہ اُن کا حکم یہ ہے یعنی اگر باپ، دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کر دے یا مہر غبن فاحش کے ساتھ مقرر کر دے تب تو نکاح بالکل ہی نہیں ہوتا خواہ اُس نے نہایت ہی خیر خواہی سے ایسا کیا ہو۔

اور اگر کفو کے ساتھ مہر مثل پر کیا ہو تو اُس وقت نکاح صحیح تو ہو جاتا ہے لیکن لازم نہیں ہوتا یعنی لڑکے لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار ہوتا ہے کہ اس نکاح کو باقی رکھیں یا فسخ کرا لیں جس کی شرح ابھی آتی ہے اور اس اختیار کو خیار بلوغ کہا جاتا ہے

اور خیار بلوغ میں نکاح فسخ ہونے کے لئے قضائے قاضی ہونا اُن میں شرط ہے بدون قضائے قاضی کسی حال میں نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔

اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں مسلمان حاکم یا پنچایت علی الترتیب فسخ کر سکتی ہے۔ کما مر مرارا مع الشرائط فی اصل الرسالۃ۔

تنبیہ ضروری

بالغ ہونے پر فسخ نکاح کا جو اختیار حاصل ہوتا ہے اُس میں اس امر کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری

---

۵ شریعت نے خاص ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے ولایت کا حق بہت لوگوں کو دیا ہے جس کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم ہو سکتی ہے ۱۲ منہ ۵ یعنی چاہے لڑکا بالغ ہو کر فسخ کا خواہاں ہو یا لڑکی ۱۲ منہ

ہے کہ وہ کب تک باقی رہتا ہے اور کس کس وجہ سے نکاح لازم ہو کر فسخ کا اختیار باطل ہو جاتا ہے لہٰذا اُس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ عمل کے وقت اِس کا خاص طور پر دھیان رکھا جائے۔

تفصیل یہ ہے کہ جو لڑکی بالغ ہونے پر نکاح توڑوانا چاہتی ہے اگر وہ[1] باکرہ ہو تو اس کو اختیار فسخ حاصل ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ جس وقت[2] آثار بلوغ ظاہر ہوں اُسی وقت فوراً بلا کسی تاخیر کے زبان سے یہ کہدے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں چاہے اُس وقت کوئی اُس کے پاس موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں فوراً زبان سے کہنا شرط ہے البتہ اگر بیماری یا نیند وغیرہ کی وجہ سے فوراً بولنے کی قدرت نہ ہوئی یا کسی نے جبراً مُنہ بند کر دیا ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے جو تاخیر ہو جائے اُس کے باعث خیار فسخ باطل نہیں ہوتا بشرطیکہ مجبوری رفع ہوتے ہی فوراً کہدیا ہو اور بدون کسی مجبوری کے اگر زبان سے کہنے میں ذرا بھی دیر کی تو یہ اختیار باطل ہو گیا اور فسخ کرانا جائز نہ رہا۔ اگر غلط بیان کر کے فسخ کرا لے گی تو سخت گنہگار ہو گی۔ ولکن ان استالت للفسخ ینفذ اقضاء ظاہرا و باطنا عند الامام رحمہ اللہ تعالیٰ واللہ اعلم۔

نیز باکرہ کو اس کی بھی ضرورت ہے کہ زبان سے کہنے پر کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا لے تاکہ قاضی وغیرہ کے پاس معاملہ پیش ہونے پر کام آدیں اور گواہ بنانے کا تفصیلی حکم روایات فقہیہ کے بعد بعنوان **فائدہ موعودہ** آئے گا اُس کو ضرور دیکھ لیا جائے۔

اور اگر وہ لڑکی ثیبہ[3] ہے تو پھر اُس کو فوراً کہنا ضروری نہیں بلکہ جب تک رضامند نہ ہو گی اُس وقت تک منظور رکھنے نہ رکھنے کا اختیار باقی رہتا ہے چاہے کتنا ہی زمانہ گذر جاوے صرف خاموش رہنے کی وجہ سے ثیبہ کا خیار بلوغ باطل نہیں ہوتا۔ البتہ اگر بعد بلوغ زبان سے

---

[1] باکرہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نہ اس خاوند سے ہمبستری کی نوبت آئی ہو نہ اس سے قبل اور خاوند سے ۱۲ منہ

[2] یہ جب ہے کہ پندرہ سال سے قبل آثار بلوغ ظاہر ہو جائیں ورنہ جس وقت پورے پندرہ سال کی عمر ہو جائے اُس وقت کا اعتبار ہوگا مثلاً کوئی لڑکی رمضان سنہ ۱۰ کی ۱۰ تاریخ کو عین طلوع آفتاب کے وقت پیدا ہوئی اور رمضان سنہ ۲۵ تک کوئی علامت بلوغ کی نہ پائی گئی تو ۱۰ رمضان سنہ ۲۵ کو ٹھیک طلوع آفتاب کے وقت اُس کو نابالغ سمجھا جاویگا پس اگر اُس باکرہ نے اُسیوقت فوراً زبان سے نکاح فسخ کر دیا تب تو اُس کا اعتبار ہوگا ورنہ اگر ذرا بھی تاخیر کی تو خیار بلوغ باطل ہو گیا اور اسیطرح ثیبہ نے یا لڑکے نے وقت مذکور کے بعد قولاً یا فعلاً رضامندی ظاہر کر دی تو نکاح لازم ہو جائیگا اور یہ بھی یاد رکھیں کہ عمر کا حساب قمری سال سے کیا جائے۔ انگریزی وغیرہ کا اعتبار نہیں واعتبار البلوغ بالسن فی ھذا الباب لو نزوجہ صریحا ولکن لفظ البلوغ فی عبارۃ الفقہاء مطلق فینصرف الی جمیع صور البلوغ واللہ اعلم ۱۲ منہ

[3] ثیبہ وہ ہے جس سے ہمبستری ہو چکی ہو خواہ اس خاوند سے یا اُس سے پیشتر کسی اور خاوند سے والموطوءۃ بالشبہۃ او النکاح الفاسد والتی حدث بالزنا او تکرر زناھا وشاع بین الناس ثیبۃ ایضاً کما فی الدر المختار باب الولی تفسیر البکر ۱۲ منہ

غائب اگر واپس آجائے کیا حکم ہے

(۲) اگر یہ غائب حکم بالطلاق کے بعد آجائے تو اُس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ عدت کے اندر اندر واپس آجائے اور باقاعدہ خرچ وغیرہ دینے پر آمادہ ہو اس صورت میں تو اُس کو رجعت کا حق ہے اگر رجعت کرلے گا تو صحیح ہو جائے گی اور رجعت نہ کرے تو عدت کے بعد اس کے نکاح سے بالکل الگ ہو جائے گی۔

دوسری صورت یہ کہ عدت ختم ہو چکنے کے بعد واپس آیا ہو سو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اُس نے عورت کے دعوی کے خلاف کوئی بات ثابت کر دی مثلاً یہ کہ میں نے اُس کو پیشگی خرچ دیدیا تھا یا یہ کہ وہاں سے بھیجتا رہتا تھا یا یہ کہ عورت نے نفقہ معاف کر دیا تھا تب تو اس کو ہر حال میں عورت مل جائے گی یعنی خواہ وہ عورت عدت کے بعد نکاح ثانی بھی کر چکی ہو حتی کہ اگر شوہر ثانی سے اولاد بھی ہو چکی ہو تب بھی شوہر اوّل ہی کا نکاح باقی سمجھا جائے گا اور شوہر ثانی کا نکاح اب باطل قرار دیا جائے گا۔ اور اگر خاوند نے عورت کے دعوی کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی تو عورت اُس کو نہ ملے گی۔ کیونکہ عدت ختم ہونے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا۔ وھذا کلہ مصرح فی الروایۃ الرابعۃ عشر والسادسۃ عشر

اور دوسری صورت کی پہلی شق میں جو شوہر اوّل کو عورت ملے گی اُس کو نہ تجدید نکاح کی ضرورت ہے نہ تجدید مہر کی۔ البتہ شوہر ثانی سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عدت واجب ہے یعنی عدت گذرنے سے پیشتر شوہر اوّل کو جماع اور اُس کے دواعی کا ارتکاب جائز نہیں۔

کما فی الروایۃ التاسعۃ والعشرین الی الرابعۃ والثلاثین۔

اور شوہر ثانی کے ذمہ مہر واجب ہونے میں وہی تفصیل ہے جو مفقود کے بیان میں گذر چکی یعنی اگر اُس سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا واجب ہے ورنہ بالکل ساقط ہو جائے گا۔ کما ھو حکم سائر الفسوخ

(نیز احکام مفقود میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ عدت شوہر اوّل کے مکان میں گذارے گی)

فلینظر ثم وفقنا اللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

فائدہ الرسالہ

وھھنا تمت الرسالۃ۔ والحمد للہ الھادی فی کل مقالۃ۔ کتبہا الاحقر اشرف علی عفی عنہ ذنبہ الخفی والجلی۔ بمشارکۃ الفاضلین الجامعین للعلم القویم والعمل المستقیم۔ المولوی محمد شفیع والمولوی عبد الکریم شرفہما اللہ تعالیٰ بالاجر العظیم۔ فی اوائل شہر ذی القعدۃ سنۃ ۱۳۵۱ من ھجرۃ النبی الشفیع الکریم۔ علیہ الف الف صلوٰۃ وتسلیم

ملحوظہ المرأۃ اذا اسقطت النفقۃ عن زوجہا یلزمہا الاسقاط عند المالکیۃ ولیس لہا ان ترجع کما فی الروایات الاولی ۱۲ منہ

تصدیقات

حضرات علمائے امداد العلوم تھانہ بھون و دار العلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور دام اللہ فیوضہم جو رسالہ ہذا کی ترتیب و تہذیب و تنقیح میں شریک رہے۔

از امداد العلوم تھانہ بھون

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ وبعد فقد طالعت ھذہ الرسالۃ الفریدۃ وملأت عینی بانوار تلک اللآلی النضیدۃ فوجدتہا فریدۃ فی الباب ودرۃ یتیمۃ اخرجت من لجۃ العباب ؎

منہا الحیاۃ لکل حق میت　　منہا الممات لکل قول زور

منہا البیاض لکل قلب اسود　　منہا السواد لکل عین ضریر

وللہ در شیخنا فقد بالغ فی التحقیق والتنقیر وبذل جہدہ فی التسہیل علی الامۃ المظلومۃ والتیسیر جعل اللہ ہذا اسعی مشکورا وہذا العمل مقبولا مبرورا۔ وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ

اذل الخدام واحقر الغلمان ظفر احمد التہانوی تغمدہ اللہ بالغفران

مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ گذارش ہے کہ اس رسالہ فیض مقالہ کا نہایت ضروری ہونا بھی ظاہر ہے نیز اس کا جامع مانع اور بیحد مفید ہونا بھی محتاج بیان نہیں، اس کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی بیساختہ کہہ اٹھتا ہے ؎

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

درحقیقت امت مرحومہ کی اس اہم مشکل کا حل حضرت اقدس ہی جیسے مجمع کمالات کا محتاج تھا۔ آپ نے جس انتہائی غور و خوض کو ایک عرصہ دراز تک اس تحقیق و تصنیف میں مبذول فرمایا ہے اس کا کچھ

اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جن کو زمانہ تالیف میں حاضری کی دولت نصیب ہوئی ہو حضرت والا نے بارہا ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اتنی مشقت عمر بھر کسی کام میں نہیں ہوئی حق تعالیٰ حضرت والا دامت برکاتہم کے سایۂ رحمت کو ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے آمین ثم آمین۔

اب اہل ضرورت سے صرف اس قدر گذارش ہے کہ رسالہ ہذا میں جو قیود و شرائط درج ہیں وہ نہایت درجہ ضروری ہیں عمل کے وقت اُن کو خوب پیش نظر رکھیں اور پوری طرح اُن کی پابندی کریں محض ضرورت کا بہانہ لے کر اتباع ہوئی میں مبتلا نہ ہوں۔ نیز ارباب فتویٰ کی خدمت فیضدرجت میں التماس ہے کہ فتویٰ کے وقت تمام شرائط کو بخوبی ملحوظ رکھنا ضروری تصور فرماویں

وھو الموفق للخیر والعاصم عن کل ضیر

الملتمسان کمترین خدام کہترین غلام احقر عبدالکریم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون مورخہ ۲۶ رمضان ۱۳۵۲ھ

سراج احمد غفرلہ مدرس خانقاہ امدادیہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ

مہر دارالافتاء
جامعہ اسلامیہ
دیوبند

از دارالعلوم دیوبند

ہم سبھوں نے رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" کو بغور و تدبر سنا۔ یقیناً ہمارے دیار ہندیہ میں موجودہ حالات کے ماتحت بجز اس کے کوئی چارہ نہیں معلوم ہوتا کہ علماء مذہب حنفی رسالہ ہذا کے مسائل مندرجہ کو معمول بہا قرار اور اس پر فتویٰ دیں۔ قرون سابقہ میں بھی علمائے حنفیہ نے مسئلہ مفقود وغیرہ میں ضروریات وقتیہ کی بناء پر یہی طرز اختیار کیا ہے۔

حضرت مؤلف دامت برکاتہم اور اُنکے معاونین کی مذکورہ بالا مسائل میں مساعی بلیغہ اور انتہائی جد و جہد بیشک و بلاشبہ قابل ہزار ہا ہزار تشکر و تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُنکو ہر دو جہان میں جزاء خیر عطا فرماوے آمین۔

العبد	العبد	العبد	العبد	العبد
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ	عبدالسمیع غفرلہ	محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ	بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ	احقر العباد محمد طیب
(صدر مدرس)	(مدرس)	(مدرس)	(مدرس)	(مہتمم)
العبد	العبد	العبد	العبد	
بندہ سید محمد مبارک علی غفرلہ	ریاض الدین عفی عنہ	بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ	مسعود احمد عفا اللہ عنہ	
(نائب مہتمم)	(مدرس)	(مدرس حدیث)	دارالعلوم دیوبند (نائب مفتی)	

العبد
بندہ محمد شفیع غفرلہ
خادم دار الافتاء
دار العلوم دیوبند

العبد
محمد اعزاز علی امروہی (شیخ الفقہ والادب)
۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ

مہر
مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور

از مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً ومصلیاً ومسلماً

اما بعد۔ ہم نے بامعان نظر وخوض تام اس فتویٰ "الحیلۃ الناجزہ" کو تقریباً سوا ماہ تک مسلسل مرۃ بعد مرۃ دیکھا اور سنا ہم یقین کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا تھانوی دامت برکاتہم جیسے فقیہہ کو جو علاوہ ظاہری وباطنی علوم کی مہارت تامہ کے احوال زمانہ ومشکلات حاضرہ سے بخوبی واقف ہیں یقیناً یہ حق حاصل ہے کہ فتوے کے لئے کسی دوسرے امام کے مذہب کو اختیار فرمالیں کیونکہ بوقت ضرورت شدیدہ دوسرے اماموں کے مذہب کو اختیار کرنا بھی فقہ حنفی کا ایک حکم ہے بناءً علیہ گذارش ہے کہ گو حضرت اقدس کا فتویٰ ہم جیسوں کی تائید وتصحیح کا اصلاً محتاج نہیں لیکن تحصیلاً للخیر والثواب ان مسائل کی تائید وتصحیح سے افتخار حاصل کرتے ہیں۔ حضرت اقدس دام ظلہ العالی نے اس فتوے میں جس تحقیق وتدقیق واحتیاط سے کام لیا ہے وہ منت کش بیان نہیں۔ ہم صمیم قلب سے جناب باری عز اسمہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ حضرت اقدس کو بایں فیوض وبرکات تادیر مسترشدین کے رؤس پر سلامت رکھے آمین۔

ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کی یہ مساعی جمیلہ تاقیامت امۃ مرحومہ میں مشکور رہیں گی

فجزاھم اللہ احسن الجزاء عنا وعن سائر المسلمین۔

عبد اللطیف نائب مدرسہ مظاہر علوم ۸ محرم ۵۲ھ	بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ مدرس اول مدرسہ مظاہر علوم ۸ محرم ۵۳ھ	محمد زکریا کاندھلوی عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	محمد اسعد اللہ عفا عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

چوں آیت بعموم عسر شامل است بر آلام حسیہ ممنوعات از جور بعال و بعموم یسر بر احکام
شرعیہ مستخلصہ ایشاں از آں نکال و ایں رسالہ کہ تتمہ الیست مر حیلہ ناجزہ را

یعنی

المختار

فی

مہمات التفریق والخیارات

مثل اصل خود مشتمل بود بر چنیں یسر در بقیہ احوال

بناءً علیہ

خدام مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون اہتمام اشاعتش نمودند

وبار سوم در شوال المکرم سنہ ۱۳۶۴ھ

از دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور شائع گردید

فہرست مضامین تتمہ مسمّٰی بہ

المختارات فی مہمات التفریق والخیارات

تتمہ الرسالۃ الملقبہ

بالمختارات

فی مہمات التفریق والخیارات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ جن مسائل میں فسخ نکاح یا تفریق قاضی کی ضرورت پیش آتی ہے اور قاضی نہ ہونے کی وجہ سے دقت کا سامنا ہوتا ہے اُن کے حل کے لئے رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ بہت سے علماء محققین کے مشورہ کے بعد لکھا گیا ہے اور اُس میں بالاتفاق یہ قرار پایا کہ ہندوستان میں جس جگہ قاضی شرعی موجود نہ ہو اور کسی مسلمان حاکم کی عدالت سے بھی فیصلہ شرعی حاصل کرنا اختیار میں نہ ہو وہاں امام مالکؒ کے مذہب کے موافق جماعت مسلمین کو قائم مقام قاضی کے سمجھا جائے گا۔

اس رسالہ کی تکمیل کے بعد ضرورت محسوس کی گئی کہ مسائل خمسہ مندرجہ رسالہ کے علاوہ تین صورتیں اور بھی ہیں جن میں فسخ نکاح کی ضرورت پڑتی ہے اور قاضی نہ ہونے وجہ سے مشکلات پیش آتی ہیں اُن کو بھی اس رسالہ میں شامل کر دیا جاوے تاکہ ضرورت کے سب مسائل یکجا جمع ہو جاویں لیکن ان مسائل ثلثہ کو سب علماء مذکورین کے سامنے پیش کرنے کی نوبت نہیں آئی جس کی وجہ یہ ہے کہ سب حضرات کے سامنے پیش کرنے میں علاوہ اس کے کہ بہت تاخیر ہو جاتی ان مسائل میں زیادہ ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی کیونکہ ان میں زیادہ تر مشورہ طلب جزو جماعت مسلمین کا فیصلہ تھا جو مذہب مالکیہ سے لیا گیا ہے اور وہ اصل رسالہ میں بمشورہ علماء کرام طے ہو چکا ہے۔ اس لئے بغرض امتیاز ان مسائل ثلثہ کو مستقل نام سے موسوم کر کے بطور تتمہ ملحق کیا جاتا ہے اور جماعت مسلمین کے علاوہ اس تتمہ کے باقی اجزاء اپنے مذہب کی کتب فقہ سے لئے گئے ہیں جن میں اکثر بلکہ تقریباً کل مسائل مصرح ہیں جیسا کہ عبارات مندرجہ سے معلوم ہوگا صرف دو چار جگہ تصریح نہ ملنے کی باعث قواعد سے استنباط کی نوبت آئی ہے اُن میں علمائے دیوبند و سہارنپور سے مراجعت کی گئی جہاں بالاتفاق کچھ طے ہو گیا وہاں جزم کے ساتھ مسئلہ لکھ کر قاعدہ فقیہہ کی طرف اشارہ کر دیا ورنہ تردد یا اختلاف لکھ دیا اور وہ تین مسائل یہ ہیں حرمت مصاہرت خیار بلوغ۔ خیار کفاءت۔ اب ان کی بقدر ضرورت تفصیل لکھی جاتی ہے۔

پورے احکام بوقت ضرورت علماء کرام کتب فقہ میں ملاحظہ فرمالیں اور عوام علمائے کرام سے دریافت کرلیں

حرمت مصاہرۃ

تحقیق حرمت کے اسباب اور شرائط

اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے یا شہوت کے ساتھ اُس کو صرف ہاتھ لگا دے یا شہوت سے بوسہ لے۔ یا شرمگاہ کے اندرونی حصہ کو بشہوت دیکھ لے تو ان سب صورتوں میں حرمت مصاہرۃ قائم ہوجاتی ہے یعنی اس مرد پر اُس عورت کی بیٹی اور ماں وغیرہ سب اصول و فروع نسبی و رضاعی حرام ہوجاتے ہیں اور اس عورت پر اس مرد کا بیٹا اور باپ سب اصول و فروع نسبی و رضاعی حرام ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح عورت کسی مرد کو شہوت سے ہاتھ لگا دے یا شہوت سے اُس کا بوسہ لیلے یا عضو مخصوص پر نظر شہوت ڈالے تب بھی مصاہرت کا علاقہ قائم ہوکر مرد پر عورت کے تمام اصول و فروع نسبی و رضاعی اور عورت پر مرد کے تمام اصول و فروع نسبی و رضاعی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتے ہیں اور حرمت مصاہرت کے لئے ان افعال کا قصداً کرنا شرط نہیں بلکہ اگر کسی سے بے خبری میں بھی کوئی فعل سرزد ہوجائے مثلاً بیوی سمجھ کر خوشدامن کو شہوت کی حالت میں ہاتھ لگا دیا تب بھی بیوی حرام ہوجاتی ہے۔ اس لئے خاوند کو بیوی کے اصول و فروع مؤنثہ سے اور اور عورت کو مرد کے اصول و فروع مذکرہ سے سخت احتیاط لازم ہے کہ ان کو بشہوت ہاتھ لگانے وغیرہ میں علاوہ معصیت شدیدہ کے یہ بڑی خرابی ہے کہ میاں بیوی میں حرمت مصاہرۃ کا علاقہ ہوجاتا ہے یعنی اگر خاوند سے اپنی بیوی کے اصول یا فروع مؤنثہ میں سے کسی کے ساتھ کوئی ایسا فعل سرزد ہوجاوے یا بیوی کے اصول و فروع مؤنثہ میں سے کسی نے مرد کے ساتھ ایسے افعال میں سے کسی فعل کا ارتکاب کیا ہو جو حرمت مصاہرت کا موجب ہے مثلاً شہوت کے ساتھ خوشدامن کو

ع۵ لمس و تقبیل (یعنی چھونے اور بوسہ لینے) کے وقت اگر مرد کو شہوت نہ تھی مگر عورت کو ہوگئی تب بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر عورت نے ہاتھ لگایا ہے یا تقبیل کی ہے تب بھی دونوں میں سے ایک کو شہوت ہونا کافی ہے البتہ نظر کے موجب حرمت ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ جو دیکھے اُس کو شہوت ہو صرف دوسری طرف سے شہوت ہونا موجب حرمت نہیں و نیز لمس اور تقبیل میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ایسا کپڑا حائل نہ ہو جو بدن کی گرمی محسوس ہونے کو روک دے پس اگر کسی نے باوجود ایسا کپڑا حائل ہونے کے کپڑے کے اوپر سے مس کیا یا بوسہ لیا ہے تو وہ حرمت مصاہرت کا موجب نہیں نیز ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان افعال کی وجہ سے انزال نہ ہوگیا ہو پس اگر لمس تقبیل و نظر ہی سے انزال ہوجائے تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ ۱۲ منہ

ع۶ یعنی نہ ایسی حرکات شنیعہ کا قصداً ارتکاب کرے نہ ایسا کوئی کام کرے جس میں کوئی احتمال ہو مثلاً جس کمرہ میں بیوی لیٹتی ہے اگر وہاں دوسری مستورات بھی ہوں تو جبتک اُس کو جگا کر اور بات چیت کرکے پورا یقین نہ ہوجائے کہ یہ بیوی ہے اُس وقت تک ہاتھ ہرگز نہ لگاوے پلنگ معین ہونے وغیرہ کو ہرگز کافی نہ سمجھے کہ اس میں بعض مرتبہ غلطی ہوجاتی ہے ۱۲ منہ

کہدے گی کہ یہ نکاح منظور ہے یا کوئی کام ایسا کرے گی جس سے رضامندی پائی جاوے تو اختیار باطل ہو جائے گا۔ اور پھر ثیبہ کو نامنظوری پر گواہ بنانے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ اس کو صرف یہ دعوے کرنا کافی ہے کہ میں ثیبہ ہوں اور بالغ ہو چکی ہوں اب اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہوں اور لڑکے کا حکم بھی یہی ہے جو ثیبہ کا ہے یعنی بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ جب تک قولاً یا فعلاً منظور نہ کرے اُس وقت تک اختیار باقی رہتا ہے پس اگر کسی لڑکے یا ثیبہ لڑکی نے بعد بلوغ ایک مرتبہ بھی زبان سے کہدیا کہ یہ نکاح منظور ہے تو اب فسخ کا مطالبہ حرام ہے خواہ اس منظوری کو بالکل تنہائی میں یا آہستہ کہنے کی وجہ سے کسی اور نے سنا بھی نہ ہو اسی طرح اگر بلوغ کے بعد تقبیل وغیرہ کی نوبت آئی ہو تب بھی خیار فسخ نہیں رہتا۔ نیز دعوی کی صورت بھی لڑکے کے واسطے وہی ہے جو ثیبہ کے لئے ابھی گذر چکی۔

اور یہ سب تفصیل جب ہے جب کہ بلوغ سے پیشتر اُن کو نکاح کی اطلاع ہو چکی ہو اور اگر کسی کو بلوغ سے پیشتر نکاح کی خبر ہی نہ ہوئی ہو تو جب خبر ملے تب خیار بلوغ حاصل ہوگا۔ اور لڑکی لڑکے کے واسطے اختیار باقی رہنے نہ رہنے کی جو تفصیل ابھی گذری ہے اُس سب کا لحاظ خبر ملنے کے وقت سے کیا جائے گا۔

وھذہ المسائل کلہا فی الدر المختار مع حاشیۃ العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالی حیث قال صاحب الدر (ولزم النکاح ولو لغبن فاحش) بنقص مہرہا وزیادۃ مہرہ (او) زوجہا (بغیر کفؤ ان کان الولی) المزوج بنفسہ لغبن (ابا او جدا) وکذا المولی وابن المجنونۃ (لم یعرف منہما سوء الاختیار) مجانۃ وفسقا (وان عرف لا) یصح اتفاقا وکذا الوسکران الخ وفی رد المحتار تحت قولہ (بغبن فاحش) ھو ما لا یتغابن الناس فیہ ای لا یتحملون الغبن فیہ احترازا عن الغبن الیسیر وھو ما یتغابن الناس فیہ ای یتحملونہ قال فی الجوھرۃ والذی یتغابن فیہ الناس ما دون نصف المہر قال شیخنا موفق الدین وقیل ما دون العشر اھ وتحت قولہ (بغیر کفؤ) بان زوج ابنہ امۃ او بنتہ عبدا الخ وتحت قولہ (بنفسہ) احترز بہ عما اذا وکل وکیلا بتزویجہا وسیأتی بیانہ

ع۵ مثلاً خاوند نے اُس کی رضامندی سے بوسہ وغیرہ لے لیا یا ہمبستری کر لی ع۵ فعلاً منظور کرنے سے مراد ولی یا اُس کے دواعی وغیرہ ہیں ۱۲ منہ ع۵ وفی حاشیۃ البحر للعلامۃ الشامی ان الاقرب القول الثانی (ص۳۶ ج۳) قلت لعل الاختلاف لاختلاف الزمان او المکان فالاولی ان لا یقدر بل ینظر الی العرف واللہ اعلم ۱۲ منہ ع۵ ھذا یدل علی ان الکفاءۃ معتبرۃ فی نکاح کل من الصغیر والصغیرۃ کما حققہ الشامی ۱۲ منہ

قربياح وتحت قوله (بغبن) كان عليه ان يقول او بغير كفوء ونوقال المزوج بنفسه على الوجه المذكور كما قال في المنح لسلم من هذا اح وتحت قوله (وابن المجنونة) ومثلها المجنون قال في البحر المجنون والمجنونة اذا زوجهما الابن ثم افاقا الاختيار لهما وتحت قوله (لم يعرف منهما الخ) اى من الاب والجد وينبغي ان يكون الابن كذلك وتحت قوله (مجانة وفسقا) وفي شرح المجمع حتى لو عرف من الاب سوء الاختيار لسفهه او لطمعه لا يجوز عقده اجماعا اه (ص ٢٦٨ ج ١ ل ٢) ثم قال (وان كان المزوج غيرهما) اى غير الاب وابيه ولو الام او القاضي او وكيل الاب لكن في التبيين بحثا لو عين لوكيله القدر صح (لا يصح) النكاح (من غير كفوء او بغبن فاحش) صلا وما في صدر الشريعة صح ولهما فسخه وهم (وان كان من كفوء وبمهر المثل صح) لكن (لهما) اى لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ او العلم بالنكاح بعده) (الى قوله) بشرط القضاء للفسخ اه وقال الشامي تحت قوله (غير الاب وابيه) الاولى ان يزيد والابن والاولى لهما هو وتحت قوله (لو عين لوكيله القدر) الذي هو غبن فاحش فهو وكذا لو عين له رجلا غير كفوء كما بحثه العلامة المقدسي وتحت قوله (اصلا) اى لا لازما والا فهو قوفا على الرضا بعد البلوغ وتحت قوله (وملحق بهما) كالمجنون والمجنونة اذا كان المزوج لهما غير الاب والجد والابن بان كان اخا او عما مثلا وتحت قوله (بالبلوغ) اى اذا علما قبله او عنده قهستاني وتحت قوله (او العلم الخ) اى بعد البلوغ بان بلغا ولم يعلما به ثم علما بعده وتحت قوله (للفسخ) اى هذا الشرط انما هو للفسخ لا لثبوت الاختيار وحاصله ان المزوج اذا كان للصغير والصغيرة غير الاب والجد فلهما الخيار بالبلوغ او العلم به فان اختارا الفسخ لا يثبت الفسخ الا بشرط القضاء اه (ص ٢٦٨ ج ٢) ثم قال (وبطل خيار البكر بالسكوت) لو مختارة (عالمة بالعقد) اصل (النكاح) ولا يمتد الى اخر المجلس وان جهلت به بخلاف المعتقة (وخيار الصغير والثيب اذا بلغا لا يبطل) بالسكوت (بلا صريح) رضاء (او دلالة) عليه كقبلة ولمس ودفع مهر (ولا يبطل (بقيامهما عن المجلس) لان وقته العمر فيبقى حتى يوجد الرضاء انتهى مختصرا وقال الشامي (قوله لو مختارة) اما لو بلغها الخبر فاخذها العطاس او انسعال فلما ذهب عنها قالت لا ارضى جاز الرد اذا قالته متصلا الخ (قوله اخر المجلس) اى مجلس بلوغها او علمها بالنكاح كما في الفتح (قوله وان جهلت به) اى

ح اى ان كان العقد بغير الكفوء او بغبن فاحش ١٢ منه ط ينبغي ان التفصيل الاتي في البكر والثيب بعد البلوغ يجري في المجنونة بعد الافاقة والله اعلم ١٢ منه +

بان لہا خیار البلوغ او بانہ لا یمتد (قولہ والثیب) شمل ما لو کانت ثیبا فی الاصل وکانت بکرا ثم دخل بہا ثم بلغت کما فی البحر وغیرہ (قولہ دفع مہر) حملہ فی الفتح علی ما اذا کان قبل الدخول اما لو دخل بہا قبل بلوغہ فینبغی ان لا یکون دفع المہر بعد بلوغہ رضاء لانہ لا بد من اقام او فسخ اھ ومثلہ یقال فی قبولہا المہر بعد الدخول بہا والخلوۃ اذا کانت ثیبا ۱۲ منہ

فائدہ موعودہ باکرہ لڑکی بالغ ہونے پر جب نکاح نامنظور کرے تو اُس کو نامنظوری پر گواہوں کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا ہے لیکن وہ مختصر تھا اس واسطے حسب وعدہ تفصیل لکھی جاتی ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ اشہاد (یعنی گواہ بنانے) کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ جس وقت بالغ ہوئی ہے اُس وقت اگر اُس کے پاس گواہ موجود ہیں تب تو اُسی وقت اُسی کو کہدینا چاہیئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہوں۔ دوسری صورت یہ کہ اُس وقت گواہ پاس نہ ہوں اس صورت میں زبان سے فوراً نامنظوری کرکے گواہوں کو بلالیا جاوے یا خود اُن کے پاس چلی جاوے اور گواہ جلدی مل جاویں یا دیر میں بہر دو صورت اُن کے سامنے یہی کہنا چاہیئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور نکاح فسخ کرانا چاہتی ہوں یہ ہرگز ظاہر نہ کرے کہ تھوڑی دیر ہوئی بالغ ہو چکی ہوں حتے کہ اگر گواہ صراحۃً بھی دریافت کریں کہ تو کب بالغ ہوئی ہے تب بھی مفصل واقعہ ذکر نہ کرے بلکہ یہی جواب دے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں یا صرف اتنا کہدے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح کو توڑ دیا ہے کیونکہ اگر مفصل واقعہ گواہوں سے ظاہر کرے گی تو اُن کو گول مول گواہی دینا جائز نہ ہوگا اور تفصیلی شہادت دی تو یہ شہادت اس کے حق میں مفید نہ ہوگی۔ اور مجمل واقعہ سن کر گواہی دینا جائز ہے اُن کو نہ اس کی ضرورت ہے کہ تفصیل دریافت کریں نہ اس کا حق ہے۔

پھر قاضی کے یہاں درخواست دینے کی تین صورتیں ہیں۔

اگر کہے خیار ہے مگر گواہ بنانے کی ضرورت اور اس کی تفصیل

قاضی کے یہاں درخواست دینے کی صورتیں

ع۵ ویجوز الکذب لاحیاء الحق کما ھو مصرح فی ھذا الباب من کتب الفقہ وفی ابواب اخر ولکن یختلج فی القلب انہم لما جوزوا التفریق بمحض قولہا عند القاضی انی فسخت کما بلغت وھو صدق ینجیہ من الابتلاء بالکذب فکیف جوزوا لہا الکذب فیہ عند الشہود والقاضی فلیتامل ۱۲ منہ

ع۵ ایک امر قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ ان تین صورتوں میں سے پہلی صورت میں یعنی جب گواہ ہو چکے ہوں تو اس کو ایک ماہ تک درخواست کی مہلت ہے۔ اگر ایک ماہ گذر گیا تو خیار فسخ جاتا رہا۔ لان ھذا الخیار نظیر خیار الشفعۃ وفی الشفعۃ یبطل الخیار بالسکوت شہرا علی ما حققہ العلامۃ الشامی فی رد المحتار۔ اور دوسری صورت میں حتی الوسع جلدی کرنا لازم ہے لیکن اس تعجیل کی کوئی خاص تحدید کتب فقہ میں باوجود تلاش کے نہیں ملی البتہ خلاصۃ الفتاوی کی ایک روایت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ چند روز تک مقدمہ پیش نہ ہوا تو خیار ساقط ہو جاتا ہے وہ روایت یہ ہے قال ھشام سألت محمدا عن صغیرۃ زوجہا عمہا فحاضت فبعثت خادمہا لیدعو الشہود

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اوّل اگر قاعدہ کے موافق گواہ ہو چکے ہیں تب تو قاضی یا اُس کے قائمقام کی عدالت میں یوں درخواست پیش کرے کہ میں فلاں روز بالغ ہونے پر نکاح کو نامنظور کر چکی ہوں اور نامنظوری کے فلاں فلاں گواہ ہیں اس واسطے میرا نکاح فسخ کر دیا جاوے۔ اس درخواست پر شہادت کے بعد تفریق ہو جاوے گی۔

دوم اگر کسی کو معتبر گواہ میسر نہ ہوں یا گواہوں سے اس قسم کی تفصیل ظاہر کرنی جس سے اُن کو مفید گواہی دینا جائز نہ رہا تو پھر یہ صورت ہے کہ حتی الوسع جلد درخواست پیش کرے اور درخواست میں یہ ظاہر نہ کیا جاوے کہ کب بالغ ہوئی ہے بلکہ صرف اتنا کہے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح فسخ کر دیا ہے لہذا فسخ کا حکم دیدیا جاوے۔ اگر قاضی دریافت بھی کرے کہ کب بالغ ہوئی ہے تب بھی نہ بتلاوے اگر بتلا دیا تو پھر تفریق نہ ہو سکے گی۔ اور ایسی درخواست پر صرف حلف لے کر نکاح فسخ کرا دیا جاوے گا۔

سوم ایک صورت درخواست کی یہ ہے کہ صاف کہدے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں اور یہ نکاح مجھے منظور نہیں اس واسطے فسخ کرانا چاہتی ہوں اس صورت میں نہ کسی گواہ کی حاجت ہے نہ حلف کی بلکہ بدون شہادت اور حلف ہی قاضی اس درخواست کو قبول کر کے نکاح کو فسخ کر دے۔ قال العلامۃ الشامی بعد نقل عبارۃ البزازیۃ وغیرھا قلت وتحصل من مجموع ذلک انہا لو قالت بلغت الآن وفسخت تصدق بلا بینۃ ولا یمین ولو قالت فسخت حین بلغت تصدق بالبینۃ او الیمین ولو قالت بلغت امس وفسخت فلا بد من البینۃ الخ (ص۵۰۰ ج۲)۔

تنبیہ اگر حقیقتہً بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہدیا ہے کہ میں اس نکاح کو فسخ کرتی ہوں تب تو اُس کو جائز ہے کہ گواہوں سے یا قاضی سے اصل واقعہ چھپا کر یہ کہدے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں۔

اور اگر بلوغ کے بعد اس کہنے میں ذرا بھی دیر کر دی تھی تو خیار فسخ باطل ہو گیا اب اُس کو ہرگز جائز نہیں کہ شہادت اور درخواست کے قبول ہونے کا حیلہ کرے اگر حیلہ کرے گی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۶) فلم یقدروھی فی موضع ینقطع عن الناس فمکثت ایاماً قال الزمہا النکاح (خلاصہ فی جنس خیار البلوغ ص۲۵ جلد ۲)۔ اور تیسری صورت کا حکم بھی قواعد سے وہی معلوم ہوتا ہے جو دوسری صورت کا۔ لان الاہمال فی الصورۃ الاولی کان لتقرر الحق بالاشہاد والتقریر بالاشہاد مفقود فی الثالثۃ فی الثانیۃ۔ واللہ اعلم بالصواب۔ تنبیہ چونکہ اس حاشیہ کا یہ سب مضمون قواعد سے لکھا گیا ہے اس لئے عمل کے وقت احتیاطاً اپنے کسی معتقد فیہ عالم محقق سے بھی دریافت کر لینا ضروری ہے ۱۲ منہ

تو سخت گنہگار ہوگی۔

ولکن ان احتالت مع سقوط الخیار وحکم القاضی بالفسخ الفسخ النکاح عند الامام لان القضاء عندہ ینفذ ظاہراً وباطناً فی العقود والفسوخ۔

خیار کفارت

غیر کفو میں نکاح ہونے کی کئی صورتیں ہیں بعض میں نکاح بالکل باطل ہے اور بعض میں صحیح اور لازم ہو جاتا ہے یعنی فسخ کا اختیار بھی نہیں رہتا اور بعض میں صحیح تو ہوتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا بلکہ فسخ کا اختیار رہتا ہے۔ یہاں اصل مقصود تو انہیں صورتوں کا بیان کرنا ہے جن میں خیار فسخ ہو کیونکہ قضائے قاضی کی ضرورت صرف انہیں میں پڑتی ہے مگر ہم تتمیم فائدے کے لئے سب صورتیں درج کرتے ہیں اور ہر ایک کا جداگانہ حکم لکھتے ہیں جن کی

تفصیل یہ ہے

پہلی صورت یہ کہ بالغ عورت بغیر اذن ولی عصبہ[1] کے غیر کفو میں نکاح کرے اس صورت میں فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوتا بلکہ بالکل باطل ہے حتے کہ اگر نکاح کے بعد ولی عصبہ جائز بھی رکھے تب بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ نکاح سے قبل اجازت کا ہونا شرط ہے لہذا عورت کو لازم ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرے اگر کرے گی تو نکاح کالعدم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ معصیت میں مبتلا رہے گی۔ کما فی الدر المختار فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی ولہ اذا کان عصبۃ ولو غیر محرم کابن عم فی الاصح خانیۃ وخرج ذوو الارحام والام وللقاضی الاعتراض فی غیر الکفو فالمرتد لا یفتی بعدم جوازہ اصلا اھ وفی رد المحتار ھذا روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ وابی یوسف صاحبی ابی حنیفۃ وھو المختار للفتوی والعلامۃ الشامی وغیرہ بقول شمس الائمۃ وھذا اقرب الی الاحتیاط۔

فائدہ اسی سے اس صورت کا بھی حکم معلوم ہو گیا جس میں عورت کو شوہر کے غیر کفو ہونے کا علم نہ ہو اور کفو ہونے کی شرط کر کے یا بلا شرط نکاح کیا ہو اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص کفو نہیں ہے تو عورت پر واجب ہے کہ معلوم ہوتے ہی اس سے الگ ہو جائے کیونکہ قول مفتی بہ کے موافق غیر کفو سے بدون اذن ولی نکاح درست نہیں ہوتا

---

[1] اور اگر عصبہ نہ ہونے کی حالت میں کسی اور کو ولایت نکاح پہونچتی ہو تو بالغہ کو نکاح بغیر الکفو میں اس کے اذن کی حاجت نہیں۔ کما ھو مصرح فی عبارۃ الدر المذکورۃ فی المقام ۱۲ منہ +

توجس وقت اس کا غیر کفو ہونا ظاہر ہوگیا اُس وقت ثابت ہوگیا کہ نکاح اوّل ہی سے باطل تھا واما قول المختار فلو نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ھو عبد لاخیار لہا بل للاولیاء فھو مبنی علی ظاہر الروایۃ والا فلا معنی لخیار الاولیاء وقد علمت ان ظاہر الروایۃ متروک بروایۃ الحسن المختارۃ للفتوی

دوسری صورت یہ کہ باپ دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کردیا ہو یا باپ دادا نے کیا مگر وہ معروف بسوء الاختیار یا فاسق متہتک ہو اور قد مر تفسیرھما فی خیار البلوغ یا نشہ کی حالت میں نکاح کیا ہو اس صورت میں بھی نکاح بالکل باطل ہے۔

کما مر فی خیار البلوغ مفصلاً

تیسری صورت یہ کہ باپ یا دادا نے بدرستی ہوش وحواس نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کیا ہے اور وہ باپ دادا نہ فاسق متہتک ہو نہ معروف بسوء الاختیار اس صورت میں نکاح لازم ہوجاتا ہے اس نکاح کو فسخ کرانے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ کما مر فی خیار البلوغ ایضاً۔

اور یہ حکم عام ہے خواہ باپ دادا کو بوقت نکاح عدم کفارت کا علم تھا یا نہ تھا۔ بہر دو صورت نکاح صحیح اور لازم ہوجاتا ہے۔ البتہ اگر دوسری صورت یعنی عدم علم کی صورت میں کفارت کی شرط پر نکاح کیا ہو تو اُس کا حکم جدا ہے جو صورت ششم میں آتا ہے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازت ولی عدم کفارت کا علم ہوتے ہوئے غیر کفو میں ہوا حکم اس کا یہ ہے کہ نکاح صحیح اور لازم ہوجاتا ہے اور کسی کو فسخ کا اختیار نہیں رہتا کما لا یخفی لرضائہم بسقوط حقہم وسیاتی التصریح بعدم الخیار لاحد فی الصورۃ الخامسۃ فہذہ الصورۃ اولی بہ۔ اور یہ حکم سب اولیاء کے لئے عام ہے خواہ اب وجد ہوں یا اُن کے علاوہ کوئی دوسرا ولی ہو لیکن فرق اتنا ہے کہ اگر لڑکی باکرہ ہے اور اب وجد کی ولایت سے نکاح ہوا ہے تو اجازت کے لئے محض اُس کا سکوت کافی ہوگا اور اگر لڑکی ثیبہ ہے یا اب وجد کے علاوہ کسی دوسرے ولی کی ولایت میں نکاح ہوا ہے تو اجازت صریحہ کی ضرورت ہے محض سکوت کافی نہیں۔ لما فی خزانۃ المفتین (قلمی ورق ۱۲۲) زوج ابنۃ البکر البالغۃ من غیر کفو فعلم بذلک فسکتت فسکوتہا لا یکون

ع۵ اس کی تفسیر خیار بلوغ میں گذر چکی ہے ۱۲ منہ

ع۵ ھکذا بالاصل (الموجود فی مدرسۃ مظاہر العلوم بسہارنپور) والصواب من غیر لا لیستقیم المعنی فانہ مقابل لقولہ الآتی لم یکن۔ کتبہ مولانا عبد اللطیف مدظلہم العالی

رضا والجد کالاب عند عدمہ وغیر الاب والجد لیس بولی فی النکاح بغیر کفوء فلم یکن سکوتہا رضا۔ و فی فصل شرائط النکاح من الخانیۃ رجل زوج ابنتہ البکر البالغۃ من غیر کفوء فعلمت بذلک فسکتت قال بعضہم سکوتہا لا یکون رضا وقال بعضہم فی قول ابی حنیفۃ یکون رضا لان علی قول ابی حنیفۃ الاب ولی فی النکاح من غیر کفوء (فتاوی قاضیخان مصطفائی جلد ۱ ص ۱۵۸) وظاہر ان ہذا الاختلاف مبنی علی ان الاب والجد ولیان فی الانکاح بغیر کفوء عند الامام خلافا لصاحبیہ کما فی رد المحتار عن شرح المجمع ان تزویج الاب لصغیر والصغیرۃ من غیر کفوء او بغبن فاحش جائز عندہ لا عندہما (شامی باب الولی ص ۵ جلد ۲)۔ والفتوی علی قول الامام وعلیہ المتون قاطبۃ فصار سکوتہا فی مسئلتنا ہذہ رضا لتحقق الاستیذان من الولی علی قول الامام المختار للفتوی واللہ اعلم۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازت ولی کسی ایسے شخص سے ہوا جس کی کفاءت کا حال معلوم نہ تھا۔ لیکن بوقت نکاح کفاءت کی شرط کرلی تھی یا صراحۃً تو شرط نہ کی تھی مگر خاوند کی طرف سے کفو ہونا ظاہر کیا گیا تھا اور اس پر اعتماد کرکے نکاح کردیا ہو پھر خلاف ظاہر ہوا اور ثابت ہوا کہ کفو نہیں ہے حکم اس صورت کا یہ ہے کہ عورت کو بھی خیار فسخ حاصل ہوگا اور اُس کے ولی کو بھی۔ لما فی کفاءۃ الدر المختار ما نصہ ولو زوجہا بالرضا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا الاخیار لاحد۔ الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرہم بہا وقت العقد فزوجوہا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفوء کان لہم الخیار ولو الجیہ۔

لیکن اگر یہ عورت ہنوز باکرہ ہو تو اُس کا خیار سکوت سے باطل ہوجاوے گا۔ یعنی اگر اطلاع حال کے بعد فوراً کہدیا کہ مجھے اس سے نکاح رکھنا منظور نہیں تب تو اختیار باقی رہے گا اور بذریعہ حاکم مسلم فسخ کرا سکے گی ورنہ اگر نامنظوری ظاہر کرنے میں ذرا بھی تاخیر کی تو خیار فسخ باقی نہ رہے گا۔

یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ لڑکی ہنوز باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہوچکی ہے تو اُس کے سکوت سے خیار باطل نہیں ہوتا بلکہ جب تک صراحۃً یا دلالۃً[۵] رضا نہ پائی جاوے اُس وقت تک

---

[۵] مثلاً شوہر لمس وتقبیل وغیرہ کرلے یا مہر یا نفقہ ادا کردے اور زوجہ اُس کو لمس وتقبیل وغیرہ پر قدرت دے یا مہر وغیرہ قبول کرلے تو یہ دلالۃً رضا ہے اور مہر کا قبول کرنا دلیل رضا اُس وقت ہے جب کہ بلوغ سے خلوۃ صحیحہ ہوچکی ہو۔ کما ہو مصرح فی الدر والرد وقد مر ما نصہ ۱۲ منہ

اختیار باقی رہے گا۔

کما مر نصہ من الدر المختار والشامیہ مفصلاً فی خیار البلوغ۔ قبیل عنوان الفائدۃ الموعودۃ۔

اور یہی حکم ہے ولی کا کہ اُس کا خیار فسخ بھی محض سکوت سے باطل نہیں ہوتا بلکہ صراحۃً یا دلالۃً رضا کی ضرورت ہے اور دلالۃً رضا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ولی مہر وغیرہ پر قبضہ کرلے

کما فی باب الولی من الدر المختار ما نصہ۔ (وقبضہ) ای ولی لہ حق الاعتراض (المہر) ونحوہ مما یدل علی الرضی (رضاً) دلالۃً (الی ان قال) و (لا) یکون (سکوتہ) رضا (از شامی ص۴۸۹ جلد ۲)

چھٹی صورت یہ کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اُس کے والد یا دادا نے ایسے شخص سے کیا جس کو اُس کے بیان کی بنا پر کفو سمجھا گیا تھا یا کفو ہونے کی شرط کرلی گئی تھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ غیر کفو ہے تو اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ بالغ ہونے سے پیشتر تو صرف باپ دادا کو اختیار ہے۔ اگر اُس نے فسخ کرادیا تو فسخ ہوجاوے گا۔ اور اگر حقیقت ظاہر ہونے کے بعد بھی نکاح کو منظور رکھا تو لازم ہوجائے گا۔

اور اگر باپ دادا نے سکوت کیا تو صرف اس کے سکوت سے اختیار باطل نہ ہوگا بلکہ باپ دادا کو بھی اختیار رہے گا اور بالغ ہونے پر لڑکے لڑکی کو بھی اختیار حاصل ہوجائیگا

ع اسی طرح مجنون اور مجنونہ کا بیٹا ان احکام میں باپ کے برابر ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا ۱۲ منہ

ع اور اگر کفارت کی نہ تو شرط کی تھی نہ زوج نے اپنا کفو ہونا بیان کیا تھا بلکہ باپ دادا نے محض اپنے گمان سے کفو سمجھ کر نکاح کردیا تھا۔ پھر ظاہر ہوا کہ کفو نہیں ہے تو اس صورت میں خیار کفارت ہونے یا نہ ہونے میں باوجود تتبع اور مراجعت علماء کے کوئی امر منقح نہیں ہوسکا۔ بعض جزئیات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بظن کفارت نکاح کردینے اور پھر خلاف ظاہر ہونے کی صورت میں مطلقاً خیار فسخ حاصل ہوتا ہے خواہ یہ ظن کفارت شوہر کے بیان وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہو یا خود بخود لڑکی والوں نے یہ گمان کرلیا ہو۔ اور بعض دوسرے جزئیات میں یہ خیار اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ ظن کفارت شوہر کے بیان کی بنا پر کیا گیا ہو۔ اس لئے اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ دونوں مسئلے جدا جدا ہیں اور ہر دونوں صورتوں میں خیار فسخ حاصل ہے۔ یا مطلق مقید پر محمول ہے اور بغیر اخبار زوج کے محض ظن کفارت خیار فسخ کے لئے کافی نہیں۔ اور ہمیں قواعد سے رجحان اس کو معلوم ہوتا ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے اور ظن کفارت بلا اخبار زوج کی صورت میں خیار فسخ نہ دیا جائے۔ یہ جزئیات فقہیہ ردالمحتار باب الولی میں من قولہ (وان عرف لایصح النکاح) استشکل ذلک الخ اور باب الکفارت میں من قولہ (فلو نکحت الخ) تفریع الی آخرہ اور آخر باب العنین میں من قولہ (لو تزوجتہ علی انہ حر الی قولہ لہا الخیار) ای لعدم الکفاءۃ الی آخرہ اور بحر الرائق باب الکفارۃ میں قول کنز ولو زوج صغیرۃ غیر کفو کی شرح مع حاشیہ منحۃ الخالق اور خانیہ آخر باب الکفارۃ میں رجل زوج بنتہ الصغیرۃ الخ ہیں اہل علم بوقت ضرورت مراجعت کرکے کسی جانب کو خود ترجیح دے کر عمل کریں ہماری ترجیح پر نہ رہیں ۱۲ منہ

اس لئے بالغ ہونے کے بعد نکاح لازم ہونے کے واسطے دونوں کی رضامندی شرط ہے۔ باپ دادا کی بھی اور لڑکے یا لڑکی کی بھی۔ پس بلوغ کے بعد لڑکے یا لڑکی اور باپ یا دادا میں سے ایک بھی چاہے تو نکاح فسخ ہو سکتا ہے اگرچہ دوسرا بقائے نکاح پر رضامند ہو جائے۔

کما قال فی فتاوی قاضیخان (ص۱۶۳ ج۱) رجل زوج ابنتہ الصغیرۃ من رجل ذکر انہ لایشرب المسکر فوجدہ شریبا مدمنا فبلغت الصغیرۃ وقالت لا ارضی قال الفقیہ ابو جعفر رح ان لم یکن اب البنت یشرب المسکر وکان غالب اہل بیتہ الصلاح فالنکاح باطل لان والد الصغیرۃ لم یرض بعدم الکفاءۃ وانما زوجہا منہ علی ظن انہ کفوء اھ۔

اس جزئیہ میں اس کی تو تصریح ہے کہ صورت مذکورہ میں بعد بلوغ کے لڑکی کو اختیار ہے (اور لڑکا کفاءت کے باب میں لڑکی کا حکم رکھتا ہے کما مر فی خیار البلوغ اور اس صورت میں باپ دادا کے منظور کرنے سے لازم ہو جانا اس وجہ سے ہے کہ اس کو غیر کفو میں نکاح کرنے کا حق ہے جیسا کہ خیار بلوغ کے بیان میں مفصل گذر چکا اور اس جزئیہ مذکورہ میں لان والد الصغیرۃ الخ سے بھی مفہوماً معلوم ہوتا ہے وغیرہ خزانۃ المفتین میں باپ کو اختیار ہونے کی تصریح ہے۔ فانہ قال الاب اذا زوج ابنتہ الصغیرۃ من رجل وظن انہ یقدر علی ایفاء المعجل والنفقۃ ثم ظہر عجزہ عن ذالک کان للاب ان یفسخ لانہ جعل بالکفاءۃ ولم یسقط حقہ لانہ زوج علی انہ قادر انتہی (خزانۃ المفتین قلمی ورق ۱۲۱ ص۲)۔

اور جب اس کو ظہور حال کے بعد خیار ملے گا تو بدون کسی مسقط کے ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں لہذا بعد بلوغ بھی باپ کو خیار رہے گا واللہ اعلم۔

فائدہ فرقت کی تمام صورتیں و نیز یہ معلوم ہونیکے لئے کہ کس کس صورت میں قضائے قاضی کی ضرورت ہے اور کس کس میں نہیں درمختار سے ایک نظم نقل کی جاتی ہے۔

وھو ھذا

فرق النکاح اتتک جمعا نافعا — فسخ طلاق وھذا الذی یحکیہا
تباین الدار مع نقصان مہر کذا — فساد عقد و فقد الکفو ینعیہا
تقبیل سبی واسلام المحارب او — ارضاع ذہرتہا قد عاد ذا فیہا

سه غیرہ العلامۃ الشامی ھکذا ۱۲ ٥ ان النکاح لہ فی قولہم فرق + وھو اجود ۱۲ منہ عہ ھذا علی ظاہر الروایۃ لا علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوی المذکورۃ فی الصورۃ الاولی من عدم ان خیار الکفاءۃ ۱۲ منہ سه قد غیرہ العلامۃ الشامی الی ھذا ا ٥

ارضاع اسلام حربی بمحبس نصہ ایرنبہ قبلۃ فقد عد ذا فیہا فحذف منہ السبی ۱۲ منہ

خيار عتق بلغ ردة وكذا ... ملك لبعض تلك القسم يحصيها
اما الطلاق فجب عنة وكذا ... ايلائه ولعان ذاك يتلوها
قنساء قاض اتى شرط الجميع خلا ... ملك وعتق واسلام اتى فيها
تقبيا شيئي مع الايلاء يا املى ... تباين مع فساد العقد يدنيها

وهنا تمت التتمة + المشتملة على المسائل المهمة + المتعلقة بالحوادث الملمة + بتوفيق من بيده عقد الامور والازمة + في اوائل شهر يبارك فيه من الملاك الديان + ويغفر لمن يهام فيه باب الريان + المعروف بشهر رمضان + الذي اوله رحمة + واوسطه مغفرة واخره عتق من النيران سنة اثنين وخمسين بعد ثلثمائة والف من الهجرة النبوية على صاحبها الف الف صلوة وتحية على يد احقر الانام والاثيم عبده الاثيم الراجي فضله العميم المدعو بعبد الكريم ستر الله ذنبه الجم والجسيم الصغير منه والعظيم وتجاوز عن حدايته والقديم انه هو الغفور الرحيم وليس هذا العبد الضعيف في تحرير هذه الرسالة وتسويد هذه الجمالة الا كمتحرك الظل على اثرعين والقلم بين اصبعين وهي بدقها وجلها وقضها وقضيضها من افاضات مجمع البحرين ومنبع النهرين خضر الطريقة حبر الشريعة بقية السلف حجة الخلف حكيم الامة عند كل غمة شيخنا التقي الولي العلامة الشهير باشرفعلي لازال منغمسا في بحار لطفه الخفي والجلي فجاء بحمد الله بما يكشف الغين ويجلو العينين متعنا الله تعالى بطول بقائه بالخير دوام الملوين ودور العصرين والحمد لله الذي بعزته وجلاله

تتم الصالحات والصلوة والسلام على سيد الموجودات

مهر دار العلوم دیوبند

مهر اعداد العلوم تهانه بهون

التصديقات

نظرنا في التتمة فوجدناها صحيحة اشرف على عفي عنه الحادي عشر من رمضان سنة ١٣٥٢

العبد الضعيف محمد شفيع غفر له خادم دار الافتاء بدیوبند

العبد النحيف سراج احمد غفر له مدرس خانقاه امداديه

لقد تشرفت بمطالعة هذه التتمة فوجدتها درة يتيمة وحسناء وسيمة فلله در من اخرجها واستخرجها او زينها او شحذها وبحثها جزاه الله تعالى عني وعن سائر المسلمين خير الجزاء واحسنه ورزقني واياه عيشة مرضية وعاقبة حسنة

وانا العبد المذنب ظفر احمد عفا الله عنه ٢٥ رمضان ١٣٥٢

ـ قد غيره الشامي هكذا اما الطلاق فجب عنة وابا + الزوج ايلاء واللعن يتلوها + فزاد فيها اباء الزوج منه ـ ـ قد غيره الشامي هكذا ايلائه ردة ايضا مصاهرة + الخ فحذف السبي منه ايضا فافهم ١٢ منه

لا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا قولہ تعالیٰ ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا

چوں از آیت مذکورہ ہویداست کہ اختلافِ مذہب زوجین در احکام نکاح
اثرے قوی میدارد ایں رسالہ کہ ضمیمہ البیت از حیلۂ ناجزہ للحلیلۃ العاجزہ

یعنی

حکم الازدواج

مع

اختلاف دین الازواج

جامع بود مسائل ایں باب را

بنا علیہ

خدام مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون اہتمام اشاعتش نمودند
و بار سوم در شوال المکرم سنہ ۱۳۶۴ھ
از دار الاشاعت بمنصور علی خان سہارنپور شائع گردید

حضرت امام العارفین سراج السالکین خضر الطریق مظہر التوفیق فقیہ العصر حکیم الامت مجدد الملت سیدی وسندی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے اپنے رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" کی تمہید میں حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے کہ چند مسائل متعلقہ ازدواج بصورت اختلاف مذہب کا اضافہ بطور ضمیمہ کیا جاوے گا جس میں خصوصیت سے یہ بات بھی واضح کی جاوے گی کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا نہیں اور بعد تجدید اسلام دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔

حضرت اقدس نے قلت فرصت کی وجہ سے اس ناکارہ غلام کو ارشاد فرمایا اس لئے تعمیل ارشاد کے لئے یہ رسالہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور نام اس کا "حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج" تجویز ہوا حق تعالیٰ اس کو بھی اصل رسالہ کی طرح مفید اور مقبول فرماوے اور حضرت کے فیوض سے متمتع فرمائے۔ آمین

بندہ محمد شفیع دیوبندی غفرلہ

خادم دارالافتاء دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ولاسیما علیٰ سیدنا المجتبیٰ ومن بہدیہ اھتدیٰ۔ وبعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ مذہب زوجین کے اختلاف کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اختلاف نکاح سے پہلی ہی موجود ہو دوسرے یہ کہ بعد نکاح پیدا ہو جائے۔

پہلی صورت میں مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے کسی حال جائز نہیں خواہ کفر کی کوئی قسم ہو اسی طرح مسلمان مرد کا نکاح بھی کسی کافر عورت سے جائز نہیں البتہ اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ یا نصرانیہ وغیرہ ہو تو اُس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

اوّل یہ کہ وہ عام اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی یا یہودی اور درحقیقت لامذہب دہریہ نہ ہو بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم از کم مانتی تو ہو اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ اصل سے ہی یہودیہ نصرانیہ ہو اسلام سے مرتد ہو کر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اُس سے نکاح صحیح و منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن بلا ضرورت شدید اس سے بھی نکاح کرنا مکروہ اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے۔ اسی لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں کے نکاح سے منع فرما دیا تھا۔ (اخرجہ الحافظ ابن کثیر فی تفسیر قولہ تعالیٰ ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن والامام محمد فی کتاب الآثار وصرح بالکراھۃ واختیار انہا تحریمیۃ فی الحربیۃ العلامۃ الشامی فی محرمات رد المحتار ص۳۱۳ ج۲)۔ اور جب عہد فاروقی میں کہ زمانہ خیر تھا ایسے مفاسد موجود تھے تو آج کل جس قدر مفاسد ہوں کم ہیں۔ بالخصوص موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج تو بالکل ہی اُن کے دین دنیا کو تباہ کر دینے والے ہیں جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔

دوسری صورت یعنی نکاح کے بعد زوجین کا یا ان میں سے کسی ایک کا مذہب بدل جائے اس کے چار احتمال ہیں۔

پہلا احتمال یہ ہے کہ دونوں کافر تھے پھر ایک ساتھ دونوں مسلمان ہو گئے

دوسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں مسلمان تھے پھر معاذ اللہ دونوں ایک ساتھ مرتد ہو گئے۔

ان دونوں احتمالوں میں نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ بعینہ قائم رہتا ہے۔ کما صرح

عہ گو ان دو احتمالوں میں اختلاف مذہب صادق نہیں آتا مگر استیعاب احکام کے لئے انکو بھی بیان کر دیا گیا ۱۲ منہ

اختلاف مذہب کے احتمال اول و دوم کا حکم

دوسری صورت کے احتمال اول و دوم کا حکم

بہ فی نکاح الکافر من التنویر وسائر المتون)۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا بدستور کفر پر باقی رہے اس کے دو جزو ہیں۔

تیسرے احتمال کے جزو اول کا حکم

پہلا جزو یہ ہے کہ مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت کتابیہ[1] ہے تو نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بحالہ قائم رہے گا گو وہ اہل کتاب کا ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا اختیار کرے مثلاً یہودیہ سے نصرانیہ ہو جائے یا بالعکس۔ اسی طرح اگر ایسا ہوا کہ جس وقت مرد مسلمان ہوا ہے اسی وقت مجوسیہ بیوی نے اہل کتاب کا مذہب قبول کر لیا اس صورت میں بھی نکاح پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ البتہ اگر اس کا عکس ہوا یعنی اسلام زوج کے بعد کتابیہ بیوی نے مجوسیت وغیرہ اختیار کر لی تو نکاح ٹوٹ جاوے گا۔

کما صرح بہ فی باب نکاح الکافر من الدر المختار والشامی۔ اور اگر عورت غیر کتابیہ مثلاً ہندو یا مجوسیہ وغیرہ ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ یہ واقعہ دار الاسلام[2] میں ہوا ہے تو قاضی اس کی عورت پر اسلام پیش کرے وہ بھی اسلام قبول کرے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کرے یا سکوت کرے تو نکاح فوراً فسخ کر دیا جائے۔ اور اگر یہ واقعہ دار الحرب میں ہوا ہے تو وہاں عورت پر تین حیض گذر جانا ہی اسلام سے انکار کر دینے کے قایم مقام ہو جاتا ہے یعنی اگر عورت مسلمان نہ ہو اور تین حیض اسی حالت پر گذر جائیں تو نکاح خود بخود فسخ ہو جائیگا

دوسرے جزو کا حکم

دوسرا جزو یہ ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور خاوند کفر پر باقی ہے تو خواہ یہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی ہر حال میں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر واقعہ دار الاسلام کا ہے تو قاضی اس کے خاوند پر اسلام پیش کرے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو نکاح بحالہ قایم رہے گا۔ اور اگر اسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے اور اگر یہ واقعہ دار الحرب کا ہے تو عورت کے تین حیض گذر جانا ہی انکار اسلام کے قائم مقام ہو جائے گا اور بعد تین حیض گذر جانے کے عورت بائنہ ہو جائے گی۔

---

[1] بشرطیکہ وہ اصل سے کتابیہ ہو پس اگر اسلام سے پھر کر کتابیہ ہوئی تھی تو بغیر اسلام لائے اس عورت سے دوبارہ بھی نکاح نہیں ہو سکتا ۱۲ منہ [2] یعنی میاں بیوی دونوں دار الاسلام میں ہوں اور اگر ایک دار الاسلام میں ہو اور دوسرا دار الحرب میں تو تفریق قاضی نہیں ہو سکتی بلکہ تین حیض گذرنے پر بینونت ہو جاوے گی یعنی خود بخود نکاح جاتا رہے گا۔ کما صرح بہ الشامی تحت قول الدر ولو اسلم احدہما ۱۲ منہ

عدت کا حکم

(بصورت اسلام احد الزوجین)

اگر زوجہ اور شوہر دونوں دار الاسلام میں ہوں اور عرض اسلام کے بعد تفریق کی گئی ہے تب تو بالاتفاق عدت واجب ہے۔ اور اگر اُن میں سے ایک یا دونوں دار الحرب میں ہیں اور اس لئے عرض اسلام نہ ہو سکا بلکہ تین حیض گذر جانے کی وجہ سے بائنہ ہوئی ہے تو اُس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر شوہر مسلمان ہوا ہے تو بالاتفاق عدت واجب[ع] نہیں۔ اور اگر عورت مسلمان ہوئی ہے تو صاحبین کے نزدیک اُس پر ان تین حیض کے علاوہ دوسرے تین حیض تک عدت گذارنا واجب ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک عدت واجب[ع] نہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کیا جائے۔ امام طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(شامی باب نکاح الکافر ص ۶۴۱ ج ۲)

چوتھا احتمال یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک معاذ اللہ مرتد ہو جائے اس کے دو جزو ہیں۔ ایک خاوند کا مرتد ہو جانا۔ دوسرے زوجہ کا مرتد ہونا۔ دونوں کے احکام جدا جدا درج ذیل ہیں اور اس چوتھے احتمال کے احکام پر اکابر علماء کے تصدیقی دستخط بھی ثبت ہیں۔

ف زوجین کے اختلاف مذہب کی پہلی صورت کے احکام میں اور دوسری صورت کے چار احتمالوں میں سے اوّل کے تین احتمالوں کے احکام میں تو کوئی خفا و اختلاف نہ تھا اس لئے اُن کا مسودہ سب حضرات کے سامنے پیش نہیں کیا گیا بلکہ صرف حضرت حکیم الامت دام مجدہم اور چند حضرات کے ملاحظہ پر اکتفاء کیا گیا اور چوتھے احتمال کی بعض صورتوں کے حکم میں کچھ خفا و اختلاف تھا اس لئے صرف اس احتمال کے احکام کو پیش کر کے سب حضرات کے دستخط حاصل کئے گئے ہیں۔

ع یعنی اس کو اسلام کے بعد اُس زوجہ کی ہمشیرہ وغیرہ سے فوراً نکاح کر لینا جائز ہے اگر عدت واجب ہوتی تو انقضاء عدت سے قبل ہمشیرہ وغیرہ کے ساتھ نکاح جائز نہ ہوتا اور عدت واجب نہ ہونے کا ایک ثمرہ یہ بھی ہے کہ اگر یہ عورت مسلمان ہو جائے تو اس کو فوراً دوسرے شخص سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ حاملہ نہ ہو ورنہ بعد وضع حمل ۱۲ منہ

ع البتہ اگر یہ عورت حاملہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک بھی وضع حمل سے قبل اس سے نکاح جائز نہیں ۱۲ منہ

حکم ارتداد شوہر

اگر کسی عورت کا ناوند معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے اور مرتد ہو جائے تو با جماع ائمۃ اربعۃ و باتفاق جمہور فقہاء اُس کا نکاح خود بخود فسخ ہو جاتا ہے قضائے قاضی اور حکم حاکم کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور یہ ارتداد شوہر اگر خلوت صحیحہ سے قبل ہوا ہے تو نصف مہر خاوند کے ذمہ ہے اور عورت پر عدت واجب نہیں اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد ارتداد ہوا ہے تو پورا مہر لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے۔ نیز اُس مرتد پر عدت کا نفقہ بھی لازم ہے۔ لما فی الدر المختار (وارتداد احدھما) ای الزوجین (فسخ) فلا ینقص عددا (عاجل) بلا قضاء فللموطوءۃ ولو حکما کل مہرھا لتأکدہ بہ ولغیرھا نصفہ لو سمی او المتعۃ لو ارتد وعلیہ نفقۃ العدۃ۔

وفی رد المحتار (قولہ بلا قضاء) ای بلا توقف علی قضاء القاضی وکذا بلا توقف علی مضی عدۃ فی المدخول بہا کما فی البحر (شامی باب نکاح الکافر ص۱۲۵ ج۲) اور عالمگیری کتاب النکاح باب النکاح باب عاشر صفحہ ۳۱۷ جلد ۱ (مصری) میں ہے اذا ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقۃ بغیر طلاق فی الحال قبل الدخول وبعدہ

تنبیہ ضروری

بعض لوگوں نے صرف ان عبارات کو دیکھ کر علی الاطلاق یہ سمجھ لیا کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تب بھی نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اور اسی بنا پر محض ناواقفیت سے تمام روایات فقہیہ کے خلاف یہ تفریع کر بیٹھے کہ اس نالائق کو تجدید اسلام کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ یہاں تک کہ بعض کم بخت عورتوں نے اس کو خاوند سے رہائی حاصل کرنے کا سہل علاج سمجھ لیا اور ارتداد کی بلاء عظیم میں مبتلا ہو کر اپنے عمر بھر کے اعمال صالحہ برباد کر دیئے حالانکہ شرعی طور پر پھر بھی اُن کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں دوسرے شخص سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ یہ لازم ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح کر کے پہلے ہی خاوند کے ساتھ رہے جس کی تفصیل ارتداد زوجہ کے بیان میں عنقریب آ رہی ہے۔

حکم ارتداد زوجہ

زوجہ کے ارتداد میں روایات مختلف ہیں اور کسی قدر تفصیل ہے جو ذیل میں لکھی جاتی ہے

(۱) فی الہدایۃ من باب النکاح الکافر اذا ارتد احد الزوجین فقعت الفرقۃ بغیر طلاق انتہی قال المحقق ابن الہمام ہذا ہو ظاہر المذہب وعن مشائخ بلخ وسمرقند انہ ان ارتد الزوج یقع الفرقۃ حتما لاحتیاجہا الی الخلاص بالزوج الکافر وان ارتدت یتخیر الزوج بین الفرقۃ وجبرہا علی الاسلام وعلی النکاح مع زوجہا الاول لان الحکم بذلک یحتمل فی کل قاض ان یجدد النکاح بینہما بمہر یسیر وہو دینار او ثوب ام لا وتعزر خمسۃ وسبعین سوطا ولا تسترق المرتدۃ ما دامت فی دار الاسلام وظاہر الروایۃ وفی روایۃ النوادر عن ابی حنیفۃ رح تسترق (فتح القدیر نکاح اہل الشرک صفحہ ۲۹۰ جلد ۳)

(۲) وفی فتاوی قاضیخان فصل الفرقۃ بین الزوجین ص۲۹۵ ج۲ منکوحۃ ارتدت والعیاذ باللہ تعالی حکی عن ابی النصر وابی القاسم الصفار رحمہما اللہ لا یقع الفرقۃ بینہما حتی لا تصل الی مقصودہا ان کان مقصودہا الفرقۃ وفی الروایات الظاہرۃ یقع الفرقۃ ویحبس المرأۃ حتی تسلم ویجدد النکاح سدا لہذا الباب علیہا۔ (۳) وفی العالمگیریۃ الباب الثامن من النکاح مثلہ وبعض الفاظہا تحرم علی زوجہا فیجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح باقل شیء ولو بدینار سخطت او رضیت ولیس لہا ان تتزوج الا بزوجہا۔ قال الہندوانی الحنفی بہذا قال ابو اللیث وبہ نأخذ کذا فی التمرتاشی۔

(۴) وفی الدر المختار ویجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح (الی قولہ) وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتہا (الی قولہ) قال فی النہر والافتاء بہذا یعنی بقول مشائخ بلخ اولی من الافتاء بما فی النوادر (الی قولہ) وحاصلہا ان ارتداد الزوجۃ تسترق وتکون فیئا للمسلمین عند ابی حنیفۃ رح (لے روایۃ النوادر ۱۲)

(۵) قال فی رد المحتار وعبارۃ النہر ولا یخفی ان الافتاء بما اختارہ ائمۃ بلخ اولی من الافتاء بما فی النوادر ولقد شاہدنا من المشاق فی تجدیدہا فضلا عن جبرہا بالضرب نحوہ ما لا یعد ولا یحد (الی قولہ) ومن القواعد المشقۃ تجلب التیسیر (قال الشامی بعد نقلہ) قلت المشقۃ فی التجدید لا یقتضی ان یکون قول ائمۃ بلخ اولی مما فی النوادر بل اولی مما مر ان علیہ الفتوی وہو قول البخاریین (الی قولہ) تأمل (شامی صفحہ ۴۲۶ ج ۲) (۶) وفی تعزیر الدر المختار ارتدت لتفارق زوجہا تجبر علی الاسلام وتعزر خمسۃ وسبعین سوطا ولا تتزوج بغیرہ بہ یفتی ملتقط۔ قال الشامی قولہ لا تتزوج بغیرہ بل تتقدم انہا تجبر علی تجدید النکاح بمہر یسیر وہذہ احدی روایات ثلاث

تفصیل روایات

تقدمت فی الطلاق الثانیة انها لاتبین ردًا لقصدها السیئ۔ الثالثة ما فی النوادر من انه یملکها رقیقة ان کان مصرفا ط (شامی صفحہ ۲۰۷ جلد ۲) (۷) وفی قنیة الفتاوی تحرم اللعینة وتجبر علی الاسلام وبوم النوادر الواقعات للناطفی، وفیها بعض مشائخ بلخ وابو القاسم الصفار واسمعیل الزاهد وائمة بخارا وبعض ائمة سمرقند کانوا یفتون بعدم الفرق بردتها حسما لباب المعصیة وفی الجامع الاصغر کان شاذان وابو نصر الدبوسی یفتیان بانها لاتبین (شرح الطحاوی) وفیها المرتدة مادامت فی دار الاسلام فانها لاتسترق فی ظاهر الروایة وفی النوادر عن ابی حنیفة انها تسترق عند الائمة الترجمانی ثم قال ولو کان الزوج حالما استولی علیها بعد الردة فتکون فیئا للمسلمین عند ابی حنیفة رح ثم یشتریها من الامام ویصرفها الیه ان کان مصرفا فلو افتی مفت بهذه الروایة حسما لهذا الامر لاباس به قلت وفی زماننا بعد فتنة التتر العامة صارت هذه الولایات التی غلبوا علیها واجروا احکامهم فیها کخوارزم وماوراء النهر وخراسان ونحوها صارت دار الحرب فی الظاهر فلو استولی علیها الزوج بعد الردة یملکها ولایحتاج الی شرائها من الامام فتبقی فی یده بحکم الرق حسما لکید الجهلة ومکر المکرة علی ما اشار الیه فی السیر الکبیر رقنیة الفتاوی ص۱۰ باب نکاح الکافر قال الشامی بعد نقل هذه العبارة من القنیة قوله یملکها مبنی علی ظاهر الروایة من انها لاتسترق مادامت فی دار الاسلام ولاحاجة الی الافتاء بروایة النوادر لما ذکر من صیرورة دارهم دار حرب فی زماننا فیملکها بمجرد الاستیلاء علیها لانها لیست فی دار الاسلام فافهم (شامی ص۱۰۳ ج ۲)۔

(۸) وفی شرح الفقه الاکبر لملا علی القاری رح وفی المضمرات لو افتی لامرأة بالکفر لتبین من زوجها فقد کفر قبلها۔ وتجبر المرأة علی الاسلام وتضرب خمسة وسبعین سوطا ولیس لها ان تتزوج الا بزوجها الاول هکذا قال ابو بکر وکان ابو جعفر رح یفتی بها ویأخذ بهذا انتهی وقال بعضهم ان ردتها لاتؤثر فی افساد النکاح ولا یؤمر بتجدید النکاح حسما لهذا الباب علیهن۔ وعامة علماء بخارا یقولون کفرها یعمل فی افساد النکاح لکنها تجبر علی النکاح مع زوجها قطعًا وهذا فرقة بغیر طلاق بالاجماع وعلیها الفتوی کذا فی منهاج المصلین۔ (شرح فقه اکبر مجتبائی صفحہ ۲۲۱)۔

(۹) وفی باب المرتد من الدر المختار ولیس للمرتدة التزوج بغیر زوجها به یفتی (قال الشامی

عہ هکذا فی الاصل ولم یظهر فائدته فلیتأمل ۱۲ منه

عہ فیه ان الحرب دار الاسلام شرط الاستیلاء کما صرح به الشامی فی باب الاستیمان ۱۲ منه

صحیح قال وهو الاصح فعلی هذا فکیف یصح القول بالملک فیها فلیتأمل ویمکن ان یجاب بان الحرب دار الملک یکون شرط التملک المستأمن الا من یسکن فی دار الحرب ۱۲ منه

تحته) وقد افتى الدبوسي والصفار وبعض اهل سمرقند بعدم وقوع الفرقة بالردة ردًا عليهما وغيرهم مشوا على الظاهر ولكن حكموا بجبرها على تجديد النكاح مع الزوج وتضرب خمسة وسبعين سوطا واختاره قاضيخان للفتوى (شامي ص٣٣١ ج١)

رفع الاشتباه

والحجة في صدك ان قول البلخي بعد الاشتباه بصادم نص الكتاب من قوله تعالى ولا تمسكوا بعصم الكوافر لانا نقول ان النص نماد في اسلام الزوج بقاء الزوجة على الكفر فمسئلتنا هذه اعني ارتداد الزوجة غير داخل فيه نصًا بل للاجتهاد فيه مساغ - قال في التفسير الاحمدي ثم منع الله المؤمنين عن نكاح المشركات حيث قال ولا تمسكوا بعصم الكوافر يعني ولا تمسكوا بما يعتصم به الكافرات من عقد وسبب اي لا تدخلوا الكافرات تحت نكاحكم على ما قدمه الامام الزاهد والاولى ان يحمل الامساك على حالة البقاء دون الابتداء والمراد النهي عن ابقاء نكاح اللتي بقيت في دار الحرب ولحقت بدار الحرب مرتدة على ما قال صاحب الكشاف والمدارك فالمعنى وتحفظوها تحت نصرفكم - وفي البحر المحيط صفحة ٢٥٨ ج٢ قال ابن عطية هذه الآية كالمرادي قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا اذا جاءكم المؤمنات الخ) قد ارتفع حكمها وفيه ايضًا قال ابن العربي كان هذا حكم الله تعالى مخصوصا بذلك الزمان في تلك النازلة خاصة بالاحماء الامة - لا يقال ان بقاء نكاح المرتدة وان لم يصادمه النص ولكن دلالة هذا النص تعارضه لانا نقول ان مسئلتنا هذه لا تدخل تحت دلالة النص ايضًا فان دلالة النص لا يطلق الا على ما يستفاد من النص لغةً بحيث يفهمه عامة اهل اللغة - وفسخ النكاح بالارتداد لم يزل عرضة للاجتهاد - فانكره القاضي ابن ابي ليلى مطلقا كما في مبسوط السرخسي ص٤٩ ج٥ - وبه قال داود الظاهري كما عزاه ابن قدامة في المغني ص٥٦ ج٧ -

وقال الشافعي رح واحمد رح في احدى الروايتين ان الارتداد اذا وقع بعد الدخول يتوقف فسخ النكاح على انقضاء العدة كما صرح به في فتح القدير - فلو كان فسخ النكاح بالارتداد مدلول النص فلا يخفى على مثل هؤلاء الائمة الاجلة ولهذا لم نجد في شيء من الكتب ان الذين اختاروا ظاهر الرواية ينكرون على ائمة بلخ وسمرقند بمصادمة النص - فانه لو كانت فتواهم مخالفة للنص لنبهوا عليها وردوها على اكمل وجه واتمه - وان قيل ان نص الآية ودلالته وان لم يشمل ما نحن فيه ولكنه ملحق به لنصوص قياسًا قلنا ذلك مما كنا نبغ فقد ثبت به ان الاجتهاد فيه مساغا فلا لوم على من لم يلحقه بالمنصوص لفارق بينهما وهو ان الموجب للفسخ

فی المنصوص هو الاباء عن الاسلام لان البقاء علی الکفر جزاءً لنعمته والاخفاء فی ان الارتداد بعد الاسلام اشد واقبح من البقاء علی الکفر الاصلی والاباء عن الاسلام فیقتضی جزاءً اشد وانکل فکیف یقاس الاشد علی الاخف لاشک ان الحکم بفسخ النکاح فی المرتدة مع اختیارها ابتغاء الازواج وترکها سدًا لباب تذهب الی حیث شاءت وتزوج من شاءت کما فی الکافرة الاصلیة لیس من العقوبة والنکال فی شیء بل هو عین مرضاها ومرماها نعم الحکم بعدم الصبر علی وجه المعاقبة جزاء بما اکتسبت من ارتدادها اغلظ واقرب للانزجار وهی اولی به انتهی هذا محصل تحقیق علماء السیر رفعوا رحمهم الله تعالیٰ قلت فان خالج فی قلبک ان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب والنص عام فیشمل ما نحن فیه ویخالفه فتوی علماء بلخ فاذکر بان المراد فی هذا الاصل العموم الذی لا یجاوز مراد المتکلم المفهوم من القرائن لا العموم المطلق والا لزم القول بالنهی عن الصوم فی السفر مطلقا لحدیث لیس من البر الصیام فی السفر واللازم منتف وههنا لیس مراد المتکلم العموم لما فی شیء ودلیله نفس اجزاء الآیة من قوله تعالیٰ واسئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا وقوله تعالیٰ وان فاتکم شیء من ازواجکم فعاقبتم فاتوا الذین ذهبت ازواجهم مثل ما انفقوا فان هذه الاحکام لیست عامة لمن فیه ویدل علی عدم العموم الاجماع اما ابن عربی

روایات مذکورہ بالا سے یہ ثابت ہوگیا کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں مذہب حنفیہ میں تین قول ہیں،

ایک ظاہر الروایۃ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح تو فوراً فسخ ہوجائیگا لیکن پھر اسکو حبس و قید کرکے تجدید اسلام پر بھی مجبور کیا جائیگا کہ وہ اپنے پہلے ہی خاوند سے تجدید نکاح کرے جیسا کہ عبارت قاضیخان نمبر ۱ اور عالمگیری کی عبارت نمبر ۲ اور عبارت درمختار و شامی نمبر ۳ میں اسکی تصریح ہے کہ ظاہر الروایۃ جسمیں فسخ نکاح کا حکم دیا گیا ہے اسکی شان یہ بھی مذکور ہے کہ عورت کو تجدید اسلام اور شوہر اول سے تجدید نکاح پر بزور حکومت مجبور کیا جائیگا خواہ اسکے مرتد ہونیکی غرض خاوند اول سے علیحدہ ہونا ہی ہو یا حقیقۃً اسکے عقائد بدل گئے ہوں دونوں صورتوں میں اسکو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائیگا کما صرح به الشامی حیث قال ولا یلزم من هذا ان یکون الجبر علی تجدید النکاح منصوصا علی ما اذا ارتدت لاجل الخلاص منه بل قالوا ذلک سدًا لهذا الباب من اصله سواء تعمدت الحیلة ام لا کیلا تجعل ذلک حیلة (شامی باب نکاح الکافر ص ۲۲۵ ج ۲)

دوسرا قول مشائخ بلخ و سمرقند اور بعض مشائخ بخارا اسمٰعیل زاہد اور ابو النصر الدبوسی اور ابو القاسم صفار کا فتوے ہے کہ عورت کے مرتد ہونیکی صورت میں نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور یہ عورت شوہر سابق کے نکاح میں رہتی ہے جیسا کہ عبارت فتح القدیر نمبر ۱ و عبارت قاضیخان نمبر ۲ و عبارت درمختار نمبر ۳ و عبارت شامی نمبر ۴

وعبارت قنیہ نمبر ۱۷ اور شرح فقہ اکبر نمبر ۱۸ میں اس کی تصریح ہے۔

تیسرا قول وہ نوادر کی روایت ہے امام اعظم ابوحنیفہ رح سے کہ یہ عورت دار الاسلام میں بھی کنیز بنا کر رکھی جائیگی اور اسکے خاوند کا قبضہ اسپر بدستور سابق باقی رہیگا۔ لیکن اس روایت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ مرتدہ دار الاسلام میں ہو تو اسکا خاوند اسکو امام المسلمین سے قیمت دیکر خرید لیگا یا اگر امام المسلمین اسکو مصرف بھیجنگے تو اسکو مفت بھی دیدینگے۔ بہرحال بغیر اجازت امام اسکو اپنے قبضہ میں لانا جائز نہ ہوگا۔ اور اگر دار الحرب میں ہے، تو اذن امام کی حاجت نہیں بلکہ جب خاوند اسپر قبضہ پالے تو اسکی ملک ہوجاویگی اجازت امام وغیرہ کی کچھ حاجت نہیں جیسا کہ عبارت قنیہ نمبر ۱۷ میں اسکی تصریح ہے۔ حاصل یہ ہے کہ عورت اگر مرتد ہوجاوے تو اسکے نکاح کے بارہ میں حنفیہ کے تین قول ہوئے + ایک یہ کہ نکاح فسخ ہوجاتا ہے لیکن بعد تجدید اسلام اسکو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائیگا کسی دوسری جگہ نکاح کرنیکا اختیار نہ دیا جائیگا (وھو ظاھر الروایۃ) دوسرا یہ کہ نکاح فسخ ہی نہ ہوگا بلکہ وہ دونوں بدستور زن و شوہر رہیں گے۔ تیسرا یہ کہ عورت کو کنیز بنا کر رکھا جائے گا۔

ان تینوں اقوال میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے لیکن اتنی بات پر تینوں متفق ہیں کہ عورت کو کسی طرح یہ حق نہ دیا جائیگا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کے نکاح سے علیحدہ ہوکر دوسری جگہ نکاح کرے اسلئے یہ بات متفق علیہ ہوگئی کہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا ہرگز اختیار نہ ہوگا

اب ہندوستان میں بحالت موجودہ اس متفق علیہ حکم پر عمل کرنا پہلی روایت کو اختیار کرتے ہوئے غیر ممکن ہے کیونکہ فسخ نکاح کا حکم دیدینے کے بعد پھر تجدید نکاح پر مجبور کرنیوالی کوئی قوت مسلمانوں کے پاس موجود نہیں اور جہاں موجود ہوتی ہے وہاں بھی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے جیسا کہ شامی کی عبارت مندرجہ نمبر ۱۵ میں بیان کیا گیا ہے اسلئے پہلے قول یعنی ظاہر الروایۃ پر عمل کرنا ہندوستان میں بحالت موجودہ غیر ممکن ہوگیا کیونکہ اس کے ایک جزو پر عمل کرنا اگرچہ اختیار میں ہے لیکن دوسرا جزو یعنی تجدید اسلام اور تجدید نکاح پر مجبور کرنا قطعاً اختیار میں نہیں۔ اور نوادر کی روایت پر عمل کرنا تو ظاہر الروایت سے بھی زیادہ مشکل بلکہ بحالت موجودہ غیر ممکن ہے۔

اس لئے اب بجز اس کے کہ مشائخ بلخ و سمرقند کے قول کو اختیار کرکے اسی پر فتویٰ دیا جائے کوئی چارہ نہ رہا

اور صاحب نہر کو اگرچہ ان مشکلات کا سامنا نہ تھا جو آج ہم پر گذر رہی ہیں مگر وہ اپنے وقت میں اسی

ع تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر عورت مرتد ہوکر دار الحرب میں چلی جاوے یا دار الحرب میں ہی مرتد ہو تو اسکو کنیز بنانے پر ظاہر الروایۃ بھی متفق ہے۔ نوادر اور ظاہر الروایۃ کا اختلاف صرف اسمیں ہے کہ دار الاسلام میں رہتے ہوئے بھی کنیز بن سکتی ہے یا نہیں جیسا کہ فتح القدیر اور قنیہ کی عبارت مذکورہ سے واضح ہے ۱۲ منہ ع واذکر ما ھو منافی الحاشیۃ علی عبارۃ القنیۃ من ان القواعد تقتضی اشتراط الاحراز بدار الاسلام فی الاستیلاء ۱۲ منہ ع لیکن اس روایت پر فتوے دینے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح سے قبل شوہر کو استمتاع یعنی صحبت وغیرہ کی اجازت نہ دی جاوے جیسا کہ متن میں بھی بعض مسائل ضروریہ کے زیر عنوان عنقریب آتا ہے ۱۲ منہ

روایت پر فتوے دینے کو تجویز فرماتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے کو سخت مشکل میں ڈالنا قرار دیتے ہیں
چنانچہ عبارت شامی مندرجہ نمبر ۵ میں اُنکی عبارت نقل کیگئی ہے۔ اور علامہ شامی بھی اس فتوے کی
مخالفت نہیں کرتے اور جو کچھ فرمایا ہے وہ روایت نوادر پر قدرت ہونیکے وقت فرمایا ہے اور جب
پھر قدرت نہ ہو تو اُنکے نزدیک بھی مشائخ بلخ و سمرقند کے قول پر فتوے دینا متعین ہے اسی طرح دوسرے
فقہاء بھی اس قول کو نقل کرکے تردید نہیں کرتے۔ پس ہندوستان میں بحالت موجودہ کہ حکومت مسلمانوں
کی نہیں اسکے سوا مذہب حنفی پر عمل کرنا غیر ممکن ہو کہ مشائخ بلخ و سمرقند کے قول کے موافق یوں فتویٰ دیا جائے
کہ عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور باقی رہتا ہے +

بعض مسائل ضروریہ

مسئلہ ۱ مشائخ بلخ کے قول کے موافق جب کہ بقاء نکاح کا فتویٰ دیا جائے تو ساتھ ہی اس امر کا
لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ تجدید اسلام کے قبل شوہر کے لئے اس مرتدہ سے استمتاع یعنی جماع اور
اُس کے دواعی مثل تقبیل و لمس بالشہوۃ وغیرہ کو جائز نہ کہا جائے کیونکہ آیت کریمہ لاتنکحوا
المشرکات حتی یؤمن سے کافر عورتوں کے ساتھ نکاح اور استمتاع کا حرام ہونا ظاہر ہے
اور اس پر اجماع بھی ہے اور کتابیہ کا استثناء ہو آیت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب
میں وارد ہوا ہے اس سے کتابیہ اصلیہ مراد ہے وہ مرتدہ اس میں داخل نہیں جس نے اہل کتاب
کا مذہب اختیار کرلیا ہو۔ اور قول مذکور پر بقاء نکاح سے یہ لازم نہیں آتا کہ حالت کفر میں صحبت
جماع و دواعی جماع بھی جائز رہیں۔ فقہ میں ایسے نظائر موجود ہیں کہ باوجود صحت نکاح و بقاء نکاح
کے جماع و دواعی جماع حرام ہوتے ہیں جیسے موطوءہ بالشبہہ کہ اُسکا نکاح بدستور سابق قائم ہے
مگر انقضائے عدت تک اُس سے ہمبستری وغیرہ بالکل حرام ہے۔ اسی طرح حاملہ من الزنا
اگر غیر زانی سے نکاح کرلے تو گو نکاح صحیح ہوجاتا ہے مگر شوہر کو صحبت جائز نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۲ حلت استمتاع کے لئے تجدید اسلام کا شرط ہونا تو آیت مذکورہ اور اجماع وغیرہ سے
مسئلہ اولیٰ میں ثابت ہوچکا ہے۔ پھر تجدید اسلام کے بعد ظاہر الروایۃ کے موافق تجدید نکاح
بھی ضروری ہے بغیر اس کے استمتاع جائز نہیں۔ مگر مشائخ بلخ کے قول پر تجدید نکاح شرط

عہ اسی طرح روایت نوادر یعنی استرقاق کی صورت میں بھی گو قبضۂ مالکانہ خاوند کا اس پر ہوجاویگا
لیکن استمتاع جائز نہ ہوگا جیسا کہ امۃ مشترکہ سے باوجود قبضۂ مالکانہ کے استمتاع جائز نہیں ۱۲ منہ

نہیں جیسا کہ عبارت شرح فقہ اکبر نمبر ۱۸ میں اس کی تصریح گذری ہے۔

لیکن اس خاص جزو میں ظاہر الروایۃ کو ترک کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں لہذا تجدید نکاح کو بھی ضروری کہا جاوے گا کہ اسی میں احتیاط ہے۔

مسئلہ صورت مذکورہ میں تجدید نکاح کے لئے انقضائے عدت ضروری نہیں (کما ھو ظاھر) لیکن تھوڑا سا مہر جدید ضروری ہے جو دس درہم سے کم نہ ہو جیسا کہ فتح القدیر نمبر ۱۱ وغیرہ کی عبارات گذشتہ سے معلوم ہو چکا ہے اور مہر سابق کا بدستور واجب فی الذمہ رہنا ظاہر ہی ہے البتہ اگر قبل خلوت صحیحہ مرتد ہو گئی ہو تو مہر سابق ساقط ہو جاتا ہے۔

خلاصۂ فتویٰ

اس مجموعہ سے خلاصہ اس فتوے کا یہ حاصل ہوا کہ عورت بدستور سابق اسی خاوند کے قبضہ میں رہیگی کسی دوسرے شخص سے ہرگز نکاح جائز نہیں لیکن جب تک تجدید اسلام کر کے تجدید نکاح نہ کرے اُس وقت تک اُس کے ساتھ جماع اور دواعی جماع کو جائز نہ کہا جاویگا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وھو المستعان وعلیہ التکلان
والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات

کتبہ

العبد الضعیف محمد شفیع الدیوبندی
عفا اللہ عنہ وعافاہ وجعلہ کما یحب ویرضاہ

خادم دار الفتیا بدار العلوم الدیوبند

الاول الربیعین من سنۃ ۱۳۵۲
اثنتین وخمسین بعد ثلثمائۃ والف

تصدیقات

حضرات علماء امداد العلوم تھانہ بھون و دار العلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور جو اتحاد الزوجین کے اہتمام کی ترتیب و تہذیب و تنقیح میں شریک رہے۔

از امداد العلوم تھانہ بھون

مُہر
مدرسہ امداد العلوم
تھانہ بھون

الاحکام کلها صحیحة
اشرف علی
۶ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ
الجواب صواب
سراج احمد امروہی
مدرس خانقاہ امدادیہ

عورت کے مرتد ہونے سے فسخ نکاح نہ ہونے پر جو جواب تنقیح صاحب فیوضہم نے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے اس تنقیح انیق کی خاص جامعیت اور ضرورت کو دیکھ کر بیساختہ دل سے نکلتا ہے للہ در الجیب لمحاذیہ اصاب فیما افاد واجاب کمترین خلائق احقر عبد الکریم کمتھلی عفی عنہ مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ

طالعت هذه الصحيفة الفخمة وتشرفت بتوسيم هذه الدرة الثمينة فلله در من اخرجها من اصدف الانيق واستخرجها من البحر العميق وانا موافق بجميع ما في الباب ومسرور بضم هذه الضميمة الى الكتاب والله اعلم بالصواب۔
حررہ بقلمہ العبد المذنب
ظفر احمد عفا عنہ۔ ۲۶ رمضان ۱۳۵۲ھ ہجری

از مدرسہ عالیہ دار العلوم دیوبند

مُہر
دار الافتاء جامعہ اسلامیہ
دیوبند

بالکل صحیح و درست ہے
فقیر سید اصغر حسین عفا اللہ عنہ
مدرس دار العلوم دیوبند ۱۳۵۲ھ

الجواب صحیح
حسین احمد غفرلہ

الجواب صحیح
بندہ سید محمد شاکر علی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد رسول خان عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبد السمیع عفی عنہ

الجواب صحیح
مسعود احمد عفا اللہ عنہ

الجیب مصیب
ریاض الدین عفی عنہ

احقر العباد
محمد طیب غفرلہ

از مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور

مُہر
مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور

الجواب صحیح
عبد اللطیف عفا اللہ عنہ
ناظم مدرسہ مظاہر علوم
۱۲ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الرحمن غفرلہ
مدرس مدرسہ
مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح
محمد زکریا کاندھلوی
مدرس مدرسہ مظاہر علوم

بندہ محمد اسعد اللہ عفا عنہ

تمت الضمیمة

ع اس ضمیمہ کے شروع دو ورق کے بعد جہاں عنوان ہے "دوچوتھا احتمال" اس عنوان کے اخیر میں (ف) کے تحت میں ان تصدیقات کے متعلق ایک مضمون ہے اسکو ملاحظہ فرمالیا جاوے ۱۲ منہ

بسم الله الرحمن الرحيم

وهذه

مجموعة الفتاوى المالكية

لأرباب الفتوى من علماء المدينة المنورة التي وعدنا في التمهيد

ان نلحقها بآخر الرسالة مع عدد الروايات التي اخذناها ليتيسر الرجوع الى اصلها

الاستفتاء

ما قول سادتنا المالكية اطال بقاءهم ونفع المسلمين بعلومهم في هذه المسائل الآتية -

(١) امرأة مسلمة فقدت زوجها منذ سنين ولم يتبين امره مع كثرة التفتيش والتنقير هل يجوز لها بعد مضي اربع سنين ان تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج بزوج آخر ام لابد من رفع الامر الى الوالي او الحاكم او جماعة المسلمين ثم تفتيش ذلك المرفوع اليه فاذا يئس يحكم بعد ذلك بانتظار اربع سنين فان لم يتبين تعتد عدة الوفاة كما يفهم من المدونة ومختصر الخليل وشرحه للدردير ام كيف الحكم -

(٢) هل يلزم حكم الحاكم او حكم جماعة المسلمين لانتظار اربع سنين ام يصح ذلك بغير الحكم ايضا

(٣) بلاد اسلامية استولى عليها الكفار منذ مدة مديدة وفقدت مسلمة من اهلها زوجها فيها وليس هناك حاكم اسلامي يفصل الاحكام حسب القوانين الشرعية فكيف السبيل هنالك وفي اي قسم من الاقسام الاربعة المذكورة للمفقود في مختصر الخليل يكون عداده وهل يصح لامرأة هنالك بعد مضي اربع سنين ان تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج ام سبيلها التصبر فقط

(٣) هل الصورة الثانية للمفقود المذكورة في مختصر الخليل تختص بامرأة كانت من سكان البلاد الاسلامية فذهب زوجها الى البلاد الشركية ففقد هناك ام تشمل القاطنة بالبلاد التي استولى عليها الكفار وبالديار الحربية الاصلية ام كيف الامر -

(٥) المفقود عنها زوجها سواء كانت من البلاد الاسلامية او الشركية اذا لم يترك زوجها عندها نفقة وهي في غاية من الاحتياج والفاقة او كانت بحيث يخشى عليها الفساد بالفروبة كيف السبيل لها اذا ارادت التزوج او اراد اهلها ذلك -

(٦) المفقود عنها زوجها اذا لم يكن عندها النفقة وهي محتاجة او يخشى عليها من الفساد هل يصح تطليقها او فسخ نكاحها من غير حكم الحاكم الشرعي ام لابد من الحكم وعلى الثاني كيف يعمل بالبلاد الاسلامية التي تغلب عليها الكفار اقيدونا وناونكم الاجر الجزيل -

الجواب

عن العلامة سعيد بن صديق الغلاني دامت بركاته مفتي المالكية بالمدينة المنورة زادها الله نورا

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب والله اعلم بالصواب ومن فضله نرتجي الثواب هو ان نصوص المذهب مطبقة على ان المفقود على ستة اقسام كما ستمر مفصلة الاحكام وعلى ان زوجته لا بد لها من الرفع للقاضي او الوالي او من يقوم مقامهما عند عدمهما من والي البلد او جماعة المسلمين لانهم يقومون مقام الحاكم العدل عند عدمه ولكن عند وجود الثلاثة لا ترفع الا للقاضي فان رفعت لغيره مع التمكن من الرفع له حرم عليها ذلك وان مضى ما فعل ان كان هو الوالي لا جماعة المسلمين هذا ما يظهر من كلام ابن عرفة كما قاله الاجهوري واما لو رفعت لجماعة المسلمين مع وجود الوالي فالظاهر مضي قضائهم وفي السنهوري وتبعه اللقاني ان ظاهر كلام خليل ان الثلاثة في مرتبة واحدة الا ان القاضي اضبط ووجود القاضي او غيره ممن ذكر مع كونه يجوز له ويأخذ المال الكثير بمنزلة عدمه فترفع لجماعة المسلمين من صالحي جيرانها وعدولهم وغيرهم لانهم كالامام عند عدمه وما يفهم من تعبيرهم بجماعة المسلمين ان الواحد لا يكفي وكذا الاثنان وبه صرح الاجهوري فعلم انها ان ارادت الرفع في شأن زوجها ووجدت الثلاثة وجب الرفع للقاضي فان رفعت لغيره حرم وصح وان رفعت لجماعة المسلمين لم يصح وان لم يكن قاض حيث فيهما فان رفعت لجماعة المسلمين صح على الظاهر وان لم يوجد واحد من الثلاثة رفعت لجماعة المسلمين واهلها منهم وكذا القضاة والامناء المولون للاحكام من الكفار المستولين على بلاد المسلمين لحجز الناس بعضهم عن بعض فقد ادعى بعض اهل المذهب انه واجب عقلا وان كان باطلا تولية الكافر لهؤلاء القضاة اما بطلب الرعية له او اقامته لهم للضرورة لذلك فلا يطرح حكمهم بل ينفذ كما لو ولاهم سلطان مسلم فتمضي احكامهم للضرورة ولئلا يزهد الناس في قبول توليتهم فتضيع الحقوق وفي كتاب الايمان في مسألة الحالف ليقضينك حقك الى اجل اقام شيوخ المكان مقام السلطان عند فقده لما يخاف من فوات القضية وعن مطرف وابن الماجشون فيمن خرج على الامام وغلب على بلد فولى قاضيا عدلا فاحكامه نافذة وقال ابن عرفة لم يجعلوا قبول الولاية للمتغلب المخالف للامام جرحة لخوف تعطيل الاحكام واما المفقود في بلاد الاسلام فقد عرفه ابن عرفة بقوله هو من انقطع خبره ممن الكشف عنه فالاسير ونحوه ممن لا يمكن الكشف عنه لا يسمى مفقودا في اصطلاح الفقهاء فالمفقود في بلاد الاسلام في غير مجاعة ولا وباء ان لم ترض زوجته بالصبر الى قدومه فلها ان ترفع امرها الى الخليفة او القاضي او من يقوم مقامهما في عدمهما ليتفحصوا عن حال زوجها بعد ان تثبت الزوجية وغيبة الزوج والبقاء في العصمة الى الآن واذا ثبت ذلك عندهم كتبوا كتابا مشتملا على اسمه ونسبه وصفته الى حاكم البلد الذي يظن وجوده فيه وان لم يظن وجوده في بلد بعينه كتب الى البلد الجامع واستقرب ابن ناجي ان اجرة الرسول الذي يفحص عن المفقود على الزوجة فاذا انتهى الكشف رجع اليها الرسول واخبرها بعدم وقوفه على

خبرہ فالواجب ان یضرب لہا اجل اربع سنین للحر وسنتان للعبد وھذا التحدید محض تعبد لفعل عمر بن الخطاب رضی واجمع علیہ الصحابۃ ومحل التاجیل المذکور ان کان للمفقود مال تنفق منہ المرأۃ فی الاجل ویزاد علی ذلک عدم خشیتہا الزنا بلا وطی لشدۃ ضرر ترک الوطی الناشی عنہ الزنا الا تری انہا لو اسقطت النفقۃ عن زوجہا یلزمہا الاسقاط وان اسقطت عنہ حقہا فی الوطی لا یلزمہا ولہا ان ترجع فیہ وایضا النفقۃ یمکن تحصیلہا من غیر الزوج بتسلف ونحوہ بخلاف الوطأ وان دامت النفقۃ ولم تحتمل الفتنۃ فیؤجل الاجل المذکور من یوم ترفع ذلک الی الحاکم ویرسل فی النواحی للکشف عنہ ولا یضرب لہ الاجل بمجرد الرفع بل بعد تمام الکشف والی جمیع ما سبق اشار خلیل بقولہ ولزوجۃ المفقود الرفع للقاضی والوالی ووالی الماء والا فالجماعۃ المسلمین فیؤجل الحر اربع سنین ان دامت نفقتہا والعبد نصفہا من الیوم عن خبرہ ثم اعتدت کالوفاۃ وھی اربعۃ اشہر وعشر للحرۃ وشہران وخمس لیال مع ایامہا ان کانت رقیقۃ ویلزمہا ما یلزم المتوفی عنہا من الاحداد زمن عدتہا ولا نفقۃ لہا فی زمن عدتہا واما فی مدۃ الاجل فتنفق من مال الزوج والیہ اشار خلیل بقولہ وسقطت بہا النفقۃ ولیس لہا البقاء بعد انقضاء العدۃ فی عصمۃ المفقود لانہا ابیحت لغیرہ ولا حجۃ لہا فی انہ احق بہا ان قدم لانہا علی حکم الفراق حتی تظہر حیاتہ اذ لو ماتت بعد العدۃ لم یوقف لہ ارث منہا واما ان لم یکن لہ مال فلہا التطلیق علیہ بالاعسار من غیر تاجیل لکن بعد اثبات ما تقدم وتزید اثبات الرحم واستحقاقہا للنفقۃ وتحلف مع البینۃ الشاہدۃ لہا انہا لم تقبض منہ نفقۃ ہذہ المدۃ ولا اسقطہا عنہ وبعد ذلک یمکنہا الحاکم من تطلیق نفسہا بان توقعہ ویحکم بہ او یوقعہ الحاکم۔

ومثل المفقود من علم موضعہ وشکت زوجتہ عدم النفقۃ یرسل الیہ الحاکم اما ان تحضر او ترسل النفقۃ او تطلقہا والا طلقہا الحاکم بل ولو کان حاضرا وعدمت النفقۃ ثم بعد الطلاق تعتد عدۃ الطلاق بثلاثۃ اقراء للحرۃ وقرئین للامۃ فمن تحیض فی الاقتلاۃ اشہر للحرۃ والزوجۃ الامۃ لاستوائہما فی الاشہر۔

واما زوجۃ مفقود ارض الشرک ومثلہا زوجۃ الاسیر فانہما یتفقان فی انقضاء مدۃ التمییز واولی ما یلہما اختلفا فی قدرہا فقیل سبعون سنۃ وھو قول الامام مالک وابن القاسم واشہب قال القاضی عبد الوہاب وھو الصحیح وقیل ثمانون سنۃ وحکم بخمس وسبعین سنۃ وانما لم یضرب لہما اجل کزوجۃ مفقود ارض الاسلام لتوقف الکشف عن زوجہا وعلی ہذا فالحکم ان دامت نفقتہما کغیرہما والا فلہما التطلیق۔ واما زوجۃ المفقود فی القتال الواقع بین المسلمین والکفار فانہا تعتد بعد مضی سنۃ کاملۃ بعد الفحص عن حالہ اما زوجۃ المفقود فی معترک المسلمین فتعتد بعد الفراغ من القتال والانقضاء فی الکشف عنہ ولا یضرب لہا اجل لانہ یحمل امرہ علی الموت ولذلک یقسم مالہ بین ورثتہ وعلی العدۃ اما لو شہدت البینۃ علی انہ خرج من الجیش ولم تشاہدہ فی المعترک فانہ یکون کالمفقود فی بلاد المسلمین فیجری فی زوجتہ ما تقدم واما زوجۃ المفقود فی زمن المجاعۃ او الوباء او الکبۃ او السعال فتعتد بعد ذہاب ذلک المرض وبقی من شک فی حالہ ہل فقد فی بلاد المسلمین او الکفار لا نص فی حالہ قال الاجہوری وینبغی العمل بالاحوط فتعامل زوجۃ معاملۃ زوجۃ مفقود ارض الشرک بخلاف من سافر فی البحر فانقطع خبرہ فسبیلہ سبیل المفقود الا ان یکون فقد فی شدۃ ریح والمراکب فی المرسی ولم یتبین لہ خبر فیحکم بموتہ لغلبۃ الظن بغرق ہذا المحصر ہکذا المفقود فتامل

حررہ فی ۷ جمادی الاولی سنۃ ۱۳۰۷ سعید بن صدیق احسن اللہ الیہ فی الغائبۃ والدائمۃ + ومن علیہ وعلی المسلمین بحسن الخاتمۃ۔

الجواب

من العلامۃ الفاہاشم رحمہ اللہ تعالیٰ مفتی المالکیۃ بالمدینۃ المنورۃ

زادہا اللہ تعالیٰ شرفا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لمستحقہ واتم الصلوٰۃ والتسلیم علی خیر خلقہ وآلہ وصحبہ وتابع ما وصی بہ +

اما السوال الاول عن مسلمۃ فقدت زوجہا سنین وبلغ فی التفتیش عنہ لیستبین فلم ینفع ذلک ولم یظہر اسالہ ہو امہا لک بجوابہ اذا کان الفقد فی ارض الاسلام ولہ مال ینفق منہ علی زوجتہ المتروکۃ فی لمقام ہو ما فی الموطا والمدونۃ وغیرہا عن مالک عن یحیی بن سعید ان عمر رض بن الخطاب قال ایما امرأۃ فقدت زوجہا فلم تدر این ہو فانہا تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشہر وعشرا ثم تحل وعن ابن وہب ان عمر عمل بذلک ورواہ الائمۃ مالک والشافعی واحمد وابن ابی شیبۃ والبیہقی والدارقطنی عن عمر وعثمان وعلی وابن عباس وابن الزبیر رضی اللہ عنہم

وقال مالک ینفق علی امرأۃ المفقود من مالہ فی الاربع سنین لا فی العدۃ وقال لا یقسم میراث ہذا المفقود حتی یاتی موتہ او یبلغ من الزمان ما لا یحیی مثلہ وہو سبعون او خمس وسبعون او ثمانون ذکرہ الشیخ خلیل وغیرہ وفی ہذا قال الناظم محمد ابن عاصم فی تحفۃ الحکام

ومن بارض المسلمین یفقد + فاربع من السنین الامد + وباعتداد الزوجۃ الحکم جری + بتعرضہا والمال فیہ عمرا + وقول السائل ہل تعتد لنفسہا بعد الاربعۃ الاعوام عدۃ الہیام ام ترفع امرہا للحکام او جماعۃ الاسلام فجوابہ فانی مدونۃ سحنون قلت ارأیت امرأۃ المفقود انتظرت الاربع سنین فی قول مالک بغیر امر السلطان قال ابن القاسم قال مالک لا وان اقامت عشرین سنۃ ثم ذکر انہا ترفع امرہا للسلطان فیبحث عنہ ویعید الیأس تضرب اربع سنین وفی مختصر الشیخ خلیل المالکی وشروحہ وحواشیہ ان لزوجۃ المفقود الرفع للقاضی والوالی ووالی الماء ای جابی الزکاۃ والا فلجماعۃ المسلمین قیل اقلہم ثلاثۃ من الصلحاء او واحد عدل عارف یرجع الیہ فی المہمات والیرجاء اما مفقود ارض الشرک والاسیر فلا یورث مالہما ولا تنکح زوجتہما الا بعد التعمیر

وفی حاشیۃ العدوی علی الرسالۃ ان زوجۃ مفقود ارض الشرک وزوجۃ الاسیر یتقیان مدۃ التعمیر لتعذر الکشف عن زوجیہما ان دامت نفقتہما والا فلہما التطلیق کما اذا خشیتا علی انفسہما الزنا ومثلہ فی شروح المختصر وفیہا اعتاق ام ولد لہ بعدما النفقۃ ایضا دفعا للضرر او تزوج ممن ینفق علیہا وفی ہذا قال الناظم محمد بن عاصم

وحکم مفقود بارض الکفر + فی غیر حرب حکم من فی الاسر + تعمیرہ فی المال والطلاق + ممتنع ما بقی الانفاق * اما المفقود فی حرب المسلمین مع بعضہم فیورث مالہ وتعتد زوجتہ عدۃ الوفاۃ بعد الفصال الصفین ورجوع الخیر الی البلدین وفی ذلک قال الناظم محمد بن عاصم

وحکم مفقود بارض الفتن + فی المال والزوجۃ حکم من فنی + مع التلوم لاہل الملحمۃ + بقدر ما تنصرف

لہ توفی رحمہ اللہ تعالیٰ بعد مدۃ قلیلۃ من ہذہ الافادۃ الجلیلۃ آہ اللہ تعالیٰ فی المحبوبۃ جنانہ ۱۲ منہ +

الروایۃ الثالثۃ عشر

الروایۃ الرابعۃ من قول العدوی الی قولہ ما بقی الانفاق

المنهزمة + واما المفقود فی حرب المسلمین للکفار فتعتد زوجته عدة الوفاة ویقسم عنده من التركات بعد سنة وشئ من الانتظار وفی ذلك قال الناظم محمد ابن عاصم + وان یكن فی الحرب فالمشهور + فی ماله والزوجة التعمیر + وفیه اقوال لهم معینة + اصحها القول بسبعین سنة + وقد اتی القول بضرب عام + من حین یأس منه لا القیام + ویقسم المال علی مهمات + وزوجه تعتد من وفاته + وذابه القضاء فی اندلس + لمن مضی فقتفیهم مؤتس +

اما السؤال الثانی وهو هل یلزم حكم الحاكم او جماعة المسلمین بانتظار الاربع سنین او صح بلا حكم من المذكورین فجوابه ما فی شرح الدردیر وحاشیته ان رفعها امرها للقاضی یجب فان رفعت لولی السیاسة او والی الماء الجابی للزكاة مع وجود القاضی حرم علیها ذلك وصح الحكم وان رفعت لجماعة المسلمین مع وجود القاضی بطل الحكم وان لم یوجد قاض خیرت فی الرفع لولی او الساعی فان رفعت لجماعة المسلمین مع وجودهما فالظاهر الصحة اما ان كانوا جائرین باخذ مال منها ظلما لیكشفوا لها عن حال زوجها فلها الرفع لجماعة المسلمین اما اجرة المبعوث لطلب الزوج فعلی الزوجة وقیل علی بیت المال وقیل ان كان لها مال فعلیها بیت المال - وعند الحنابلة لا یفتقر فی ضرب المدة الی حاكم البلدة اهـ

فائدة عن المسئول عنه زائدة عند الحنفیة لا تطلق زوجة المفقود ولا یورث ماله الا بعد سن التعمیر مائة وعشرین او تسعین او ثمانین او سبعین او ستین او برأی حاكم المسلمین وعند الحنابلة ان كان ظاهر غیبته السلامة لا تطلق امرأته ولا تورث فی تركته الا بعد تسعین سنة وان كان ظاهره الهلاك فبعد اربع سنین وعند الشافعیة فی قول الشافعی القدیم تطلق بعد اربع سنین ویورث بعد مائة لا یعیش الی مثلها وفی الجدید لا تطلیق ولا توریث الا بعد ثبوت موته او طلاقه لما رواه الشافعی عن علی رضی الله عنه امرأة المفقود ابتلیت فلتصبر حتی یأتی یقین موته ولحدیث امرأة المفقود امرأته حتی یاتیها البیان رواه الدارقطنی والبیهقی عن المغیرة ابن شعبة لكن الشافعیة والحنابلة كالمالكیة فی جواز تطلیقها بعد النفقة -

واما السؤال الثالث عن مسلمة فقدت زوجها فی بلاد اسلامیة استولی الكافر علیها وحازها ولیس هناك حاكم اسلامی كیف تعمل اذا ارادت زواجها فجوابه ما فی شرح اقرب المسالك للدردیر ان زوجة المفقود فی ارض الاسلام تعتد عدة وفاة ان رفعت امرها للحاكم ان كان ثمة حاكم او لجماعة المسلمین عند عدمه ولو حكما قال كما فی زماننا بمصر اذ لا حاكم فیها شرعی فیكفی الواحد من جماعة المسلمین ان كان عدلا عارفا شانه ان یرجع الیه فی مهمات الامور بین الناس لا مطلق واحد وعند الحنابلة لا تفتقر امرأة المفقود الی حكم حاكم البلدة كما فی كشاف القناع وشرح المنتهی للشیخ منصور الحنبلی وقول السائل وفی ای قسم للمفقود یكون هذا جوابه ان من الفقد فی بلاد الاسلام اذا كانت شعائره فیها تقام وفی حاشیة الصاوی والدسوقی ان بلاد الاسلام لا تصیر دار حرب باخذ الكفار لها بالقهر ما دامت شعائر الاسلام قائمة بها وعلیه یكون اعتدادها عدة الوفاة بعد اربع سنین وانتهاء الكشوفات ویختص حكم المفقود بزوجته الساكنة فی بلاد الاسلام واما فی التی استولی علیها الكفار مع اقامة شعائر الاسلام فیها بین الانام واما الساكنة فی البلاد الحربیة الاصلیة فلا موالاة لنا معها فی امورها الكلیة

اما السؤال الرابع عن فسخ نكاح المفقود بعدم النفقة فی زمن التربص والقعود فجوابه ما فی شرح الدردیر وعبد الباقی والخرشی وغیرها ان المفقود انه یؤجل لامرأته ما دامت نفقتها والا طلقت علیه بعدم النفقة وقضی صلی الله علیه وسلم فی الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأته بان یفرق بینهما رواه الدارقطنی والبیهقی وذكره مالك والشافعی وعلماء الحنابلة عن سعید ابن المسیب واخبر ان ذلك من السنة وعلی ذلك المالكیة والشافعیة والحنابلة واستحسن متاخرو الحنفیة نصب غیر حنفی یحكم

الرواية الخامسة

بذلك للضرورة في حضور الزوج ذكره صدر الشريعة والكواكبي وابن عابدين وغيرهم.

اما السؤال الخامس عن فسخ نكاح امرأة المفقود بخشية الفساد والزنا فجوابه ما في حاشية العدوي على الرسالة والصاوي على اقرب المسالك وشرح الدردير ان ضرب الاجل لامرأة المفقود انما هو اذا دامت نفقتها من ماله ولم تخش العنت والزنا والا فلها التطليق بعدم النفقة او لخوف الزنا اه.

اما السؤال السادس وهو هل يصح تطليقها او الفسخ بغير حاكم شرعي وكيف العمل في ذلك في البلاد الاسلامية التي تغلب عليها الكفار بالقوة الظلامية فجوابه ما في حاشية الصاوي المالكي على اقرب المسالك وكتب الشافعية ان الفسخ بعدم النفقة ونحوها انما يكون بحكم الحاكم او المحكوم وان لم يكن حاكم فجماعة المسلمين العدول يقومون مقامه في ذلك وفي كل امر يتعذر فيه الوصول الى الحاكم العادل والواحد منهم كاف ان كان عدلا عارفا يرجع اليه في المهمات عمرنا الله بخيره في الحياة وبعد الممات وصلى الله عليه وسلم على صاحب المعجزات والكرامات اه.

العبد الفقير محمد الشهير بالفاهاشم بن احمد لازال مع الاخوان في عناية الصمد

الحاق طريق تطليق زوجة المفقود او الغائب الذي تعذر الارسال اليه او ارسل اليه فتعاند ان كان لعدم النفقة فان الزوجة تثبت بشاهدين ان فلانا زوجها وغاب عنها ولم يترك لها نفقة ولا وكيلا بها ولا اسقطها عنه وتحلف على ذلك فيقول الحاكم فسخت نكاحه او طلقتك منه او يأمرها بذلك ثم يحكم به وهذا بعد التلوم بنحو شهر او باجتهاده عند المالكية وفورا او متراخيا عند الحنابلة وبعد ثلاثة ايام عند الشافعية وان كان لخوفها الزنا وتضررها بعدم الوطء والعنا مع وجود النفقة والغنا فبعد صبرها سنة فاكثر عند جل المالكية وبعد سنة اشهر عند الحنابلة

وفقنا الله الى الاعمال الزكية. العبد الفقير محمد الفاهاشم

الجواب

من العلامة محمد طيب بن اسحق الانصاري دامت بركاته المالكي المدرس بالمسجد النبوي على صاحبها الصلوة والسلام

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسوله وآله اما بعد فالجواب عن المسئلة الاولى هو ما فهمتم لازلتم من اهل الفهم من المدونة ومختصر الشيخ خليل من ان المفقود عنها زوجها لها من احد امرين اما ان ترضى بالمقام مع زوجها المفقود او تريد المفارقة فان ارادتها فلابد لها من رفع امرها اما الى القاضي او الى الوالي او الى والي الماء وان لم يوجد وافجماعة المسلمين من صالحي بلدها وجيرانها وانما انها تعتد وتتزوج برجل آخر من غير رفع امرها الى القاضي او من ذكر فلا قائل بجلية وجوازه لما فيه مما لا يخفى من انفساد نص المدونة قلت اي قال سحنون لابن القاسم ارأيت امرأة المفقود اتعتد الاربع سنين في قول مالك بغير امر السلطان قال قال مالك لا قال ارأيت

الرواية العاشرة والحادية عشر والثانية عشر

وان اقامت عشرين سنة ثم رفعت امرها الى السلطان نظر فيها وكتب الى موضعه الذى خرج اليه فان بشر بمنه ضرب لها من تلك الساعة اربع سنين.

فقيل لمالك اتعتد بعد الاربع سنين اربعة اشهر وعشرا عدة الوفاة من غير ان يامرها السلطان بذلك قال نعم مالها وما للسلطان فى الاربعة الاشهر وعشر التى هى عدة ونص المختصر ولزوجة المفقود (شرح وهو من غاب فى بلاد الاسلام وانقطع خبره وامكن الكشف عنه) الرفع للقاضى والوالى (ش اى وحاكم البلد والى الماء الساعى لجلب الزكوات) والاقلجماعة المسلمين من صالحى بلدها (ش فلها اعدام الرفع والبقاء فى عصمة حتى يتضح امره) فيؤجل الحر اربع سنين ان دامت نفقتها (ش) فان لم تدم نفقتها فلها التطليق بالتلبيس ولكن ان خشيت على نفسها الفساد عن يوم العجز عن خبره ثم اعتدت كالوفاة ان شاءت بها نفقة ودليل ذلك ما رواه مالك عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب عن عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه انه قال ايما امرأة فقدت زوجها ولم تدر اين هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل وما روى ابن وهب عن عبد الجبار عن ابن شهاب ان عمر ابن الخطاب رضى الله سبحانه وتعالى عنه ضرب للمفقود من يوم جاءته اربع سنين ثم امرها ان تعتد عدة المتوفى عنها زوجها ثم تصنع فى نفسها ما شاءت اذا انقضت عدتها وفى الحديث لا ضرر ولا ضرار.

اما المسئلة الثانية فجوابه يعلم مما قبلها وهو قول مالك لا لمن قال له اتعتد الاربع سنين بغير امر السلطان ونص القاضى ابن فرحون فى كتابه تبصرة الحكام فى اصول الاقضية ومناهج الاحكام فى فصل ما يفتقر الى حكم الحاكم على ان التطليق على الغائبين وغيرهم مما لا بد فيه من حكم الحاكم

واما المسئلة الثالثة فجوابها والله اعلم ان المرأة المسلمة التى فقدت زوجها فى بلاد استولت عليها الكفار مدة مديدة كما فى مصر والشام والهند تعتد اربع سنين ثم تعتد عدة وفاة اربعة اشهر وعشرا وزوجها يكون فى عداد القسم الاول من اقسام المفقود لانهم عرفوه بانه من غاب وانقطع خبره وامكن الكشف عنه وعرفوا القسم الثانى وهو المفقود فى ارض الحرب بانه من غاب وانقطع خبره ولم يمكن الكشف عنه لانه فقد فى ارض الحرب اما البلاد المذكورة وان كان حاكمها كافرا فلا تكون كارض حرب من كل وجه لوجود قضاة المسلمين فيها وولاتهم وامكان الكشف عنه فاتضح بهذا ان حكمها حكم من فقدت زوجها ببلاد الاسلام فلا تنتظر مدة التعمير.

واما المسئلة الرابعة فيفهم جوابها مما قبلها ايضا وهو انه لا فرق بين المفقود فى ارض الاسلام وبين المفقود فى البلاد المستعمرة لما قدمنا من وجود قضاة المسلمين فيها وولاتها وامكان الكشف عنه فعلى هذا لا تختص الصورة الثانية المذكورة فى المختصر بالمسلمة الكائنة فى بلاد الاسلام بل تشمل من كانت فى البلاد المستعمرة للكفار لما قدمنا ان المراد بالشركية البلاد الحربية التى لا يمكن للمسلم الوصول اليها فلا تتمكن القضاة من التفتيش فيها لا مطلق البلاد الكتابية لانها ربما تكون سلمية او ذمية واما القاطنة بالبلاد الشركية الحربية فحكمها هى وزوجها حكم المسبيين فيفدى بهما الامام من بيت المال ان كان والا فمن مال بالغا ما بلغ والا فعلى جميع المسلمين.

واما المسئلة الخامسة فجوابها ان المفقود عنها زوجها ولم يترك لها نفقة واحتاجت غاية

الرواية السابقة

الرواية الخامسة

الاحتياج او خافت على نفسها الفساد ان لها التطليق بلا تاجيل كما هو مفهوم الشرط في قول الشيخ خليل في مسئلة المفقود توجل اربع سنين ان دامت نفقتها وقال شراحه قاطبة فان لم تدم نفقتها او خشيت الفساد فلها التطليق بلا تاجيل فترفع امرها الى الحاكم وتثبت عدم النفقة والاحتياج بما يثبت به فاما ان يطلق الحاكم بنفسه او يامرها بالتطليق وهو قول الشيخ خليل فهل يطلق الحاكم او يامرها به قولان -

واما ازالة اهلها تزويجها فلا عبرة به ما لم تطالب الفراق بنفسها الا ان تكون سفيهة فيقوم وليها مقامها اذا تحقق ان به ضرورها + واما المسئلة السادسة فجوابها انه لا يحل لمن لم تكن عندها نفقة او من خشيت الفساد من النساء ان تطلق نفسها قبل ثبوت ضررها عند الحاكم سواء عدم النفقة او خشيت الفساد لما تقدم في الجواب عن المسئلة الاولى من جواب مالك وما تقدم في الجواب عن المسئلة الثانية وهو قول قاضي المدينة ابن فرحون في تبصرته ان التطليق على الغائبين وغيرهم مما يفتقر الى حكم الحاكم فلا بد من ثبوت ضررها عند الحاكم فاما ان يطلق الحاكم واما ان يامرها بتطليق نفسها وهو قولان مشهوران لكن القول الثاني اقوى لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم البريرة لما اعتقت انت املك بنفسك ان شئت انت مع زوجك وان شئت فارقيه واما قولكم وعلى الثاني كيف يعمل فالجواب عنها ان احكام قضاة زماننا فذة ماضية وان كانت توليتهم الصادرة من الكفار باطلة وبهذا افتى الامام ابو عبد الله المازري لما سئل عن احكام تاتي في زمنه من مقبلة من عند قاضيها او شهود عدولها فاجاب جوابا طويلا الى ان قال واما توجيه الثاني وهو توليه الكافر للقضاة والامناء لحجز الناس بعضهم عن بعض فقد ادعى بعض اهل المذهب انه واجب عقلا وان كان باطلا توليه الكافر لهذا القاضي اما بطلب الرعية له واقامتهم له ذلك فلا يطرح حكمه وينفذ كما لو ولاه سلطان مسلم - وفي كتاب الايمان في مسئلة الحالف لا قضين حقك الى اجل اقام شيوخ المكان مقام السلطان عند فقده لما يخاف من فوات القضية وعن مطرف وابن الماجشون فيهم خرج على الامام وغلب على بلد فولى قاضيا عليه لا فاحكامه نافذة انتهى وفي كتاب بيان وجوب الهجرة للشيخ عثمان فودي الفلاتي المالكي ما نصه - وتوليه الكافر للقاضي باطلة ومع ذلك لا يقدح في تنفيذ احكامه اذ حجز الناس بعضهم عن بعض واجب وفي ذلك يقول الناظم -

توليه الكافر للقضاة + باطلة والحكم ذو اثبات + لان الحجز الناس بعضهم على + بعض محتم كما قد ايملي +

قلت اقل احوالهم ان يكونوا كالمحكمين او منزلة جماعة المسلمين فقد تقدم ان المفقود زوجها ترفع امرها للقاضي او الوالي وان لم يوجد فلجماعة المسلمين والله اعلم وصلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم -

مهر

امر بكتابته

محمد الطيب بن اسحق الانصاري

الاستفتاء من العلماء المالكية ثانيا

(١) ما قولكم رحمكم الله تعالى فيما اذا رجع المفقود او ايسر المعسر او اطاع المتمنعت بعد فسخ نكاحها فهل ترد اليهما ازواجهما ام لا؟

(٢) ما المراد من العارضة والمهمات في قول المالكية ان الحاكم اذا كان بعيدا فانه يرجع اليه في المهمات يكفي عن جماعة المسلمين التي يحتاج اليها عند عدم الحاكم حسا واعتبارا؟

(٣) ما حكم زوجة العنين عندكم هل يفرق عن زوجها ام لا وهل يؤجل بمدة ام لا وهل يحتاج فيه الى قضاء القاضي او من يقوم مقامه ام لا؟

(٤) وكذلك المجنون هل تطلق عليه زوجته اذا ثبت ذلك ام لا وعلى الاول فكيف السبيل الى

الجواب

من العلامة الصالح التونسي المدرس في المعهد النبوي بالمدينة المنورة

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله العظيم العليم والصلوة والسلام على من بعث بالبيان والتعليم وعلى آله وصحبه اولي الحق على الخلق السليم السديد القويم والحض على تعظيم الحق من السؤال الشريف بالجواب الموفي للغرض المفيد وبعد فقد وردت علي الاسئلة الآتية من شخص يعضل الشخوص بعض عبارات تعتبرها المالكية متضمنة كيفية الفسخ لنكاح المفقود والمعسر عن النفقة والمتمنعت فيما يقال بعبارات الحنفية على سبيل التنظير ملتمسا التفاهم في المالي تؤديه مبناها ومعناها التوصل بها الى الحكم في المسائل الآتية على المذهب المالكي واليك خلاصة الاسئلة (س١) اذا فسخ النكاح بين من ذكر على الوجه المقرر المعتبر شرعا ثم عاد المفقود او ايسر المعسر او اطاع المتمنعت فلحكم المرأة حينئذ (س٢) عن عبارة بعض الشراح في ان الفسخ والتطليق المذكور يكون للحاكم او لجماعة المسلمين عند عدمه حسا او اعتبارا او الواحد منهم كما اذا كان عدلا فانه يرجع اليه في المهمات وما هو العارضة وما هي المهمات (س٣) ما حكم زوجة العنين من حيث بيان مدة التأجيل وكيفية التفريق اذا اقتضاه الحال وابانة الزوج (س٤) ما حكم زوجة المجنون كذلك.

الجواب

لما كانت تلك العبارات الموردة المسار وفي ليست مقصودة ومقصودة لذاتها بل للاستعانة بها والتوصل منها الى معرفة الحكم وكان غرضها افصح واضح اعرضت عن التعرض لبيان مؤداها وما يقتضيه فحواها والتكفيت بذكر الاجوبة الآتية مقرونا بما اظنها وما الى الحقيقة بحول الله تعالى (ج س١) اذا فسخ النكاح على الوجه المقرر المعتبر شرعا في حق من ذكر ثم عاد المفقود او ايسر المعسر او اطاع المتمنعت فان كان ذلك في العدة رجعت الزوجة لزوجها مطلقا لكون الطلاق رجعيا لم تفصل فيه العصمة حسب القاعدة المقررة من ان كل طلاق اوقعه الحاكم فهو بائن الا الطلاق المولي والمعسر وسواء اوقعه الحاكم بالفعل او جماعة المسلمين او امراؤها على حسب ما يأتي ونقول خليل

(س) اي جناية الاسئلة ملخصة روما للاختصار ١٢ منه

قوله لزوجته [illegible] في العدة يسارا يقوم بواجب مثلها [illegible] العدة والغائب المنفق عليه من اجل النفقة من باب اولى كما يتبين الآن بعد.

فاذا كان التفريق لخصوص الفقد لا لانقطاع النفقة ولا الموت فهي للاول ولو بعد انقضاء العدة ما لم يدخل الثاني المستفاد من قول خليل وقد رطلاق يتحقق بدخول الثاني وتفريع الزرقاني عليه بقوله فان جاء الاول قبل دخول الثاني كان احق بها.

واذا كان الغائب مشهودا عليه بالموت فقدم او ثبتت حياته او طلقت زوجته لانقطاع النفقة فتبين باستمرارها في هاتين الصورتين لا تفوت بدخول الثاني بل ترجع للاول ولو ولدت الا ولاد وهو مفاد خليل في المنفي لها زوجها مع حمل الزرقاني عليه مصورا لها بقوله من شهدت بينة بموته فتزوجت ثم قدم فلا تفوت بدخوله كما يفيده قوله يعني خليلا في الاستحقاق كمشهود بموته في انقضاء وتقصر ان ثبت كذبهم كحيا لا من قتل الخ قوله المطلقة لعدم النفقة ثم ظهر اسقاطها المصلوق والمعطوف عليها المسائل المشتركة في الحكم المخبر عليها بقوله فلا تفوت بدخول ونصوص الزرقاني لها بقول بان اقام بينة انه كان يرسلها اليها او انها وصلتها او انه تركها عندها فلا يفيتها دخول الثاني وتابيد البناني ذلك بنقل كلام الموافق ونصه واما مسئلة المطلقة لعدم النفقة فقال ابن عبد الرحمن ان ثبت بعد قدوم زوجها لها ولدت له ولو دخل بها متزوجها كما ذكر عن ابن عرفة عن ابن يونس مثله ومثله اقرب الله بقوله بخلاف المنفي لها زوجها والمطلقة لعدم النفقة ثم ظهر سقوطها يعني فلا تفوت بدخول الثاني كما صرح به في اخر النظائر ومثله المجموع بقوله وان نفى لها ثم تبين الكذب او طلق عليه لعدم النفقة ثم تبين اسقاطها لم تفت بدخول.

ج عن س الذي عليه الجمهور وهو العمل وهو المشهور ان ذلك التفريق ووسائله ويتعلق به الحاكم فان عدم حسبا او اعتبار الجماعة المسلمين الثلاثة فما فوق تقوم مقامه ولا يكفي الواحد في مثل هذا وانما نسب ذلك للجمهور في احدى الروايتين عنه وتبعه بعض الشراح من العربيين والاول هو الذي عليه المعول وعليه فلا لزوم لتعريف معرفة هذا الواحد ولا لبيان المهمات التي يرجع فيها اليه على ان ذلك واضح وهي كناية عن كونه عالما عاقلا مرجعا لاهل جهته في حل مشكلاتهم مطلقا

ج عن س هو ان الحكم في زوجة العنين التاجيل سنة من يوم الحكم او التراضي من طرف الحاكم او جماعة المسلمين كما مر والتفريق كذلك على ان العنين يطلق بالاطلاقين على مستر خي الذكر وعليه فالحكم ما تقرر وعلى صغيره كالزر الذي لا يتاتى معه الجماع وهذه الزوجة الخيار في الحال ولا تحتاج الى ضرب اجال.

ج عن س هو ان حكم زوجة المجنون مثل حكم المعترض وهو العنين على التفسير الاول من التاجيل سنة والتفريق على حسب ما مر والى ذلك يشير صاحب التحفة بقوله.

وحيث عيب الزوج باعتراض + او برص وقيم عند القاضي + اجله الى تمام عام + كذا الشق في الجنون والجذام + وبعده يحكم بالطلاق + ان عدم البرء على الاطلاق + اي مطلقا بعد تمام السنة رجي برؤه ام لا وهو معنى قول خليل وبجنونهما وان مرة في الشهر قبل الدخول وبعده اجلا فيه وفي برص وجذام رجي برؤهما سنة اي قمرية وقول بعض ذلك واجل المعترض سنة بعد الصحة من يوم الحكم وعبارة الزرقاني في الحل على قوله (وبعد الصحة) من مرض غير الاعتراض وابتدا انه

من يوم الحكم لا من يوم الرفع لانه قد يتقدم عن يوم الحكم فان لم يتراضيا على التحميل فمن يوم التراضي والله اعلم وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم وكتب ذلك عن اسلام الفقير سالم التونسي بالمسجد [illegible] في ربيع الاول سنة ١٣٠٥ وفقه الله تعالى.

تنبيه لم يصرح احد من اصحاب المتون والشراح انتهى وقفت عليها بالحاق المتعنت بالمعسر وغاية ما ذكروا في حقه انه يجبر على النفقة او يطلق عليه وهل هذا الطلاق يعد رجعيا فتلحق بالمعسر في الحكم وتشمله القاعدة المفرعة في الاصل حيث ان الممتنع من الوطء بالحقوق بالمولى فامد نظيره او يعد بائنا ولا يشمله حكم المعسر حينئذ والله اعلم.

فتلخص من هذا ان المعسر اذا ايسر في العدة والغائب المطلق عليه من اجل النفقة اذا قدم موسرا في العدة فكل منهما احق بزوجته ما لم تنقض العدة وان المفقود المطلق عليه من اجل النفقة اذا قدم او تبين بعد العدة وقبل دخول ثاني هو احق بها وان الغائب المشهور عليه بالموت فقدم او تحققت حياته والمشهور عليه بقطع النفقة فقدم وثبت استمرارها فالزوجة لهما ولا تقرب بذلك الثاني ولو ولدت الاولاد حسب النصوص الصحيحة الصريحة التي منها المعروفة الآبائها لهما وان المتعنت اذا رجع يعتقل الحاقه بالمعسر وهو الاقرب فله رجعة في العدة لانه طلاق رجعي وعليه فلا رجعة له حيث لا نص [illegible] في المسألة كما تقدم والله سبحانه وتعالى اعلم صالح.

الجواب

من العلامة سعيد بن صديق الفلاتي متعنا الله تعالى بعلومه

بسم الله الرحمن الرحيم ـــــــــــــــ من الرحيم

ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم اتم الصلاة واتم التسليم على سيدنا محمد الهادي الحليم وعلى آله وصحبه والآتي ربه بقلب سليم.

اما الجواب عن امرأة المفقود في موطأ امام دار الهجرة ونجم السنة مالك بن انس عليه رحمة رب الانس والجنة.

باب في عدة التي تفقد زوجها حتى يجيء عن مالك عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب ان عمر بن الخطاب قال ايما امرأة فقد زوجها فلم تدر اين هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل قال مالك وان تزوجت بعد انقضاء عدتها فدخل بها زوجها او لم يدخل بها فلا سبيل لزوجها الاول اليها قال مالك وذلك الامر عندنا وان ادركها زوجها قبل ان تتزوج فهي احق بها قال مالك ادركت الناس ينكرون الذي قال بعض الناس في عمر بن الخطاب انه قال يخير زوجها الاول اذا جاء في صداقها او في امرأته قال مالك وبلغني ان عمر بن الخطاب قال في المرأة يطلقها زوجها وهو غائب عنها ثم يراجعها ولا يعلمها بالرجعة وقد بانت منه بالطلاق انها تتزوج انها اذا دخل بها زوجها الآخر او لم يدخل بها فلا سبيل لزوجها الاول اليها وان كان طلقها اليها قال مالك وهذا احب ما سمعت الي في هذا في المفقود وفي المدونة في باب المفقود قلت ارأيت المرأة يفقد لها زوجها فتعتد منه ثم تتزوج والمرأة يطلقها زوجها فتعلم بالطلاق ثم يراجعها في العدة وقد غاب زوجها ولم تعلم بالرجعة حتى تنقضي العدة فتزوج

وامرأة المفقود تعتد اربع سنين بامر السلطان ثم اربعة اشهر وعشرا فتنكح اهو لا عن مالك
عمل من عمل واحد قال لا اما الذي يتبين فيها زوجها فهذه يفرق بينها وبين زوجها الثاني وترد الى
زوجها الاول بعد الاستبراء بثلث حيض وان ولدت منه اولادا ولها امرأة تلفيه والتي طلقت
ولم تعلم بالزوجة فانه قد كان مالك يقول مرة اذا تزوجها ولم يدخل بها ازواجها فلا سبيل
لازواجها اليها ثم ان مالكا وقف قبل موته بعام او نحوه في امرأة المطلق والتي تزوجها الاول ولم
يدخل بها زوجها الاخر فقال مالك زوجها الاول احق بها قال وسمعت مالكا في المفقود انه قال هو
احق بها ما لم يدخل بها زوجها الثاني وانما ترى فيها اختيارا ان زوجها اذا ادركوها قبل ان يدخل بها
ازواجها هؤلاء الاخرون فالاولون احق وان دخلوا فالاخرون وقال اشهب مثل قوله واختار
ما اختاره وقال المغيرة وغيره بقول مالك الاول وقالوا لا تؤاربه امرأة زوجين توارث زوجها ثم
تزوجت الى زوج غيره وقال وليس استقلال الفرج بعد الاخذ من السلطان بمنزلة عقد النكاح وقد
يجامع زوجها ولم يطلق ولم يبت قلت ارأيت ان قدم زوجها بعد الاربع سنين وبعد الاربعة
اشهر وعشر اترد اليه في قول مالك ويكون احق بها قال نعم قلت افتحسبون عدة على تطليقتين
قال لا ولكنها عدة على ثلاث تطليقات عند مالك وانما تكون على تطليقتين اذا مضى وجعت
اليه بعد زوج قلت ارأيت المفقود اذا ضرب السلطان لامرأته اربع سنين ثم اعتدت اربعة
اشهر وعشرا يكون هذا الفراق تطليقة ام لا قال ان تزوجت ودخل بها فهي تطليقة قلت فان
تزوجت بعد الاربعة الاشهر وعشرا ثم جاء موته انه مات بعد الاربعة الاشهر وعشر التي اعتدت ام لا
قال ان اتكلمت ان موته بعد نكاحها وقبل دخوله بها ورثت زوجها الاول لانه مات فهو احق بها
فهو كحيث ان لو جاء او علم انه حي وفرق بينها وبين الاخر واعتدت من الاول من يوم مات لان
عصمة الاول لم يسقطوا انما تسقط بدخول الاخر بها وكذلك لو مات الزوج الاخر قبل دخوله بها
فورثت ثم اتكلمت ان الزوج الاول مات بعد ما دخل وبعد نكاحه اياها وان الزوج الاول حي
بطل ميراثها من الزوج الاخر ورد عنه الى الاول ان كان حيا واخذت ميراثه ان كان ميتا قلت
ارأيت امرأة المفقود تعتد الاربع سنين في قول مالك بغير امر السلطان قال قال
مالك لا وان اقامت عشرين سنة ثم رفعت امرها الى السلطان نظر فيها وكتب الى موضعه
الذي خرج اليه فان بشر منه ضرب لها من تلك الساعة اربع سنين فقيل لمالك هل تعتد
بعد الاربع سنين عدة الوفاة اربعة اشهر وعشرا من غير ان يأمرها السلطان بذلك قال
نعم الا ما السلطان في الاربعة الاشهر وعشر التي هي عدة وقال مالك ينفق على امرأة المفقود
من ماله في الاربع سنين قلت ففي الاربعة الاشهر وعشر بعد الاربع سنين قال لا لانها معتدة
وقال مالك يوقف مال المفقود والسلطان ينظر في ذلك ويوقف ماله ولا يدع احدا
يفسده ولا يبذره وقال ربيعة بن ابي عبد الرحمن المفقود الذي لا يبلغ سلطان ولا كتاب
السلطان قد اضل اهله وامامه في الارض لا يدري اين هو وقد اعيوا الطلب والمسألة عنه
فلم يوجد فذلك المفقود الذي يضرب له الامام فيبلغنا الامرأته ثم تعتد بعدها
عدة المتوفى عنها يقولون ان جاء زوجها في عدتها او بعد العدة ما لم تنكح فهو احق بها وان
نكحت بعد العدة ودخل بها فلا سبيل له عليها قال ابن وهب عن عبد الجبار عن ابن

شهاب ابن عمر بن الخطاب ضرب المفقود من يوم جاءت امرأته اربع سنين ثم امرها ان تعتد
المتوفى عنها زوجها ثم تصنع في نفسها ما شاءت ان انقضت عدتها وقال خليل في مختصره
ولزوجة المفقود الرفع للقاضي والوالي ووالي الناحية والا فلجماعة المسلمين وظاهره انها مخيرة
في الرفع لاحد الثلاثة والنقل انها حيث اردت الرفع ووجدت الثلاثة وجب الرفع
للقاضي وان رفعت لغيره حرم وصح وان رفعت لجماعة المسلمين لم يصح وان لم يوجد
قاض خيرت فيهما فان رفعت لجماعة المسلمين معها عمل على الظاهر وجماعة المسلمين
هم عدول جيرانها وغيرهم لا ائمتهم كالامام عند عدمه وذكر ابن عرفة ان عمل قضاة تونس ان
الرفع للعدول كالرفع للسلطان فان تعسر فيها للسلطان ونائبه قام من ذكر مقامه وبه
قال ابن الهندي وابو محمد وصوبه اللخمي لثقل الرفع له على كثير

وتعبيرهم بجماعة المسلمين يقتضي ان الواحد لا يكفي وبه صرح الاجهوري فيؤجل
الحر بع سنين ان دامت نفقتها من مال والا تدم نفقتها من مال فلها التطليق لعدم النفقة
بلا تاجيل وكذا ان خشيت على نفسها الزنا فيزاد على دوام نفقتها عدم خشيتها الزنا وفي مجموع
الامير وهل لزوجة المفقود الرفع للقاضي والوالي ووالي الماء ظاهره ان الثلاثة في مرتبة وان كان
القاضي اضبط وهو ما في الخرشي والا يوجد واحد ممن ذكر فلجماعة المسلمين قال محشيه من
صالحي جيرانها وغيرهم العدول ولا يكفي الاثنان كما في الاجهوري لان اقل الجمع ثلاثة خلافا
لما في عبد الباقي والخرشي من كفاية الواحد وقد رد الاجهوري كفاية الاثنين فضلا عن الواحد
قائلا التحقيق ان اقل الجماعة ثلاثة فيؤجل اربع سنين من الجمع عن خبر كان دامت نفقتها
ولم تخف زنا والا فلها تعجيل الطلاق قال المحشي والا عدم نفقتها بان لم يكن له مال اصلا او فرغ
او دامت وخافت الزنا فلها تعجيل الطلاق الى ان قال ولها ان تهدر كاملا ولا ترد ما قبضته ان قدم على به
القضاء والا فان كان الصداق مؤجلا لا يحل لان تموت الا موت اه قال بعض الحاجب حكم الغائب
ولا مال له حاضر حكم العاجز الحاضر فلها ان تطلق نفسها اه قلت يجري فيه قول خليل فهل يطلق
الحاكم او يامرها به ثم يحكم قولان واذا ثبت لها التطليق بذلك فهل هي كغيبة الزنا اولى لان ضرر
الوطء اشد من ضرر عدم النفقة الاخرى ان اسقاط النفقة يلزمها وان اسقطت حقها في الوطء فلها
الرجوع فيه ولان النفقة يمكن تحصيلها بالخروج للسعي وسؤال بخلاف الوطء اه

واما الجواب عن امرأة المصري الذي لا يجد ما ينفق عليها ففي المدونة قال لنا مالك و
كل من لم يقو على نفقة امرأته فرق بينهما ولم يقل لنا مالك حرة ولا امة وقال لان الرجل اذا
كان معسرا لا يقدر على النفقة فليس لها عليه النفقة انما لها ان تقيم معه او تفارقه كذلك الحكم
فيها وقال ابن وهب عن عبد الرحمن عن ابي الزناد وعبد الجبار عن ابي الزناد انه قال خاصمت
امرأة زوجها الى عمر بن عبد العزيز وانا حاضر في امرته على المدينة فذكرت له انه لا ينفق عليها
فدعاه عمر فقال انفق والا فرقت بينك وبينها وقال عمر اضربوا له اجل شهرا او شهرين فان لم
ينفق عليها الى ذلك ففرقوا بينه وبينها قال ابو الزناد وقال عمر بن عبد العزيز سل لي سعيد بن المسيب
عن امرها قال فسألته عن امرها فقال يضرب له اجل فوضعنا له من الاجل نحوا مما كان
وقت لعمر وقال سعيد فان لم ينفق عليها الى ذلك الاجل فرق بينهما ابن وهب عن مالك وغيره

[illegible] انه كان يقول اذا لم ينفق الرجل على امرأته انه يفرق بينهما قال وسمعت [illegible] يقول كان من ادركت يقولون اذا لم ينفق الرجل على امرأته فرق بينهما ابن وهب عن الليث عن يحيى بن سعيد انه قال اذا تزوج الرجل المرأة وهو غني فاحتاج حتى لا يجد ما ينفق فرق بينهما فان وجد ما ينفق منها من الخبز والزيت وغليظ الثياب لم يفرق بينهما وفي شرح بلوغ المرام وقد اختلف العلماء في هذا الحكم وهو فسخ النكاح عند اعسار الزوج بالنفقة على اقوال الاول ثبوت الفسخ وهو مذهب علي وعمر وابي هريرة رضي الله عنهم وجماعة من التابعين ومن الفقهاء مالك والشافعي واحمد وبه قال اهل الظاهر مستدلين بحديث لا ضرر ولا ضرار والثاني ما ذهب اليه الحنفية وهو قول للشافعي انه لا فسخ للاعسار بالنفقة مستدلين بقوله تعالى ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا الا ما آتاها قالوا واذا لم يكلف الله النفقة في هذا الحال فقد ترك ما لا يجب عليه ولا يأثم بتركه فلا يكون سببا للتفريق بينه وبين سكنه وباية وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة فمر بالصبر والاحتساب وقال مالك والشافعي ايضا واحمد في اظهر روايتيه ان المرأة اذا تزوجت عالمة باعساره او كان موسرا عند تزوجه ثم اصابته جائحة فانه لا فسخ لها وفي ابن الواجب ويثبت لها حق الفسخ بالعجز عن النفقة الحاضرة لا الماضية حرين او عبدين او مختلفين ما لم تكن علمت فقره قبل العقد كما ذكره ميارة في شرح التحفة فاذا عرفت هذه الاقوال عرفت ان اقواها دليلا واكثرها قائلا الاول وقد اختلف القائلون بالفسخ في تاجيله بالنفقة فقال مالك يؤجل شهرا او شهرين وقال الشافعي ثلاثة ايام قال ابن عرفة وطلقة المعسر بها رجعية اتفاقا وشرط رجعته يسره بنفقتها فتصح الرجعة ان وجد في العدة يسارا يقوم بواجب مثل الادونة فلا تصح رجعته لان الطلقة التي اوقعها الحاكم انما كانت لدفع ضرر عجزه فلا تصح رجعته الا اذا زال وذلك بان يجد ما لو قدر عليه اولا لم يطلق عليه قال ابن عبد السلام ينبغي تقييدها بظن قدرته على ادامته بعد ذلك وقال عبد الله ابن فودي المالكي في ضياء التاويل عند الاية ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله قال وهذا يفيد ان النفقة ليست مقدرة شرعا وانما تقدر عادة بحسب المنفق والمنفق عليه وليها الفسخ بطلقة رجعية ان عجز عن الانفاق اهـ

قلت ومثلها الزوجة المطلقة في حال غيبة زوجها من الحاكم لوجه لاعة المسلمين لدعواها عدم النفقة من مال البان ادعت انه لم يدع لها ما تنفقه ولم يرسله لها ولم يوكل من ينفق عليها وطلبت الطلاق وحلفت على ذلك فيطلق عليه الحاكم او يامرها بتطليق نفسها فيحكم به اهـ

وفي كتاب جامع اهم مسائل الاحكام في قطع الخصام مما اشتد اليه حاجة الحكام للشيخ ادريس ابن خالد المالكي ما نصه السادس في اعسار الغائب فاذا قامت زوجته عند القاضي تكلفها اثبات الزوجية واثبات غيبته وان لم يعلموا انه ترده شيئا ولا احالها به ويؤدون الشهادة في ذلك على عينها ثم يضرب لها اجلا من شهر وفي تحفة الحكام وزوجة الغائب حيث املت فراق زوجها بشهر اجلت فان انصرم الاجل ولم يقدم الرجل حلفت على مثل ما شهدت به الشهود وطلقت نفسها طلقة رجعية فان قدم موسرا في عدتها فله ارتجاعها وان قدم عديما لم يكن له عليها سبيل الا ان ترضى بالمقام معه بدون نفقة وان كانت محجورة ورضيت بالمقام معه بدون نفقة على ان تنفق على نفسها من مالها فذلك لها ولا كلام لوليها اذا طلقت

لم يكن لها بد من النفقة على نفسها فمع الزوج اولى لان فيه صونها . اهـ

وأما المتمنع عن الانفاق ففي مجموع الامير ما نصه ان منعها نفقة الحال فلها القيام فان لم يثبت عسره انفق او طلق والا طلق عليه قال محشيه قوله والا طلق اي طلق عليه الحاكم من غير تلوم الى ان قال وان تطوع بالنفقة قريب او اجنبي فقال ابن القاسم لها ان تفارق لان الفراق قد وجب لها وقال ابن عبد الرحمن لا مقال لها لان سبب الفراق هو عدم النفقة قد انتفى وهو الذي تقتضيه المدونة كما قال ابن المناصف انظر الحطاب انتهى .

وأما السؤال عن حكم زوجة العنين فجوابه ما في المدونة قال ارايت العنين متى يضرب له الاجل من يوم تزوجها او من يوم ترفعه الى السلطان قال من يوم ترفعه الى السلطان كذا قال مالك قلت ارأيت العنين اذا فرق بينهما ايكون لها ما لها في العدة قال قال مالك لا يكون لها ما لها في العدة ولا ترجع له عليها قلت ارأيت العنين اذا لم يجامع امرأته في السنة وفرق بينهما بعد السنة ايكون لها نصف الصداق قال قال مالك لها الصداق كله كاملا .

قال مالك وبلغني عن سليمان بن يسار انه قال اجل المعترض عن امرأته سنة ابن القاسم عن مالك عن ابن شهاب عن ابن المسيب انه قال اذا دخل الرجل بامرأته فاعترض عنها فانه يضرب له اجل سنة فان استطاع ان يمسها والا فرق بينهما ابن وهب قال موسى بن علي وقال ابن شهاب ان القضاة يقضون في الذي لا يستطيع امرأته بتربص سنة يبتغي فيها لنفسه فان المرء في ذلك باهله فهي امرأته وان مضت سنة ولم يمسها فرق بينه وبينها وتقضي القضاة بذلك من حين تناكره امرأته ويناكره اهلها قال ابن شهاب وان كانت تحته امرأة قد دخلت له ثم اعترض عنها فلم يستطع لها فلم يسمع احد الفرق بين رجل وبين امرأته بعد ان يمسها وهذا الامر عندنا قلت ارأيت العنين ايجوز له ان يزوجه صاحب الشرط او لا يكون ذلك الا عند قاض او امير يولي القضاة قال قال مالك ارى ان يجاز قضاء اهل هذه البلاد قال ابن القاسم وانما هم امراء على تلك البلاد وليسوا بقضاة فارى ان صاحب الشرط ان ضرب العنين اجلا جاز وكان ذلك بمنزلة انتهى .

واما السؤال عن حكم زوجة المجنون فجوابه ما في الموطا في الخيار حدثني يحيى عن مالك انه بلغه عن سعيد بن المسيب انه قال ايما رجل تزوج امرأة وبه جنون او ضرر فانها تخير فان شاءت فرقت وان شاءت فارقت وفي المدونة قال قلت فالمجنون المطبق قال وقال مالك في المجنون اذا كان المجنون بعد تزويجه المرأة انها تعزل عنه ويضرب له اجل في عافيته فان برء والا فرق بينهما وقال ابن القاسم عن مالك انه قال يضرب له اجل سنة ابن وهب عن مسلمة بن حدثه عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال كتب عمر بن الخطاب الى عمرو بن العاص في رجل مسلسل بقيود يخافونه على امرأته فقال اجلوه سنة يتداوى فان برء والا فرق بينهما وقال ابن جزي في القوانين اسباب الخيار خمسة وهي العيوب والغرور والاعسار بالنفقة وعتق الامة تحت العبد والعقد واما العيوب فهي اربعة الجنون والجذام والبرص ودا الفرج ويختص الرجل من داء الفرج بالجب والخصاء واللفة والاعتراض وتختص المرأة بالقرن والرتق والعفل وبخلل الفرج الى ان قال فاذا كان في احد الزوجين احد العيوب كان للآخر الخيار في البقاء معه والفراق بشرط ان يكون العيب موجودا حين العقد فان حدث بعده فلا خيار الا ان يبتلى الزوج بعد

العقد بجذام او جنون او برص فيفرق بينهما للضرر الداخل على المرأة ثم ان كان العيب بالزوج
فان قامت به قبل الدخول فلا شيء لها من الصداق وكذلك بعد الدخول الا ان طال مكثها
معه وخلعت شورتها فلها الصداق وقال الخرشي وان حصل الرد بعد البناء اي بينه من يتصور
وطئه كالمجنون والابرص فيمنع عيب الزوج يجب لها المسمى لتدليسه وقولنا من يتصور وطئه
احتراز من المجبوب والعنين الذي ذكره كالمرز والخصي وقيل وهو الذي لا يقوم ذكره فان المعترض
هو الذي يجري عليه في بعض الاوقات فانه لا مهر على من ذكر كما قال ابن عرفة وفي القرآن بين
فرعان الاول تعجيل الفرقة بطلاق في جميع العيوب الا الاعتراض فان المعترض يؤجل سنة
وان لم يطأ فلها الخيار وان وطأ سقط خيارها والقول قوله في دعوى الوطء لطلاق العنين وشبهه
ويجري كالطلاق بالاعسار بالنفقة اهـ قال المدنية اعلم ان الغائبين عن ازواجهم خمسة فالاول
غائب يترك نفقة وخلف ما لا لزوجته عليه شرط في المغيب فان احبت زوجته الفراق
فانها تقوم عند السلطان لعدم الانفاق والثاني غائب لم يترك نفقة ولزوجته عليه شرط في المغيب
فزوجته مخيرة في ان تقوم بعدم الانفاق او يشرطها وهو ايسر عليها لانه لا يضرب لها في ذلك اجل
والثالث غائب خلف نفقة ولزوجته عليه شرط في المغيب فهذه لا يس لها ان تقوم الا بالشروط
خاصة وسواء كان الغائب في هذه الثلاثة الاوجه معلوم المكان او غير معلوم المكان
الا ان معلوم المكان يقدر اليه ان امكن من ذلك والرابع غائب خلف نفقة ولا شرط الامرأة
وهو مع ذلك معلوم المكان فهذا يكتب اليه السلطان لعله ان يقدم او يجعل اليه امرأته
او يعلمها ولا طلقها عليه والخامس غائب خلف نفقة ولا شرط لامرأته عليه وهو مع
ذلك غير معلوم المكان فهذا هو المفقود انتهى وفي القرآن بين وهو الذي يغيب وينقطع
اثره ولا يعلم خبره وهو على اربعة اوجه مفقود في بلاد المسلمين وفي بلاد العدو وفي قتال
المسلمين في الفتن فاما المفقود في بلاد المسلمين فاذا رفعت زوجته امرها للقاضي كلفها
اثبات الزوجية وغيبته ثم يبحث عن خبره ويكتب في ذلك الى البلاد فان وقف له على
خبر فليس بمفقود ويكاتبه بالرجوع او الطلاق فان قام على الاضرار طلق عليه وان لم يوقف
له على خبر ولا عرفت حياته من موته ضرب لها اجلا من اربعة اعوام فما دون بعد ان
ترفع امرها فاذا انقضى الاجل اعتدت عدة الوفاة ثم تزوجت وقال ابو حنيفة والشافعي
ولا تحل امرأة المفقود حتى تعلم موته فزوجها اربعة

الاول ان كان قد دخل بها فنفقتها في الاربعة الاعوام عليه وان كان لم يدخل بها
فان كانت غيبته بعيدة لزمته النفقة تفرض لها في ماله ان شاءت ذلك وان كانت غيبته
قريبة فقولان الثاني فان جاء زوجها في الاجل او العدة او بعدها قبل تزوجه فهي امرأته وان
جاء بعد ان تزوجت فان كان الثاني دخل بها فهي له دون الاول وان لم يدخل بها فقولان
الثالث ان وقع الفراق من المفقود قبل الدخول وجب لها نصف الصداق هذا
حكمه في زوجته واما ماله فموقوف لا يورث حتى يعلم موته او يعمر فيلقى عليه من الزمان
ما لا يعيش الى مثله واختلف في حد ذلك فالمشهور سبعون سنة وقيل ثمانون وقيل تسعون
وقيل مائة وذلك كله من اول عمره فان فقد وهو ابن سبعين تربص عشرة اعوام بعدها على

المشهور واما المفقود في فتن المسلمين فحكمه كالاسير لا تتزوج امرأته ولا يقسم ماله حتى
يأتي عليه من الزمان ما لا يعيش الى مثله الا عند اشهب وهو عنده كالمفقود في بلاد
المسلمين في زوجته وماله واما المفقود في فتن المسلمين فحكمه كالاسير في المشهور وقيل
كالمفقود وقيل يحكم في زوجته بحكم المقتول بتلوم سنة ثم تعتد وتتزوج ويحكم في ماله بحكم
المفقود فيعمر ما لا يعيش الى مثله وفي المختصر وبقيت ام ولده على حكم الحياة وكذا يوقف ماله
اي قسمه وبقيت زوجة الاسير التي ترك لها ما تنفق منه وكذا ام ولده وماله ويبقى زوجة مفقود
اهل الشرك وام ولده وماله للتعمير قال الشبرخيطي في هذا المحل بشرط التزام النفقة لكل زوجة
الاسير ومفقود ارض الشرك والا فلها الطلاق واذا ثبت لهما الخلاف بذلك فليثبت لهما اذا
خشيتا الزنى بالاولى لان ضرر تلك الوطأ اشد من ضرر عدم النفقة الا ترى ان اسقاط النفقة يلزمها
واسقاط حقها في الوطأ لها ولها ان ترجع فيه ايضا النفقة يمكن تحصيلها بالتسلف او سوال بخلاف
الوطء قال ابن رشد طلاق امرأة الغائب عليه المعلوم موضعه ليس بمجرد شهوة الجماع بل حتى تطول
غيبته جدا سنة فاكثر على ما لابي الحسن قال عبد الباقي واما المفقود في الفتن ففيه قولان احدهما
انه يحكم له بحكم المقتول فتعتد امرأته ويقسم ماله ثم اختلف هل ذلك من يوم المعركة او بعد
التلوم قدر ما ينصرف من هرب او انهزام فيتلوم في الابعد سنة وفي القريب اقل واختلف ايضا
هل تدخل العدة في التلوم ام لا والقول الثاني انه يضرب له اجل سنة ثم تعتد امرأته وينقل
ماله واما السوال عمن يرجع اليه في المهمات فالجواب انه يشمل كل من يرجع اليه في الولاية
الخاصة والعامة في الامور الدينية والدنيوية كالقضاة فيما يختصون بها وهي النظر في الوصايا
والولاء والاحباس المعقبة والترشيد والتسفيه والتحجير والقسم في المواريث والنظر
للايتام وامور الغياب وفي الانساب والجراحات والتدميات فهذه لا ترفع الا الى القضاة
والمراد باختصاص القضاة بها انها حين احتيج اليها فانها ترفع الى القضاة وقد علمت فيما
تقدم ان جماعة المسلمين ينوبون منابه وكذا الامام فيما يختص به من السياسة العامة
من قسمة الغنائم وتفريق اموال بيت المال على المصالح واقامة الحدود وترتيب الجيوش
وقتال البغاة وتوزيع الاقطاعات واقطاع المعادن ونحو ذلك فلا يجوز لاحد الا قوام عليه
الا باذن الامام فمن يرجع اليه في المهمات ليس له حد في الشرع فيشمل كل من يرجع اليه
في الولايات الدينية لان كل مسلم حاكم ووال وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم
المقسطون يوم القيامة على منابر من نور عن يمين الرحمن وكلتا يديه يمين وهم الذين
يعدلون في انفسهم واهليهم وما ولوا رواه مسلم والنسائي وقال صلى الله عليه وسلم كلكم
راع وكلكم مسئول عن رعيته فالامام راع على الناس ومسئول عنهم والرجل راع في اهل بيته
وهو مسئول عنهم والعبد راع في مال سيده ومسئول عنه الا وكلكم راع ومسئول
عن رعيته فجعل صلى الله عليه وسلم في هذه الاحاديث الصحيحة كل هؤلاء رعاة وكذلك
العالم الحاكم فانه اذا افتى يكون قاضيا وفصل الحلال والحرام والفرض والندب والصحة

والله در جميع ذالك امارة تؤدى وحكم يقضى فيرجع الى كلام من ذكرنا فيما اختص به من المسائل الدينية والدنيوية فامر المفقود يرفع لمن يحسن التفتيش عنه في البلاد التي يظن به الخروج اليها ويكتب في الكتاب اسمه وصفته وحرفته واسم ابيه ويبذل الجهد في التفتيش عنه ومن هنا نقل اشد الى عن السنوسي۔

ان المفقود اليوم ينتظر به مدة التعمير لعدم من يبحث عنه الان وافتى به تلميذه عبد الحميد كما في البدر اه والله اعلم وبالله التوفيق۔

املاه العبد الفقير الوانى سعيد صديق الفلاتى

الاستفتاء مرة ثالثة

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى۔ اما بعد فالمسئول من سادات العلماء المالكية وارباب الفتوى منهم متع الله المسلمين بهم انه قد بقيت في مسئلة المفقود والمطلق عليه لعدم النفقة سوالات عديدة لابد في تنقيح هذه المسائل وتفصيل حوادث الفتوى فيها من جوابها مشرحة فالمرجو من اولئك الكرام ان يبذلوا الجهد في اتمامها وتفصيلها كما بذلوه اول مرة في توضيحها وتكميلها على مذهبهم الشريف والاجر عند الله جزيل وهذا تفصيل السوالات۔

(۱) قد تقرر في عامة كتب المالكية وثبت عندنا من فتاواهم ان من اقسام المفقود الاربعة قسم يختص بحكم التعمير لزوجته وهو مفقود ارض الشرك ودار الحرب ولكن لم يتضح مراده بعد فهل المراد ان رجلا من سكان دار الاسلام اذا ذهب الى دار الحرب اسيرا او تاجرا ثم فقد هناك ولم يدر اهو حي ام هو ميت وبقيت زوجته في دار الاسلام فلها حكم التعمير ام المراد ان سكان دار الحرب اذا فقد منهم رجل وزوجته ايضا في دار الحرب فعليها التعمير وعلى الاول فلابد من بيان الحكم للصورة الثانية فانها هي حادثة الفتوى وبها تعلق غرض السائل فهل لزوجة المفقود في هذه الصورة ايضا حكم التعمير

(۲) البلاد التي تسلط عليها الكفار الان بعض الشعائر الاسلامية فيها قائمة بعد كبلادنا الهندية اليوم هل هي في امر المفقود في حكم دار الحرب ام دار الاسلام۔

(۳) الغائب المطلق عليه لعدم النفقة اذا جاء بعد تزوجها وبعد دخول الثاني واثبت بالحجة ارسال النفقة ووصولها اليها او اسقاطها عنه وكذا المعنى لها زوجها اذا جاء بعد دخول الثاني فالحكم عند السادة المالكية انها ترد الى زوجها الاول وان ولدت الاولاد كما صرح به في شرح الدردير على مختصر الخليل وهو المصرح في غاية فتاوى المالكية فههنا سوالات عديدة۔

(الف) الاول انها اذا ردت الى الزوج الاول فهل يجدد له النكاح ام لا۔

(ب) الثاني انه يجدد لها المهر ام لا۔

(ج) الثالث هل تجب عليها عدة الزوج الثاني ام لا وعلى الاول فكم عدتها۔

(٤) الرابع هل على الثانى مهرها ام لا؟

(٥) الخامس ان نسب اولادها بمن يثبت بالاول ام بالثانى۔

(٦) قد تقرر عندهم ان امرأة المفقود والمعسر الغائب والمطلق عليه بعدم النفقة يرفعن امرها دخول الثانى بتقدير الطلاق من حين الشروع فى العدة كما صرح به الدردير وغيرهم فهل الخلوة الصحيحة فيه تقام مقام الدخول ام لا؟

(٥) ما المراد فى الرواية التى جعلوا فيها حكم جماعة المسلمين كحكم القاضى عن قولكم رحمكم الله تعالى فان عدم الحاكم حسبما اعتبار الجماعة المسلمين)۔

(٦) القضايا التى يراجع فيها الى جماعة المسلمين على مذهب المالكية هل يجب ان تكون موافقة لمذهبهم وهل يكون تلفيقا ممنوعا ان حكمنا بقضاء جماعة المسلمين فى قضية هى مخالفة لمذهب المالكية وهى تحتاج الى القضاء على مذهب الحنفية اجيبوا رحمكم الله اجاب الله دعواتكم

الجواب

من العلامة محمد طيب بن اسحق الانصارى المدنى المدرس بالمسجد النبوى على صاحبها الصلوة والسلام

بسم الله الرحمن الرحيم وبه نستعين

الحمد لله نحمده ونستهديه ونشكره ونستجديه لا نحصى ثناء عليه وصلى الله على سيد العرب والعجم المخصوص بجوامع الكلم وعلى آله وصحبه ذوى الهمم

اما المسئلة الاولى والثانية فجوابهما والله اعلم ان المرأة المسلمة التى فقدت زوجها فى بلاد استولت عليها الكفار مدة مديدة كما فى مصر والشام وبقية الامصار تعتد اربع سنين ثم تعتد عدة وفاة اربعة اشهر وعشرا وزوجها يكون فى عداد القسم الاول من اقسام المفقود لانهم عرفوه بانه من غاب وانقطع خبره وامكن الكشف عنه وعرفوا القسم الثانى وهو المفقود فى ارض الحرب بانه من غاب وانقطع خبره ولم يمكن الكشف عنه لانه فقد فى ارض الحرب فالبلاد المذكورة وان كان حاكمها كافرا لا تكون كارض الحرب من كل وجه لوجود قضاة المسلمين فيها ولانهم وامكان الكشف فاتضح بهذا ان حكمها حكم من فقدت زوجها ببلاد الاسلام فلا تنتظر مدة التعمير فلا تختص الصورة الثانية المذكورة فى المختصر بالمسلمة الكائنة فى بلاد الاسلام بل تشمل من كانت فى البلاد المستعمرة للكفار لان المراد بالشركية البلاد الحربية التى لا يمكن المسلم الوصول اليها ولا يتمكن القضاة من التفتيش فيها لا مطلق البلاد الكفرية لانها ربما تكون سلمية او ذمية واما القاطنة فى البلاد الشركية الحربية فحكمها هى وزوجها حكم المسبيين فيفديهما الامام من بيت المال ان كان والا فمن ماله بالغا ما بلغ والا فعلى جميع المسلمين۔

واما المسئلة الثالثة فالحكم عند المالكية كما ذكرتم انها ترد الى زوجها الاول واما الضائع

الرواية الخامسة والعشرون

الرواية السادسة والعشرون

المطلق عليه بعدم النفقة [illegible] الشافعي على تحقيق خليل والمطلق لعدم النفقة تزوج ويدخل
بها ثم ظهر سقامها من المطلق عليه بأن أقام بينة أنه كان يرسلها إليها وأنها وصلتها أو أنه تركها عندها
فلا يفيتها دخول الثاني وتأتي لها زوجها فقال عبد الباقي أنه إذا أخبرت من غير عدلين بموته فاعتدت
واختلت وتزوجت [illegible] فرجع فوقفت عليه بدخول الثاني ولو ولدت منه أولاد أسواء حكم به الحاكم
أم لا على المشهور [illegible] في الصورة [illegible] غير تجديد عقد ولا مهر ويجب عليها الاستبراء بثلاث حيض
إن كانت ممن تحيض أو بثلاثة أشهر إن كانت حاملا أو ثلاثة أشهر إن كانت صغيرة أو آيسة ويجب
على الثاني بجميع الصداق المسمى إن كان والا فصداق المثل لقول الشيخ خليل (وتقرر بوطأ
وإن حرم) قال الدردير وتقرر جميع الصداق الشرعي المسمى أو صداق المثل في التفويض
بوطأ المطلقة من بالغ وإن حرم ذلك الوطأ ويلحق نسب الأولاد بالثاني وهذا مما لا خلاف فيه في
مذهب المالكية.

وأما المسئلة الرابعة فقال الدردير رحمه الله تعالى وقد طلاق من المفقود حين
التزوج في العدة يفيتها عليه بتحقق وقت بدخول الزوج الثاني عليها حتى لو جاء الأول قبل
دخول الثاني كان أحق بها وبعد الدخول بائن من الأول وتأخذ منه جميع المهر وإن لم يكن
قد دخل بها فلم ينص الأعلى امرأة المفقود وأما المعسر الغائب والمطلق عليه بعدم النفقة
فلا يفيتها دخول الثاني ولو ولدت منه أولادا كما تقدم ذكره في المسئلة الثالثة وإذا اختلى
بها خلوة اهتدى أو فقد دخل بها وقال في حاشية العدوي على مجموع الأمير عند قوله وقدر
طلاق يتحقق عند دخول الثاني أي خلوته بها وإن أنكر التلذذ بها لأن الخلوة مظنة وقائمة
مقامه كما في التوضيح.

وأما المسئلة الخامسة فالجواب أن المسائل التي تنوب فيها جماعة المسلمين
عن القاضي كثيرة ومنها مسئلة المفقود فإن امرأته لا بد لها من أحد أمرين إما
أن ترضى المقام مع زوجها المفقود أو تريد المفارقة فإن أرادتها فلا بد لها من رفع أمرها إما
إلى القاضي أو الوالي أو والي الماء وإن لم يوجد والجماعة المسلمين من صالحي بلدها وجيرانها
وإما أنها تقتل أو تتزوج برجل آخر من غير رفع أمرها إلى القاضي ومن ذكر فلا قائل بحليته وجوازه
لما فيه من الفساد.

وأما المسئلة السادسة فجوابها أن القضايا التي يرجع فيها إلى جماعة المسلمين يجب
أن تكون موافقة لمذهبهم لأن التلفيق حرام باتفاق والله سبحانه وتعالى أعلم

الرواية السابعة والعشرون

الرواية الثامنة والعشرون

أمر بكتابته محمد الطيب بن إسحق الأنصاري المدني خادم العلم في المسجد النبوي

الجواب

من العلامة الصالح التونسي المالكي المدرس بالمسجد النبوي بالمدينة المنورة

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه وبعد فقد وردت علي مسئلة متفرعة عن مسئلة المفقود وهي هذه۔

(١) اذا ردت زوجة المفقود ونحوه الى الزوج الاول بعد دخول الثاني فهل يجدد الاول النكاح ام لا

(٢) وهل يجدد لها المهر ام لا۔ (٣) وهل تجب عليها العدة للزوج الثاني او لا وكم عدتها۔

(٤) وهل لها المهر على الثاني اولا۔ (٥) نسب اولادها من الثاني بمن يلحق۔

(٦) هل الخلوة الصحيحة المعتبر بها العدة ونحوها تقوم مقام الدخول اولا۔

(٧) القضايا التي يكون المرجع فيها ونظرها الى القاضي فان عدم حسا او اعتبارا فجماعة المسلمين فهل يكون تلفيقا ممنوعا ان كان اصلها على المذهب الحنفي واريد جعل النظر فيها لجماعة المسلمين على المقرر عند المالكية بشرط المذكور۔

الجواب

بعون الله على المذهب المالكي حسب المقرر والمحرر في كتبهم المتداولة المعمول بها في الحكم والفتوى۔

فعلى المسئلة الاولى ان رجوع الزوجة لزوجها الاول بعد دخول الثاني لا يحتاج لتجديد النكاح

وعلى الثاني انه لا مهر لها من جديد۔

وعلى الثالث وجوب العدة وتسمى استبراء وهو بثلاث حيض۔

وعلى الرابع بوجوب المهر كاملا لها على الثاني للقاعدة المجمع عليها وهو تكميله بالوطاء۔

وعلى الخامس يلحق نسب اولادها من الثاني به للقاعدة وانه كلما سقط الحد لحق الولد۔

وعلى السادس بان الخلوة الصحيحة تقوم مقام الدخول في هذا ومثله الا في حل المبتوتة فيثبوت الايلاج۔

وعلى السابع بان ذلك ليس من التلفيق الممنوع سواء سميناه تقليدا او تلفيقا كما يقتضيه كلام المجموع باوله وبباب النكاح عند قوله والمبتوتة حتى يولج بالغ الخ وهو الاولى بسماحة الدين والتوسعة على المسلمين وليس الانسان اذا قلد مذهبا من المذاهب يكون مربوطا به في جميع نوازله وكافة حوادثه ومسائله فهو خلاف العقل والنقل ودين الله يسر والله اعلم وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم۔

كتبه بيده مستجديه الصالح التونسي المالكي المدرس بالمسجد النبوي يوم الاربعاء الرابع والعشرين من صفر الخير عام واحد وخمسين وثلاثمائة والف هجرية غفر الله له وعفا عنه

الاستفتاء من العلماء المالكية بالمرة الرابعة

السؤالات

(٢) السوال الثانی ان جماعة المرفوع الیها اذا کانت حنفی المذهب ورفع الیها امر یوجب التفریق عند الحنفیة ولا یوجبه عند المالکیة. مثاله تقبیل ابن الزوج ایاها او غیره من الافعال التی توجب حرمة المصاهرة عند الاحناف فهل یجوز لهذه الجماعة الاحناف عند المالکیة ان یحکموا بالتفریق وهل ینفذ حکمهم ان حکموا بها مع ان هذا الحکم ملفق خارق للاجماع ظاهرا لان الحنفیة لم یعتبروا بحکم الجماعة ای لم یعدوه بمنزلة حکم القاضی. والمالکیة وان عدوا جماعة المسلمین بمنزلة القاضی ولکن هذا الامر لا یوجب التفریق عندهم فهل یجوز مثل هذا التفریق ام لا بینوه مع نقل العبارات من کتب الفقه جزاکم الله تعالی عنا وعن سائر المسلمین. والذی فهمنا فی الجواب عن هذا السوال بناء علی القواعد هو ان الفقهاء صرحوا بان قضاء القاضی اذا صادف محلا مجتهدا فیه نفذ وهذا الحکم المسئول عنه مجتهد فیه وهذه الجماعة تنوب مناب القاضی فاذا حکموا بالتفریق فقد تحقق ان القضاء لا فی فصل مجتهد فیه فینبغی ان ینفذ وکذا یقال فی کل امر مجتهد فیه ایا ما کان اما لزوم محذور التلفیق کما لزم فی هذه الصورة حیث ان الحاکم حکم علی المذهب المالکی لا الحنفی والحکم حکم علی المذهب الحنفی لا المالکی فاعدل الی الاقاویل فیه ان التلفیق لا یجوز فی المسئلة الواحدة ویجوز فی مسئلتین او اکثر وههنا کذلک لان کون الجماعة فی حکم القاضی مسئلة وحرمة المصاهرة مسئلة اخری فلا باس بالتلفیق فیه. هذا ما فهمنا فان کان صحیحا فبها ونعمت وان لم یصح فاوضحوا الناوجه الغلط جزاکم الله تعالی ومتعنا بکم الی ازمنة تتوالی.

(٣) السوال الثالث الامر الذی یوجب التفریق بالاتفاق ولکن کانت شرائطه مختلفا فیها مثلا اذا کان الجنون مطبقا فعند المالکیة یؤجل صاحبه سنة کما اذا کان ذا افاقة واخذ سادتنا الحنفیة بقول محمد ان الجنون اذا کان مطبقا لا یؤجل بل یفرق فی الحال کالخبب فهل یجب علی جماعة المسلمین ان یراعوا الشرائط المعتبرة عند المالکیة ام یجوز الاکتفاء بالشرائط المرعیة عند الحنفیة افیضوا علینا متع الله المقتبسین بطول بقائکم.

الفتوی من العلامة محمد بن علی البیضاوی المالکی متع الله المقتبسین بعلومهم

(صورة ما کتبه العلامة فی ضمن الجواب عن السوال الاول)

وقبل ذکر صور الاربع اذکر لکم مقدمة فیها مسائل. منها تعریف المفقود وهو الذی انقطع خبره ممکن الکشف عنه. ومنها ان کل من لیس له مال تنفق منه زوجته من اسیر او مفقود باقسامه الاربعة الاتیة فحکمه حکم المعسر الغائب الذی لم یترک لزوجته نفقة فتأجل شهرا وتحلف وتطلق نفسها کما فی شرح التحفة للشیخ علی بن عبد السلام التسولی وهذا الشهر الذی تؤجله یکون

الروایة السادسة والتسعون

ع ترکنا السوال الاول لما لم نر الیه حاجة ١٢ ع ترکنا هذا السوال واکثر الجواب لما لم نر الیها مزید حاجة ١٢ منه

بعد اتيانها ببينة تشهد لها بان زوجها غاب عنها قبل البناء او بعده بموضع كذا او لا يعلمون موضعه وانه غاب منذ كذا او لا يعلمون تراك لها نفقة ولا كسوة ولا شيئا تأتمون به نفسها ولا فاتعدى فيه ولا انه اب اليها ولا بعث بشئ ورد عليها في علمهم الى حين تاريخه كما في التسولي المذكور ثم انها كونها تطلق بعد ثبوت ما ذكر واليمين اذا لم يتطوع قريب او اجنبي بنفقتها والا فليس لها ان تطلق نفسها على المعتمد لان سبب الفراق وهو عدم النفقة قد زال كما في التسولي.

المسئلة الثانية اعلم وفقني الله واياك ان المالكية لا يرون الحكم على الاجنبي بالتفريق لان مذهبهم خلاف ذلك ولا يأمرون الحنفية بالحكم بالتفريق لان الامر في ذلك خلاف مذهبهم نعم اذا اراد جماعة الحنفية الحكم بذلك تقليد المالكية في حكم جماعة المسلمين فتكون المسئلة عندهم من باب التلفيق وهو جائز على الصحيح وينبغي عدم ارتكابه في الفروج بخلاف تتبع الرخص فلا يجوز كما يأتي وفي الشبر خيطي انه يمتنع تتبع رخص المذاهب وفسرها بما ينقض به حكم الحاكم عن مخالف النص وجلي القياس وزاد في مراقي السعود مخالفة الاجماع وقاعدة الدين. ولغيره ان معناه رفع مشقة التكليف باتباع كل سهل. وفيه ايضا منع التلفيق والذي قاله شيخنا الاجهوري عن شيخه الصغير وغيره ان الصحيح جوازه اي التلفيق وهو فسحة لكن لا ينبغي فعله في النكاح لانه يحتاط في الفروج ما لا يحتاط في غيرها انتهى من بلغة السالك لاقرب المسالك للشيخ احمد الصاوي مع بعض زيادة وبيان. وما ذكره اعلاه من منع تتبع الرخص وكون التلفيق نقله الشيخ محمد الامير في مجموعه ثم تعقبه بقوله وسمعت من شيخنا عن شيخه الصغير وغيره ان الصحيح جوازه اي التلفيق وهو فسحة انتهى مع زيادة بيان

قال محشي الشيخ حجازي ينبغي الا في الفروج للاحتياط فيها كما قاله بعض المحققين انتهى وذكر الشيخ حجازي ايضا قبل ان منع تتبع الرخص نص عليه القرافي وغيره ثم ذكر مناقشة المواق في سند المتقدمين في ذلك ولكن غير مسلمة وذكر الشيخ ابو العباس سيدي احمد بن عبد الرحمن الشهير بابن حلولو في الضياء اللامع في شرح جمع الجوامع ان الانسان اذا التزم مذهبا معينا ثم اراد الخروج اختلف فيه فانما ذري والقرافي على عدم الجواز وصحح الرافعي الجواز والقول الثالث لا يجوز في بعض المسائل ويجوز في البعض والبعض الذي لا يجوز فيه هو الذي عمل به واختار عز الدين والقرافي جواز الانتقال وان المذاهب كلها مسالك الى الجنة وذكر القرافي عن الزناتي ان ذلك جائز بثلاثة شروط.

الاول ان لا يجمع بينهما على وجه يخالف الاجماع كمن تزوج بغير ولي ولا صداق ولا شهود فان هذه الصورة لم يقل بمجموعها احد.

الثاني ان يعتقد فيمن يقلده الفضل باصول اخباره اليه.

الثالث ان لا يتتبع رخص المذاهب انتهى. وجوز بعضهم تتبع الرخص للموسوس دون غيره كما في نشر البنود على مراقي السعود وقال وهو قول حسن وامتناع تتبع الرخص شامل لمن التزم مذهب معين وغيره انتهى منه.

فعلم من هذه النصوص ان تتبع الرخص ممنوع سواء التزم مذهبا معينا ام لا الا في حق الموسوس والتلفيق يجوز على الصحيح غير انه لا ينبغي فعله في النكاح.

والمسئلة التی ذکرتم من التلفیق لا من تتبع الرخص فتجوز وان کانت ھنا فی الفروج لانہ اعزیمۃ واحتیاطا واما ما نقلہ الشیخ حجازی عن بعض المحققین انہ ینبغی الا فی الفروج للاحتیاط فیما اذن للشئ فی الرخصۃ انتہی واللہ اعلم۔

واما المسئلۃ الثالثۃ ذکرتم فیہا ھل یجب علی جماعۃ المسلمین الحنفیۃ ان یراعوا الشرائط المالکیۃ ام یجوز الاکتفاء بالشرائط المرعیۃ عندالحنفیۃ الی الاخرہ۔

اعلم وفقنی اللہ وایاکم انہ یجب علی جماعۃ المسلمین ان یراعوا شروط المالکیۃ لیخرجوا من تتبع الرخص الممنوع لانہم اذا لم یراعوا شروط المالکیۃ فیکونوا اولا ارتکبوا رخصۃ حکم جماعۃ المسلمین کما تقول المالکیۃ والحال انہم لبسوا المالکیۃ ثم ارتکبوا رخصۃ شروط الحنفیۃ والحال انہم حکموا بمذھب المالکیۃ۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

قالہ واذن بکتبہ عبید ربہ **محمد بن علی** البیضاوی غفر اللہ لہ۔

ضروری اطلاع یہاں تک جو فتاوی مالکیہ لکھے گئے ہیں وہ سب پہلی طباعت کیوقت حاصل ہو چکی تھی اور جن حضرات کی تصدیقات اس رسالہ کی ساتھ طبع کی گئی اُن سب حضرات کی نظر سے گذر چکی ہیں اسکے بعد آٹھ صفحات کا ضمیمہ جسپر جو تک لکھے ہوئے ہیں یہ فتاوی بعد حصول تصدیقات کے حاصل ہوئے ہیں۔ اس لئے اطلاع دی گئی تاکہ تلبیس واختلاط نہ ہو فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد وصلوۃ۔ معروض آنکہ حیلۂ ناجزہ شائع ہونے کے بعد اُس کے متعلق چند علمائے کرام کی طرف سے کچھ اشکالات ہوئے تھے وہ مدینہ منورہ بھیجدیئے تھے وہاں سے جو جوابات آئے ہیں اُن کو بعینہ اصل عبارت عربی میں مجموعۃ الفتاوی المالکیہ (مذکورہ حیلۂ ناجزہ) کا تتمہ بناکر مستقل شائع کیا جاتا ہے۔

چونکہ اُس تتمہ میں دو امر ایسے ہیں جن کا اصل رسالہ اُردو میں اضافہ ضروری ہے۔ نیز ایک ضروری تنبیہ بھی خیال میں آئی لہذا اُن کو بھی بطور ضمیمہ شائع کیا جاتا ہے

اضافۂ اول:۔ حیلۂ ناجزہ میں تحت عنوان تنبیہات ضروریہ متعلق جماعت مسلمین تنبیہ سوم جو حکم درج ہے کہ جماعت مسلمین کا صرف وہ فیصلہ معتبر ہوگا جو باتفاق ہو الخ اس پر حاشیہ ذیل کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

لہ اُس وقت علمائے مالکیہ کا جواب اس مسئلہ کے متعلق موصول نہ ہوا تھا اس لئے قواعد سے حکم لکھدیا تھا بعد میں جواب آگئے ہیں اُن سے معلوم ہوا کہ سب علماء کا اس حکم پر اتفاق ہے کہ جماعت کا متفق ہونا شرط ہے کما صرح بہ العلامۃ صالح التونسی والشیخ عبد اللہ الفوتی فی الجواب عن الاستفتاء بالمرۃ الخامسۃ۔

اضافۂ دوم:۔ عنوان بالا تنبیہ سوم کے بالکل ختم پر متن میں سوال وجواب ذیل کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

سوال:۔ اگر مقدمہ پیش کرنے کی بابت فریقین میں اختلاف ہو ایک فریق ایک جماعت کے پاس مقدمہ لیجانا چاہے دوسرا فریق دوسری جماعت کے پاس تو کس فریق کو ترجیح دی جاوے گی اور کس جماعت کو سماعت دعوی کا حق ہوگا اور اگر ایک جماعت فیصلہ کر چکے اُس کے بعد دوسرا فریق کسی اور جماعت کے پاس اس فیصلہ کے خلاف درخواست

دے تو دوسری جماعت کو سابق فیصلہ کے خلاف فیصلہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب۔ مقدمہ پیش کرنے کا اُس کو حق ہے جو از روئے شریعت مدعی قرار دیا جائے دوسرے فریق کو اس میں اختلاف کا کوئی حق نہیں۔

اور اگر کوئی ایسا معاملہ ہو کہ اُس میں دونوں فریق شرعاً مدعی تصور کئے جاتے ہیں تو جس جگہ سے طلبی کا پیام پہلے پہنچ جائے دونوں کو اُس کے ہاں جانا لازم ہے اور اگر دونوں جگہ سے طلبی کا حکم ایک دم پہنچ گیا ہو تو پھر قرعہ ڈالا جائے جس کا نام قرعہ میں نکل آوے اُسکے ہاں مقدمہ پیش ہوگا اور جب ایک جماعت فیصلہ کر چکے اُس کے بعد دوسرا فریق اُسکے خلاف درخواست دے تو اُس میں تفصیل ہے۔ اگر پہلا فیصلہ شریعت کے قطعاً خلاف ہے تب تو اُس فیصلہ کے خلاف صحیح فیصلہ کیا جاوے۔

اور اگر وہ فیصلہ ایسا ہے جو قطعی طور پر شریعت کے خلاف نہیں بلکہ کسی نہ کسی قول کے موافق ہے تو اُس فیصلہ کو توڑنا جائز نہیں گو دوسری جماعت کی تحقیق میں وہ صحیح نہ ہو کما ہو المصرح فی الجوابین عن الاستفتاء بالمرۃ الخامسۃ۔ واللہ اعلم۔

(**تنبیہ ضروری**) اگر کسی جگہ حکومت کی طرف سے ایسا حاکم متعین ہو جس کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں (یعنے حاکم غیر مسلم ہو یا احکام شرعیہ کی رعایت نہ کرتا ہو یا مذہب مالکیہ کے مطابق فیصلہ کرنے کی صورت میں حاکم عادل نہ ہو یا عالم نہ ہو اور علماء سے مراجعت بھی نہ کرے تو اُس کا فیصلہ معتبر نہیں جیسا کہ اصل رسالہ میں مفصل معلوم ہو چکا ہے) مگر قانونی خطرہ سے حفاظت کے لئے اُس کے ہاں مقدمہ دائر کرنا پڑے تو مقدمہ دائر کرنے کا مضائقہ نہیں لیکن اُس کے ساتھ ہی یہ بھی لازم ہے کہ جماعت مسلمین سے بھی فسخ کا حکم حاصل کیا جائے اور عمل کا تمام مدار جماعت مسلمین ہی کے فیصلہ پر رکھا جائے پھر خواہ اوّل حکومت سے فیصلہ حاصل کیا جائے خواہ جماعت مسلمین سے اول حکم حاصل کیا جائے خواہ دونوں جگہ ایک ہی ساتھ مقدمہ پیش کر دیا جائے مگر ہر حال میں جماعت مسلمین کے فیصلہ سے پیشتر صرف ایسے حاکم کے فیصلہ کو ہرگز کافی نہ سمجھیں جس کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں

نوٹ۔ چونکہ اس ضمیمہ میں کوئی مضمون ایسا نہیں جس میں اختلاف کا شبہ ہو (کیونکہ اضافہ اول میں تو تائید ہے اُس حکم کی جو یہاں بالاتفاق طے ہوا تھا اور اضافہ دوم میں ایک مسئلہ ہے جس کی تمام کتب فقہ میں تصریح ہے اور تنبیہ کے مضمون کی بنا خود رسالہ میں مصرح ہے) نیز مشاغل کی وجہ سے اجتماع کا انتظام و انتظار دشوار بھی تھا اس لئے اس ضمیمہ کو اُن سب حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کا اہتمام ضروری نہ سمجھا جو حیلہ ناجزہ کی تصحیح و تنقیح میں شریک تھے۔ اگر ناظرین میں سے کسی کو سب کی رائے تصریحاً معلوم کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو اُن حضرات سے خود تحقیق کر لیں۔

حررہ اشرف علی بمشارکۃ المولوی محمد شفیع والمولوی عبد الکریم

غفر لہم الرحمٰن الرحیم۔ لمنتصف شہر شعبان سنہ ۱۳۵۲ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

الاستفتاء بالمرة الخامسة

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى **اما بعد** فالمعروض على سادتنا العلماء المالكية انه قد اختار بعض احناف الهند ما صرح به المالكية من ان جماعة المسلمين تقوم مقام الحاكم في فصل الخصومات عند عدم الحاكم حسًا او معنى ولكن وردت على ذلك اسئلة نكتبها اليكم والمأمول من جنابكم ان تشرفونا بالجواب عنها مع الدليل تؤجروا عند الله الجليل

الاول اعني اول الاسئلة قد صرحوا ان زوجة المفقود ومثلها ترفع امرها الى جماعة المسلمين عند عدم الحاكم لكن لم نجد في كتبهم كيفية قضاء الجماعة هل تلي تلك الجماعة باجمعها سماع القضية و فصلها ام تفوض امرها الى عالم عدل يقضي فيها **الثاني** وعلى الشق الاول يعني اذا وليت الجماعة باجمعها شبهتان (الف) اذا ثبت عند المالكية ان تفرد القاضي في القضاء واجب والقضاء المشترك باطل فكيف يصح القضاء المشترك من الجماعة اليس هذا الحكم قضاء وان لم يكن قضاء فماذا تسمونه (باء) هل يشترط اتفاق الجماعة على الحكم ام لا وان لم يكن الاتفاق شرطا فكيف السبيل الى ترجيح رأي على رأي هل يرجح بالكثرة ام بمرجح غيرها والذي فهمنا ان الاتفاق على رأي شرط لنفاذ الحكم من الجماعة وان لم نجد هذا مصرحا لكن قسناه على ما اذا حكم الخصمان رجلين او رجالا فالاتفاق على رأي واحد شرط كما صرح به سادتنا الحنفية والمالكية معا الا ان بعض اهل العلم اورد على هذا القياس ان ولاية الحكمين مخصوصة بالمحكمين وولاية الجماعة عامة لجميع من رفع الامر اليها فافترقا افيدونا بالحكم الصحيح متعنا الله بطول بقائكم **الثالث** وعلى الشق الثاني وهو ان تفوض تلك الجماعة فصل الخصومة الى شخص واحد هل يجب ان يكون هو من افراد الجماعة المرفوع اليها ام لا يجوز ان يكون من غير تلك الجماعة **الرابع** هل يشترط للقاضي القوة القاهرة والشوكة الظاهرة على تنفيذ الحكم ام لا ويتفرع على هذا السؤال اخر وهو ان المسلمين اذا كانوا تحت حكومة غير مسلم ولم يكن ثمة قاض من جانب الحكومة فهل يصح نصب القاضي من عامة المسلمين مع ان القوة لا تحصل بمجرد نصبهم **الخامس** وان كانت القوة والشوكة شرطا للقاضي فهل تشترط القوة والشوكة شرطا للقاضي فهل تشترط القوة والشوكة لتلك الجماعة التي رفع الامر اليها وان قيل بصحة حكمها ونفاذه بدون القوة فما الفرق بين القاضي وتلك الجماعة بينوا بالدليل.

السادس لو وقع الاختلاف بين جماعتين من المسلمين في فصل خصومة فكيف يرجح احد الحكمين مثلا ادعت امرأة على زوجها التعنت ورفعت الامر الى عدول جيرانها واقامت البينة على دعواها وفرق اولئك العدول بينهما ورفع زوجها هذا الامر الى جماعة اخرى من المسلمين واثبت نشوزها فحكمت هذه الجماعة خلاف ما حكم به اولئك العدول المذكورون سابقا

فقد وقع اختلاف بين الحاكمين فكيف السبيل الى ترجيح حكم احدهما على الآخر ان قيل في حل هذه السوال انه يجب على المسلمين الاكتفاء على نصب جماعة واحدة في بلدة واحدة ولا يجوز لهم نصب جماعات متعددة كيلا يكون للاختلاف الذي ذكر مساغ قلنا اولا انه لا يمكن في زماننا هذا للمسلمين لاسيما في الديار الهندية ان يجتمعوا على جماعة واحدة كما هو مشاهد وثانيا ان عبارة الفقهاء المالكية في هذا الباب رفعت الامر الى عدول جيرانها مطلقا ولم يقولوا انها رفعت الامر الى جماعة نصبها اهل الحل والعقد فزيادة قيد النصب من اهل الحل والعقد زيادة على المنقول في المذهب على ما يظهر والله اعلم وعلمه اتم واحكم.

الجواب

من الشيخ عبد الله الفوتي المدرس بالحرم النبوي

بسم الله الرحمن الرحيم

وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

الحمد لله مجيب سؤال من سأله ودعا + حمد معترف بعجزه وقصوره معترف لنفحات رحماه + والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد مصطفاه من خليقته ومجتباه + وعلى آله واصحابه الباذلين مهجهم في مرضاته وسبيل هداه + وبعد. فاكرمنا الله واياكم بتقواه + ووفقنا واياكم لما يحب ويرضاه + فانه قد اتصل بنا من قبلكم مكتوب يشتمل على نوازل زعمتم انه التبس عليكم حكمها + ومسائل استبهم عليكم فهمها + خصصتمونا فيه بالخطاب + وعينتمونا لرد الجواب + وكلفتمونا ان نكتب لكم ما يكون كفيلا بالبيان + وما عليه المعول في ذلك الشان + فاقول وبالله التوفيق + وبيده الهداية الى سواء الطريق +

المسألة الاولى بعد مقدمتكم عند قولكم فالمعروض على سادتنا الى قوله الى عالم عدل يقضي فيها فجوابه نعم ان اهل المذهب ذكروا ان زوجة المفقود وزوجة الغائب وزوجة المعترض والعنين ورجل تشترت زوجته او ادعى عليها داء الفرج ونحو ذلك كلهم يرفعون امرهم على جماعة المسلمين حين فقد الحاكم حسا او معنا وظاهر ان الجماعة المرفوع اليها الامر لابد لها من ان تجتمع لسماع القضية وفصلها لان جملة الجماعة كالقاضي الواحد ولا وجود للمجموع عند انتفاء بعض الاجزاء ويشهد عليه نصوص الفقهاء حيث قالوا ان جماعة المسلمين تقوم مقام القاضي واصرحها في الباب ما قال القابسي وغيره من القرويين لو كانت المرأة في موضع لا سلطان فيه لرفعت امرها الى صالحي جيرانها يكشفون عن خبر زوجها ثم يضربون له الاجل اربعة اعوام ثم تعتد عدة الوفاة وتحل للازواج لان فعل الجماعة في عدم الامام كحكم الامام اه ومثله ما قال احمد الصاوي على قوله فرضت النفقة في مال الغائب اي يفرضها الحاكم اذا رفعت له امرها او بجماعة المسلمين ان لم يكن حاكم اذا ثبت عدم الزوج ولم يحضر طلق عليه الجماعة على نهج المتقدم بعد تلوم الاجتهاد من الحاكم بغير تحديد ان لم يعلم موضعه او علم وكان غيبته على عشرة ايام وان قرب ارسل اليه فان حضر

فظاهره الاطلاق عليه اه وفي العدوي على ابي الحسن قال الشرنوبي وبعد ذلك يمكنونهم تطليق نفسها ويحكمون به او يوقعونه اه واما قوله هنا

الثاني وعلى الشق الاول يعني اذا وليت الجماعة (الى قوله ستمنا الله بطول بقائكم (فجوابه) وفقنا الله واياكم الى سواء الطريق ان اشخاص الجماعة ليست مقصودة في هذا الباب بل المقصود هنا قيامهم كلهم او بعضهم على فرض الكفاية مقام الامام او القاضي حين عدمه ولذا قالوا ولو واحدا وان كان فيه خلاف بخلاف القاضي لان المقصود منه اتحاد ذاته وحكمه من غير مشاركة لغيره الا من جهة المشورة الا ترون ان شهادة كافة النساء او ثنتين منهن في الباب الذي يشهد فيه الرجال كرجل واحد وفي الباب الذي لا يشهد فيه الرجال كل واحدة منهن كرجل كامل وفي باب الاعراب جعلوا المثنى والجمع ليسا مفردين وفي باب المبتدأ والخبر جعلوهما مفردين ويفهم من ذلك صحة كل حكم على ما وصفه اصحابه المتبعون واتضح من هذا ان حكم الجماعة ليس مشتركا بل هو حكم من مفرد معنى كحكم القاضي والامام ان ولي القضاء كما يسمى حكمهما قضاء والشرطي وولي الماء كذلك وفي المدونة قلت ارأيت العنين ايجوز له ان يؤجله صاحب الشرطي او لا يكون ذلك الا عند قاض او امير يولي القضاء قال قال مالك ارى ان يجوز قضاء اهل هذه المياه وقال ابن القاسم انما هم امراء على تلك المياه وليسوا بقضاة فارى ان صاحب الشرطي ان ضرب للعنين اجلا جاز وكان ذلك جائزا اه وعلم بهذا ايضا ان كل من حكم على ما يحكمه القاضي سواء بالنيابة او غيرها سمي حكمه قضاء واما قولكم بعد

(ب) وهل يشترط اتفاق الجماعة على حكم ام لا (فجوابه) ان اتفاقهم واجب لا يمكن غيره لما سبق انهم كالقاضي الواحد واذا تقرر هذا فلا حاجة الى السؤال عن مرجح لدى اختلافها واما قولكم والذي فهمنا ان الاتفاق على رأي شرط لنفاذ الحكم من الجماعة وان لم نجد هذا مصرحا ولكن قسناه على ما اذا حكم المتخاصمان رجلين او رجالا فالاتفاق على رأي واحد شرط كما صرح به سادتنا الحنفية واما المالكية معا) فجوابه ان هذه المسئلة ثابتة بالنصوص غير محتاجة الى قياسنا كما مر نقله ولكن هذا القياس صحيح على ما اظن والفارق الذي اورد عليه لا يعبأ به والله اعلم واما قولكم بعد هذا

الثالث وعلى الشق الثاني وهو ان تفوض (الى قوله) من غير تلك الجماعة فجوابه لم نر من نص ان الجماعة تفوض الامر بعد ما رفع اليهم لواحد منهم وتتبعنا الكتب التي بين ايدينا فلم نقف عليه واما لو قدرنا ان لهم ان يفوضوا الامر لرجل لكان الرجل منهم لان الجماعة ليسوا محصورين بالاشخاص بل بالاوصاف كما تقدم وعليه فكل من اتصف بما اتصفوا به فهو منهم واما لو رفع الامر لواحد منهم ابتداء لكفى على الخلاف المتقدم واحتج من منع ان اقل الجماعة ثلاثة وقال العدوي على الخرشي فقوله والواحد منهم كاف فيه نظر لان المصنف قال الجماعة والجماعة اقلها ثلاثة قاله بعض شيوخنا اه وقال الدسوقي على الدردير فقوله فلجماعة المسلمين هكذا عبارة الائمة وعبر بعضهم فلصالحي جيرانها وقول (عبق)

والواحد كان اعترضه الشيخ ابو على المستاوى قائلا لم ار من ذكره ولا اظنه يصح قال (بن) وكذا رد (بخ) فى وسطه كفاية الاثنين فضلا عن الواحد قائلا التحقيق ان اقل الجماعة ثلاثة واما قولكم

الرابع هل يشترط (الى قوله) لا تحصل بمجرد نصبهم فجوابه انها ليست من شروط الصحة للقاضى المذكورة فى ابواب القضاء بل هى امر زائد عليه ينشاء من الامام الاعظم لان القضاء جزء من اجزائه وقال فى تبصرة الحكام الباب الثالث فى ولاية القضاء وما يستفاد بها من النظر فى الاحكام وما ليس للقاضى النظر فيه الى ان قال فاما ولاية القضاء فقال القرافى هذه الولاية متناولة للحكم لا يندرج فيها غيره وقال ايضا فى موضع اخر وليس للقاضى السياسة العامة لا سيما الحاكم الذى لا قدرة له على التنفيذ كالحاكم الضعيف القدرة على الملوك الجبابرة فهو ينشئ الالزام على الملك العظيم ولا يخطر له تنفيذه لتعذر ذلك عليه بل الحاكم من حيث هو حاكم ليس له الا الانشاء واما قوة التنفيذ فامر زائد على كونه حاكما فقد يفوض اليه التنفيذ وقد لا يندرج فى ولايته انتهى مرادنا منها اختصارا واما قولكم ويتفرع على هذا (الى قوله) بمجرد نصبهم فجوابه لا مانع من ذلك اذا اضطر الناس الى ذلك بما دل عليه ظاهر كلام اهل المذهب وقال الشيخ الدسوقى على الدردير بعد كلام على شروط الجمعة واعلم انه متى كانت البلد مستوطنة والجماعة مستوطنة وجب عليهم وصحت منهم مطلقا ولو كانت تلك البلد تحت حكم الكفار كما لو تغلبوا على بلد من بلاد الاسلام واخذوها ولم يمنعوا المسلمين المتوطنين بها من اقامة الشعائر الاسلامية كما هو ظاهر اطلاقاتهم وزاد الصاوى على اقرب المسالك على هذا القول بقوله من حاشية الاصل وبالضرورة ان نصب القاضى لفصل الخصام بين الناس من شعائر الاسلام وفى فتاوى الشيخ محمد عليش سئل الامام ابو عبد الله المازرى رحمه الله تعالى عن احكام تأتى فى زمانه من صقلية من عند قاضيها او شهود عدولها هل يقبل ذلك منهم ام لا مع انها ضرورة ولا ترى اقامتهم هناك تحت اهل الكفر هل هى اضطرار ام اختيار فاجاب لا قادح فى هذا وجهان الاول يشمل القاضى وبيانه ناحية اختلال العدالة اذ لا يباح المقام فى دار الحرب فى قياد اهل الكفر والثانى من ناحية الولاية اذ القاضى مولا من قبل اهل الكفر والاول اوقاعدة يعتمد عليها فى هذه المسألة وشبهها وهى تحسين الظن بالمسلمين ومباعدة المعاصى عنهم فلا يعدل عنها لاحتمالات كاذبة وتوهمات واهية كتجويز من ظاهره العدالة وقد يجوز فى الاخفاء ونفس الامر ان يكون ارتكب كبيرة الا من قام الدليل على عصمته وهذا التجويز مطروح والحكم بالظاهر اذ هو الارجح الا ان يظهر من الحال ما يوجب الخروج عن العدالة فيجب التوقف حينئذ حتى يظهر بائن وجه زوال موجب راجحة العدالة ويبقى الحكم لغلبة الظن بعد ذلك الى ان قال وهذا المقيم ببلد الحرب ان كان اضطرارا فلا اشكال انه لا يقدح فى عدالته وكذلك ان كان تأويله صحيحا مثل اقامته ببلد الحرب لرجاء هداية اهل الحرب ونقلهم عن ضلالتهم كما اشار اليه الباقلانى وكما اشار اليه اصحاب مالك فى تجويز الدخول لفكاك الاسير واما لو اقام

عه انظر ما سيأتى فى الحاشية على الجواب من العلامة صالح التونسى ١٢.

بحكم الجاهلية والاعراض عن التاويل اختيارا فهذا قدح فى عدالته واختلف اهل المذهب فى
رد شهادة الداخل اختيار التجارة فمن ظهرت عدالته منهم وشك فى اقامته على اى وجه فالاصل
عدمه لان جل الاحتمالات السابقة مشهد لعذره فلا يرد لاحتمال واحد الا ان توجد قرائن تشهد
ان اقامته كانت اختيارا الا لوجه واما الوجه الثانى وهو تولية الكافر للقضاة والامناء وغيرهم لجحز
الناس بعضهم عن بعض فقد ادعى بعض اهل المذهب انه واجب عقلا وان كان باطلا لتولية
الكافر لهذا القاضى اما لطلب الرعية او اقامته لهم للضرورة لذلك فلا يطرح حكمه وينفذ كما لو ولاه
سلطان مسلم اه وفى البيضاوى عند قول رب العزة قال اجعلنى على خزائن الارض انى حفيظ
عليم فيه دليل على جواز طلب التولية واظهار انه مستعد لها والتولى من يد الكافر اذا علم انه لا سبيل
الى اقامة سياسة الخلق الا بالاشتهار به اه وفى تبصرة الحكام فصل قال المازنى فى شرح التلقين
القضاء ينعقد باحد وجهين احدهما عقد امير المؤمنين او واحد من امرائه الذين جعل لهم العقد
فى مثل هذا والثانى ذو الرأى واهل العلم والمعرفة والعدالة لرجل منهم كملت فيه شروط القضاء وهذا
حيث لا يمكنهم مطالعة الامام فى ذلك ولا ان يستدعوا منه ولاية ويكون عندهم له نيابة عن
عقد الامام الاعظم او نيابة عمن جعل له الامام ذلك للضرورة الداعية الى ذلك. واما قولكم
الخامس فان كانت القوة والشوكة (الى قوله) بينوا بالدليل لجوابه فالطلعنا على نصوصهم
فى كتب المذهب التى بايدينا ان القوة والشوكة من شروط الجماعة واما الفرق بين القاضى
والجماعة فبين وذلك ان القاضى وعمله جزء من اجزاء عمل وظيفة الامام وعدم الامام شرط
الوجود الجماعة لانهم قالوا اذا فقد الحاكم ان جماعة العدول تقوم مقامه واما قولكم
السادس لو وقع الاختلاف بين جماعتين (الى قوله) فكيف السبيل الى ترجيح حكم احدهما على
الآخر فجوابه ان استوفت الجماعة شروط الحكم الشرعى بان تقول بعد اداء الزوجة حجتها وانكار
الزوج الك شهود وقالت نعم واحضرتها ثم قالوا للزوج الك طعن فيهم وقال لا واعذر له ثم حكموا
لها فلا يجوز له ان يرفع هذه النازلة الى غيرهم ولا لهم نقض هذا الحكم وفى مختصر الشيخ خليل
وشرحه لدردير ورفع حكمه الخلاف فى تلك النازلة فلا يجوز المخالف فيها نقضها فاذا حكم
بفسخ عقد او صحته لكونه يرى ذلك لم يجز لقاض غيره ولا له نقضه ولا يجوز لمفت علم بحكمه
ان يفتى بخلافه وفى المواق على مختصر الشيخ خليل ونصه المدونة قال مالك وجه الحكم فى القضاء
اذا ادعى الخصمان بحجتهما ففهم القاضى عنهما واراد ان يحكم بينهما ان يقول لهما ابقيت لكما حجة
فان قالا لا حكم بينهما ثم لا يقبل منه حجة بعد انفاذ حكمه ولو قال له بقيت لى حجة امهلنى فان لم
يأت بشئ حكم عليه فان اتيا بعد ذلك يريد ان نقض ذلك لم يقبل منهما الا ان يأتيا بامر يرى ان
لذلك وجها قال ابن القاسم مثل ان تأتى شاهد عدل من لا يقضى بشاهد ويمين وقال الخصم
لا اعلم لى شاهدا آخر فحكم عليه القاضى ثم وجد شاهدا آخر بعد الحكم فليقض بهذا الآخر ومثل
ان يأتى ببينة لم يعلم بها واما اشبه ذلك والا لم يقبل منه اه واذا جاء الحكم على وجهه فحكم
القاضى الثانى باطل لامشاركة بينهما حتى يصور الخلاف بينهما والعكس فالاول [illegible] كذلك اه اما

ان وقع الخلاف قبل الحكم بان تنازعا بين القاضيين فالقول للطالب منهما كما فى مختصر الشيخ خليل وشرحه للدردير نصه واذا تنازع الخصمان فاراد احدهما الرفع لقاض واراد الآخر الرفع لقاض آخر كان القول للطالب وهو صاحب الحق دون المطلوب ثم اذا لم يكن طالب مع مطلوب بان كان كل يطالب صاحبه رفع الى من اى قاض سبق برسول لطلب الاتيان عنده والا يسبق رسول قاض بل استويا فى المجئ مع دعوى كل انه المطالب اقرع القاضى الذى يذهبان اليه فمن خرج سهمه للذهاب له ذهبا له كالادعاء اى كما يقرع بينهما فى الادعاء بعد اتيانهما للقاضى الذى اقرعا فى الذهاب اليه او الذى اتفقا على الذهاب ثم تنازعا فى تقديم الدعوى اذا الموضوع ان كلا طالب اه وقال الدسوقى فى حاشيته على هذا الشرح تنبيه قد علم من المصنف الحكم فيما اذا اتحد المدعى به وكان كل من المتداعيين يطالب الآخر به على ما قاله الشارح واما اذا كان كل منهما يطلب صاحبه بشئ مغاير لما يدعى به الآخر ففى نقل المواق وابن عرفة عن المازرى ان كل واحد منهما ان يطلب حقه عند من شاء من القضاة فاذا دعى احدهما على صاحبه عند قاض وفرغ فلصاحبه ان يدعى عليه عند من شاء فان اختلفا فيمن يبتدئ الطلب او فيمن يذهبان اليه اولا من القاضيين فان سبق احدهما القاضى ترجح قوله وان ذهب كل منهما القاضى فالمعتبر من سبق رسوله من القضاة وان لم يكن لاحدهما ترجيح بسبق الطلب على الآخر ولا بغير ذلك اقرع بينهما واما قولكم ان قيل فى حل هذه السؤال والى قوله كما هو مشاهد فجوابه ان نصب الجماعة باشخاصهم لفصل الخصام معدوم نصه عندنا كما تقدم بل هم تعينوا بالاوصاف فمن اتصف بهذه الاوصاف فهو منهم وعليه لا بأس ان يرفع كل ذى دعوى الى صالح جيرانه من العدول فتعدد الجماعة بقدر الحاجة كما جاز تعدد القضاة مطلقا واما قولكم وثانيا ان عباراته والى قوله والله اعلم وعلمه اتم واحكم فجوابه نعم الامر على ما قلتم فيما علمنا اللهم صل وسلم على اشرف المخلوقات سيدنا محمد وعلى آله واصحابه رب اغفر وارحم وانت خير الراحمين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين. انتهى ما جرى ان يسوده قلم افقر العباد الى رحمة ربه عبد الله الغزى الساكن فى مدينة خير البرية البسها الله ومن فيها وجميع المسلمين حلل الرضا آمين تمت وقت العصر يوم الثلاثاء الموافق ثمانية وعشرين يوما من شهر الله رجب سنة ١٣٥٣ محمد بن ابى بكر الغلاتى احد مدرس الحرم النبوى. عثمان بن ادريس على الغلاتى.

الجواب

من العلامة صالح التونسى المدرس بالحرم النبوى مختصرا يسير

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى جعل الدين الاسلامى يسرا. والصلاة والسلام على المبعوث بالحنيفية السمحة السهلة التى ليس بها عسرا وعلى آله وصحبه وكل من كان سمح الاعتقاد سهل الانقياد مجانب لكثرة الانتقاد جمهر لوسرا وبعد فقد وردت على اسئلة من القطر

الهندى فيما يتعلق بزوجة المفقود وفصلها بحل العقد على المذهب المالكى عند الاقتضاء بتوفر الشروط و
انتفاء المسالك فاجبت عنها كغيرى غير مرة الكرة بعد الكرة واخرما ورد على من الاسئلة فى هذا الخصوص
على سبيل المراجعة للتوضيح عدد اسئلة ستة وهى كالمتكررة والمتفرعة عن بعضها والجواب عن الاول ان
توليها كلها شرط فى صحة الحكم لقول خليل والا فجماعة المسلمين ثلاثة لا اقل كما قررناه فى الجواب السابق
كما نقل. والسوال الثانى المتفرع عن الاول وبه اشكالان اولهما اشتراط تفرد القاضى مع تعدد هؤلاء
الجماعة النائبة عنه وجوابه انه لا يلزم من قيام هاته الجماعة مقام القاضى ان تتصف بجميع صفاته وتستكمل
الجميع شروطه الا ترى القاضى فانه نائب عن الامام فلا يطلب منه قيامه مقامه فى جميع الاحكام ولا استيفاء
شروطه بالتمام وثانيهما وهو اشتراط اتفاق اراء الجماعة وقياسه بالحكمين ووجود الفارق بين الولايتين عموما
وخصوصا وجوابه اشتراط اتفاق الجماعة المعينة لهذه الحادث كلهم مثل الحكمين وقياسهم
بهما اشبه ودعوى الفارق بين الجماعتين بل الولايتين بالعموم والخصوص غير متجهة بل تردّ ولا ترد
فان حكم هاته الجماعة خاص بهاته الحادثة حتى لو حدثت فى الوقت او عقبه غيرها فرفعت لغيرهم
جاز فليس نصبها مستمرا حتما كما يفهم من فحوى السوال المقرر وعن السوال الثالث بعدم وروده
اصلا اذ لا يجوز التفويض لواحد كان منها او خارجا عنها وهى المتعينة لحل ذلك الحادث متى رفع اليها
كما تقدم قريبا والسوال الرابع الذى هو هل يشترط فى القاضى قوة التنفيذ اولا والجواب نعم يشترط
ذلك فيه اصالة وذلك التنفيذ والالزام هو الفارق بينه وبين المفتى اذ هو مخبر فقط دون القاضى
فانه منفذ للاحكام ولذلك وصفه فى تحفة الحكام بقوله منفذ بالشرع للاحكام هذا هو الاصل فيه
وقد يعتبريه ويعترضه ما يعطل نفوذه ويعرقل اتمامه كالحكم على الظلمة والجبابرة ولا يكون ذلك سببا
عند باقى المسلمين المرتضين لاحكام رب العلمين وشريعة سيد المرسلين صلى الله وعليه وسلم
لردها بل يقبلوها ويقبلوا عليها سلميين مطيعين مذعنين ونصب جماعة المسلمين لقاض يفصل
بينهم الخصومات ويقطع المنازعات جائز بل يتعين فى بعض الاحيان على الاعيان اذا وجد واسبيلا اليه
وعدم معارض فيه واجتماع الكلمة عليه. والسوال الخامس المتفرع عن الرابع جوابه فيه ومنه والسوال السادس
فان كان الخلاف خارج المذهب المتبع فى هذه القضية فلا عبرة به ولا نظر اليه اذ الحكم الاول رافع
للخلاف فيها وان كان داخل المذهب فكذلك متى راعت الجماعة الاولى الراجح من المنقول وجرت على
الاصول واستوفت الشروط بالحصول اما اذا تساهلت الاولى فى بناء الحكم ولم تجر على قواعد المذهب واصوله
ولم تراع الراجح جهلا او تجاهلا او غفلة او عمد الثانية نقض حكمها بالطبع وذلك بنفسه يقال ويعمل به
فى الحاكم الشرعى والله اعلم وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله وسلم

وكتبه بخطه صالح بن الفضيل التونسى المدرس بالحجرة النبوى بالمدينة المنورة عفا عنه ولوالديه بمحسن توفيقه آمين

ع قوله يشترط الخ هذا مما اختلف فيه العلامة والشيخ عبد الله والذى فهمناه من نصوص فقهاء الحنفية هو الذى قاله العلامة كما حققناه فى تتمة الفتاوى المسماة بامداد الاحكام فى جزءين منها وهى موجودة فى مدرسة امداد العلوم ١٢ ع قوله وعدم معارض فيه اشارة الى ما قلناه فى مقدمة هذه الرسالة من ان القاضى لا يصير قاضيا فى الهند بمجرد نصب علماء المسلمين لان نصبهم لا يخلو عن المعارضة كما هو مشاهد والله اعلم وسألت العلامة مشافهة عن هذه الاشارة عين لتشرفت بزيارة بلدة خير الانام عليه الف الف تحية وسلام ١٣٣٥ هـ فوافقنا صراحة ولله الحمد على ذلك على سائر التمائم ١٢
احقر عبد الكريم المتصل عفى عنه +

المرقومات للمظلومات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد۔ زمانۂ موجودہ میں عورتوں کی مشکلات اور سوالات کی کثرت پر نظر کرکے تین رسالے تیار کئے گئے ہیں۔ **ایک** "الحیلۃ الناجزہ" جس میں ایسے مسائل متعلقہ ازدواج کو نہایت مکمل اور مفصل طریقہ پر یکجا جمع کردیا ہے جن میں عورتوں کا ابتلائے عام ہے۔ اس رسالہ میں اس شبہ کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ اسلام نے مظلوم عورتوں کی رہائی کے لئے کوئی صورت تجویز نہیں کی۔ اور ایسی مظلوم عورتوں کے لئے رہائی کی تدبیر بھی بتلائی گئی ہے۔ اور اس رسالہ کے دو جزو ہیں۔ **جزو اول** اُن عورتوں کے لئے جن کا ابھی نکاح نہیں ہوا۔ **جزو دوم** اُن کیلئے جن کا نکاح ہوچکا ہے۔

دوسرا رسالہ جو تتمہ ہے اصل رسالہ کے جزو دوم کا مسمّٰی بہ "المختارات" اُس میں حرمت مصاہرت اور خیار بلوغ اور خیار کفارت کے احکام مفصل درج ہیں۔

تیسرا رسالہ جو ضمیمہ ہے اصل رسالہ کا "حکم الازدواج" اُس میں زوجین کے اختلاف مذہب کی سب صورتوں کے مفصل اور مدلل احکام بیان کئے گئے ہیں لیکن یہ رسالے عام فہم نہ تھے اس لئے ان کے مسائل کا خلاصہ جدا جدا بالترتیب لکھا جاتا ہے اس خلاصہ میں مختصر طور پر بتلا دیا گیا ہے کہ نکاح سے قبل کیا صورت اختیار کرنا مناسب ہے اور نکاح ہوچکا ہو تو کس کس موقع پر نکاح فسخ ہوسکتا ہے اور کس طرح ہوسکتا ہے۔ طالب تفصیل کے لئے اگر وہ عالم ہے تو خود اور اگر عالم نہیں تو کسی عالم کی امداد سے اصل رسائل دیکھنا ضروری ہے جن میں ہر مسئلہ کی دلیل بھی موجود ہے۔ امید کہ اس رسالہ سے مظلوم عورتوں کو بہت مدد ملے گی۔

تنبیہ۔ لیکن ان مسائل پر عمل کرنے کے وقت دو باتیں عمل کرنے والوں کے ذمہ ہیں۔

ایک یہ کہ محض اس رسالہ کو دیکھ کر اپنی قوت مطالعہ کے بھروسہ کوئی

کارروائی نہ کریں بلکہ کسی محقق سالم کے سامنے صورت واقعہ مع اس رسالہ کے پیش کرکے اُس کی تجویز کے موافق اس طرح عمل کریں کہ ہر ہر جزئی میں اُس کی رائے معلوم کرکے اُس کا اتباع کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ ہمیں حکومت موجودہ کے قانون سے واقفیت نہیں اس لئے کارروائی کے موافق قانون یا مخالف قانون ہونے کو قانون داں وکلاء سے دریافت کرکے اپنی واقفیت اور ہمت کے بھروسہ عمل کریں ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

خلاصۃ

الحیلۃ الناجزہ ❁ للحلیلۃ العاجزہ

(جس کے دو جزو ہیں)

جزو اوّل

بابت

تفویضِ طلاق بوقتِ نکاح

(از فقہ حنفی)

سوال۔ آج کل ہندوستان میں قاضی شرعی نہ ہونے کی وجہ سے جو مشکلات عورتوں کو پیش آرہی ہیں محتاج بیان نہیں کبھی مرد ظلم کرتا ہے اور بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا، نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ طلاق۔ کبھی بیوی بچوں کو چھوڑ کر لاپتہ ہوجاتا ہے۔ کہیں مرد عورت کے قابل نہیں ہوتا۔ کہیں مجنوں ہوجاتا ہے۔ اگر شرعی قاضی موجود ہوتے تو ان مشکلات کا حل سہل تھا۔ لیکن اب جو دشواریاں ہیں کسی سے مخفی نہیں لہذا دریافت طلب یہ ہے۔

(۱) کہ بعض جگہ ان مشکلات کا جو یہ علاج تجویز کیا گیا ہے کہ بوقت نکاح کابین نامہ میں مرد سے کچھ شرطیں ایسی لکھوالی جائیں جن کی وجہ سے عورتوں کو بوقت ضرورت

اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا خود اختیار حاصل ہو جائے۔ یہ شرعاً صحیح اور معتبر ہے یا نہیں

(۲) اور کیا اس کابین نامہ کے قبل از نکاح اور بعد از نکاح لکھوانے یا عین عقد نکاح کے وقت شرطوں کو زبانی کہلانے میں کوئی فرق ہے

الجواب

(۱) اس قسم کا کابین نامہ لکھوانا جس میں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں دیدیا گیا ہو اور بوقت ضرورت اُس سے کام لینا جائز ہے۔ اور اصطلاح فقہ میں اس اختیار دیدینے کو تفویض طلاق کہتے ہیں

(۲) اس تفویض طلاق کی کئی صورتیں جائز ہیں جن کی تفصیل مع شرائط کے اصل رسالہ "الحیلۃ الناجزہ" میں مذکور ہے۔ اس جگہ صرف وہ صورت ذکر کی جاتی ہے جو عوام کے لئے سب سے زیادہ آسان اور عورتوں کیلئے زیادہ مفید اور طرفین کے سب مصالح کی جامع ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نکاح سے پہلے ایک اقرار نامہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ مرد سے لکھوالیا جائے۔ یہ یاد رہے کہ اس اقرار نامہ کا ایک ایک لفظ غور کرکے شرعی قواعد کے موافق طرفین کے مصالح کی پوری رعایت رکھ کر لکھا گیا ہے اس میں سے کوئی لفظ بدلا نہ جائے ورنہ بعض صورتوں میں یہ اقرار نامہ بالکل بے کار و بے فائدہ ہو جائے گا۔ اور وہ اقرار نامہ بشکل کابین نامہ یہ ہے۔

کابین نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد۔ مینکہ پسر قوم
ساکن ضلع کا ہوں میرا نکاح مسماۃ دختر
قوم ساکن ضلع کے ساتھ شرائط ذیل پر بعوض مہر
روپیہ سکہ رائج الوقت کے قرار پایا ہے۔ لہٰذا میں بدرستی ہوش و حواس
بلا کسی جبر و اکراہ کے مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اسکا پابند رہوں اور در صورت عدم
پابندی مسماۃ مذکور کے لئے رہائی کی صورت ہو سکے۔

ع چونکہ طلاق میں جلدی کرنا شرعاً ناپسندیدہ ہے اسلئے عورت کو لازم ہے کہ اختیار ملجانیکے بعد بھی طلاق واقع کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ سوچ سمجھکر غصہ فرو ہونیکے بعد اپنے خیر خواہوں سے مشورہ اور سنت کیموافق استخارہ کرکے رائے قائم کرے ۱۲ منہ

پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے میں شرائط ذیل کا پابند رہوں گا اور بغرض اطمینان مسماۃ لکھتا ہوں کہ اگر میں مسماۃ مذکورہ سے نکاح کروں تو نکاح کرنے کے بعد جب کبھی اُسکو اس نکاح میں رکھتے ہوئے شرائط ذیل میں سے کسی شرط کے خلاف کروں اور اس خلاف شرط ہونے کو مندرجہ ذیل اشخاص میں سے کم از کم دو آدمی تسلیم[۵] کرلیں تو اس کے بعد مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اُسی وقت یا خلاف شرط تسلیم ہونے سے ایک ماہ تک پھر کسی وقت چاہے اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کرکے اس نکاح سے الگ ہوجائے اور جب کبھی کسی شرط کا خلاف وقوع پذیر ہو ہر بار ایک ایک ماہ کے لئے اختیار حاصل ہوتا رہے گا مگر یہ اختیار ایک ہی نکاح تک محدود ہے اگر کسی طرح فرقت و علیحدگی کے بعد نکاح کا اعادہ ہو تو اُس کے بعد یہ اختیار اور شرائط نہیں بلکہ اُس وقت جو کچھ دوبارہ طے ہوجاوے اُس کے موافق عملدرآمد ہوگا۔

وہ اشخاص یہ ہیں[۵]

شرائط یہ ہیں[۵]

---

۵ زیادہ احتیاط درکار ہو تو "تسلیم کرلیں" کے بعد یہ جملہ بھی لکھدیا جاوے۔ "اور وہ دونوں صاحب عورت کے لئے علیحدگی کو مناسب بھی قرار دیدیں۔" ۱۲ منہ

۵ مناسب ہے کہ کم از کم دس آدمیوں کے نام تراضی طرفین سے متعین کرکے لکھدیئے جائیں ۱۲ منہ

۵ جو شرائط طے ہوں اُن میں اہل فہم اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ کرنا مناسب ہے نیز وکلاء سے بھی کہ یہ شرائط قانون میں معتبر ہیں یا نہیں، اور کابین نامہ کی رجسٹری ہوجاوے تو بہتر ہے اور مرد کے حق میں ایک مفید بات یہ ہے کہ مہر معاف کرنے کی شرط لگالے۔ اور کابین نامہ میں جو یہ جملہ ہے۔ "اپنے اوپر ایک طلاق واقع کرلے" اس سے پیشتر یہ لفظ لکھدیئے جاویں۔ "مہر معاف کرکے اپنے اوپر" الخ ۱۲ منہ

اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا اور لکھوا کر دیکھنے کے بعد آج بتاریخ ماہ سنہ میں دستخط نشان انگشت کرتا ہوں۔

العبد گواہ شد گواہ شد

اِس کابین نامہ کا اثر

یہ کابین نامہ لکھنے کے بعد ایک مرتبہ خلاف شرط کرنے سے عورت کو صرف ایک ماہ کیلئے اختیار ملے گا اور مہینے کے ختم پر اختیار ساقط ہو جائیگا لیکن اُسکے بعد اگر پھر کبھی کسی شرط کی ورزی ہوئی تو پھر مکرر اختیار ایک ماہ کے لئے ملجائیگا اور ہر مرتبہ خلاف کرنیسے اسی طرح اختیار ملتا رہے گا مگر ایک مرتبہ عورت طلاق واقع کرلے یا اور کسی طرح علیحدگی ہو جاوے تو اُسکے بعد دوبارہ نکاح ہونے پر خلاف شرط کے وقوع سے اختیار حاصل نہ ہوگا۔

جزو دوم

باب

فسخ نکاح

مقدمہ

نکاح ہو جانے کے بعد جو مشکلات عورتوں کو شوہر کی طرف سے پیش آتی ہیں اور جن میں ابتلاء عام اور ضرر شدید ہے وہ چند ہیں۔

ایک یہ کہ خاوند نامردی وغیرہ کی وجہ سے عورت کے قابل نہ ہو جسکو اصطلاح فقہ میں عنین کہتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ مرد مجنون ہو۔ **تیسرے یہ کہ** مفقود ولاپتہ ہو جائے۔

چوتھے یہ کہ موجود ہے اور نان نفقہ دینے پر قدرت بھی ہے مگر ظلم کرتا ہے نہ نان نفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق۔

ع اس جگہ اصطلاحی فسخ مراد نہیں بلکہ "تفریق بین الزوجین" مراد ہے خواہ فسخ اصطلاحی ہو خواہ طلاق خواہ حکم بالموت بغرض تفہیم عوام یہ عنوان اختیار کیا گیا۔ ۱۲ منہ

پانچویں یہ کہ لاپتہ تو نہیں مگر بیوی بچوں کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا گیا نہ نان نفقہ وغیرہ کا کچھ انتظام کرتا ہے نہ خود آتا ہے نہ اُن کو اپنے پاس بلاتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔

اُن سب صورتوں میں عورت کی رہائی کے لئے شرعی صورتیں جدا جدا ہیں جن کو بالتفصیل لکھا جائے گا لیکن ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ اس رہائی میں عورت یا اُس کے اولیاء خود مختار نہیں بلکہ قضائے قاضی شرط ہے یعنی ضروری ہے۔ کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی کی عدالت میں دائر کرے اور قاضی باقاعدہ شرعی تحقیق کے بعد تفریق وغیرہ کا حکم کرے، مگر ہندوستان میں بحالت موجودہ چونکہ عموماً قاضی شرعی کا وجود نہیں اس لئے اُس کی شرعی تدبیر بتلانا سب سے مقدم ہے۔

صورت قضائے قاضی در ہندوستان

ہندوستان کی جن ریاستوں میں قاضی شرعی موجود ہیں وہاں تو معاملہ سہل ہے لیکن گورنمنٹی علاقوں میں جہاں یہ صورت نہیں اُن میں وہ حکام جج وغیرہ جو لوگ گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور شرعی قاعدہ کے موافق فیصلہ کریں تو اُنکا حکم بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے، اور اگر مسلمان نہ ہوں تو اُنکا فیصلہ کالعدم ہے۔ حتی کہ اگر کوئی ججوں یا ممبروں وغیرہ کی کمیٹی فیصلہ کرے تو اُن سب کا مسلمان ہونا شرط ہے اگر ایک جج یا ممبر وغیرہ بھی غیر مسلم ہو تو شرعاً فیصلہ معتبر نہیں۔

اور اگر کسی جگہ حاکم مسلمان موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ لیجانیکا قانوناً اختیار نہ ہو۔ یا مسلمان حاکم قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو اس صورت میں مذہب حنفی کے مطابق عورت کی علیحدگی کیلئے بجز خاوند کی طلاق یا خلع کے کوئی صورت نہیں، لیکن اگر خاوند طلاق اور خلع پر بھی کسی طرح راضی نہ ہو یا مفقود یا مجنوں یا نابالغ ہونے کی وجہ سے اُس سے طلاق و خلع نہ ہو سکے تو اُس وقت مذہب امام مالک کے موافق جس کا اختیار کرنا بضرورت شدیدہ حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے مسلمانوں کی جماعت کا حکم بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جائے گا۔ اور اُس کی صورت یہ ہے کہ محلہ یا بستی کے دیندار (اور با اثر) مسلمانوں کی ایک جماعت کیسامنے جن کا عدد کم از کم تین ہو اپنا معاملہ پیش کیا جائے اور وہ جماعت واقعہ کی تحقیق کر کے شریعت کے موافق حکم کر دے۔

جماعت مسلمین کی شرائط

اس جماعت کو قاضی کے قائم مقام کرنے کیلئے چند شرائط ہیں جس جماعت میں یہ شرطیں

موجود نہ ہوں وہ شرعاً معتبر نہ ہوگی۔

(۱) کم از کم تین آدمیوں کی جماعت ہو ایک یا دو آدمی فیصلہ کریں تو وہ معتبر نہیں۔

(۲) اس جماعت کے سب ارکان کا عادل ہونا شرط ہے، اور عادل وہ شخص ہے جو تمام کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو اور اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہو تو فوراً توبہ کر لیتا ہو، لہذا سود خوار اور رشوت لینے والا، ڈاڑھی منڈانے والا، جھوٹ بولنے والا، اور بے نماز، اس جماعت کا رکن نہیں بن سکتا۔ (اگر بدقسمتی سے کسی جگہ کے با اثر لوگ دیندار نہ ہوں تو یہ تدبیر کر لیجائے کہ وہ با اثر اشخاص چند دینداروں کو اختیار دیدیں تاکہ شرعاً فیصلہ کی نسبت دیندار جماعت کی طرف ہو اور اُن با اثر اشخاص کو کوشش کا صواب حاصل ہو جائے۔

(۳) فیصلہ میں علماء کی شرکت لازم اور شرط ہے صرف عوام کی جماعت کا فیصلہ حکم قاضی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اس لئے اولاً تو یہ چاہئے کہ جماعت کے سب ارکان اہل علم ہوں اور اگر یہ میسر نہ ہو تو کم از کم ایک معاملہ فہم عالم کو ضرور جماعت کا رکن بنائیں اور دوسرے ارکان معاملہ کے تمام پہلوؤں کو اُن عالم صاحب سے خوب سمجھکر رائے قائم کریں۔ اور اگر کسی جگہ یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر یہ لازم ہے کہ جماعت کے ارکان معاملہ کی روداد مکمل کر کے علمائے محققین سے ہر ہر جزئی کا حکم دریافت کریں اور جو اُن کا فتوے ہو اُس کے موافق فیصلہ کیا جاوے اگر ایسا نہ کیا بلکہ عوام نے محض اپنی رائے سے فیصلہ کر دیا تو وہ حکم نافذ نہ ہوگا اور فیصلہ بالکل بے کار و غیر معتبر رہے گا اگرچہ وہ فیصلہ شریعت کے موافق بھی ہو۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ جماعت مسلمین کے سب ارکان متفقہ فیصلہ دیں اگر رائے مختلف ہے اور کثرت رائے کی بناء پر فیصلہ کرنا چاہیں تو وہ فیصلہ معتبر نہ ہوگا، پس اگر ارکان میں اختلاف ہو تو مقدمہ خارج کر دیا جائے۔

فائدہ اگر اختلاف رائے کی وجہ سے کسی درخواست پر تفریق کا حکم نہ ہو سکا تھا تو وہ درخواست ہمیشہ کے لئے مسترد نہ ہو جائے گی بلکہ مستغیثہ کو اختیار رہوگا کہ معاملہ کی حالت بدل جاوے یا ضرورت کی شدت بڑھ جائے تو دوبارہ درخواست پیش کرے۔ اور دوبارہ درخواست دینے پر اگر ارکان کی رائے متفق ہو جائے تو تفریق کر دی جائے۔

اب اُن اسباب کو بیان کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوتا ہے اور اختیار ہونیکی جو شرطیں ہیں وہ سب لکھی جاتی ہیں آجکل اکثر لوگ فسخ نکاح کا اختیار ہونے

میں شرطوں کی خبر نہیں رکھتے اور بلا وجود شرائط نکاح فسخ کرا لیتے ہیں مگر ایسے فسخ کا شرعاً بالکل اعتبار نہیں اور دوسری جگہ جو نکاح کیا جاوے گا دوسرا سر باطل ہوگا۔ اس واسطے ان کا خاص طور پر دہیان رکھنا لازم ہے۔

زوجۂ عنین کا حکم

سوالات

(۱) عنین اصطلاح فقہ میں کس کو کہتے ہیں۔

(۲) زوجۂ عنین کو فسخ نکاح کا اختیار دیا جائے گا یا نہیں۔

(۳) اگر اختیار دیا جائے تو اس کی کیا صورت ہوگی اور اس کیلئے کیا شرائط ہیں۔

(۴) تفریق کے بعد عنین پر پورا مہر واجب ہوگا یا نصف۔ و نیز عورت پر عدت لازم ہوگی یا نہیں

الجواب

(۱) فقہاء کی اصطلاح میں عنین اُس کو کہتے ہیں جو باوجود عضو مخصوص ہونیکے عورت سے جماع کرنے پر قادر نہ ہو۔ خواہ یہ حالت کسی مرض کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا ضعف کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس پر کسی نے جادو کر دیا۔ اور اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ بعض عورتوں سے جماع کرنے پر قادر ہے اور بعض پر نہیں تو جس سے ہم بستری پر قدرت نہ ہو اُس کے حق میں یہ شخص عنین سمجھا جائے گا۔

(۲) زوجۂ عنین کو اپنے خاوند سے تفریق یعنی علیحدگی اختیار کرنے کا شرعاً حق حاصل ہے اور اُسکے وہ شرائط ہیں جو جواب نمبر ۳ مندرجۂ ذیل میں ابھی آتے ہیں۔ بغور ملاحظہ فرماویں۔

(۳) زوجۂ عنین کے لئے تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے قاضی واقعہ کی تحقیق کرے یعنی اول خاوند سے دریافت کرے اگر وہ خود اقرار کرے کہ بیشک میں اس عورت سے ہمبستری پر قادر نہیں ہوا تو اُس کو ایک سال کی مہلت علاج کرنے کے لئے دیدے اور اگر وہ اقرار نہ کرے بلکہ جماع کا دعویٰ کرے تو اُس وقت یہ تفصیل ہے کہ اگر عورت باکرہ ہونیکا دعوے نہ کرتی ہو تب تو مرد سے حلف لیا جاوے گا اور اگر اُس نے حلف کر لیا تو عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہوسکیگا اور اگر شوہر نے حلف سے انکار کر دیا تو اس کو ایک سال کی مہلت بغرض علاج دیدی جاویگی۔ اور اگر

ع۵ اور جس شخص کا عضو مخصوص قطع ہوگیا یا اصل سے ہی بالکل موجود نہ تھا اُس کا حکم آگے آتا ہے ۱۲ منہ

عورت باکرہ ہونے کی مدعی ہو تو قاضی عورتوں سے اسکی بیوی کا معائنہ کرائے ایک عادل تجربہ کار عورت کا معائنہ بھی کافی ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ دو عادل عورتیں معائنہ کریں آگے بعد معائنہ کے دو صورتیں ہیں" ایک صورت یہ کہ" عورتیں یہ بیان کریں کہ یہ عورت باکرہ یعنی کنواری نہیں ہی تب تو خاوند سے اس بات پر حلف لیا جائے کہ اُس نے جماع کیا ہے اگر وہ حلف کرلے تو اُسکا قول معتبر ہو جائیگا اور عورت کو تفریق کا حق باقی نہ رہیگا اور اگر شوہر حلف سے انکار کردے تو تاجیل یعنی ایک سال کی مہلت کا حکم کردیا جائیگا۔ اور دوسری صورت یہ کہ عورتیں یہ بیان کریں کہ ابھی تک یہ لڑکی باکرہ (کنواری) تو پھر قاضی بدون کسی سے حلف لئے ہوئے شوہر عنین کو ایک سال کی مہلت علاج کے لئے دیدے۔ خلاصہ یہ کہ جب کسی دلیل سے متحقق ہو جاوے کہ عورت باکرہ نہیں بلکہ ثیبہ ہے خواہ ثیبہ ہونا اس طرح معلوم ہو کہ وہ بیوہ ہو اور شوہر اول سے اولاد ہو چکی ہو یا خود عورت کے اقرار سے یا عورتوں کے معائنہ سے ان تینوں حالتوں میں مرد کا قول حلف کے ساتھ قبول کرلیا جائیگا کہ وہ ہمبستری کرچکا اور عورت کو علیحدگی کا حق نہ دیا جائے گا۔ اور اگر ان تینوں حالتوں میں مرد حلف سے انکار کردے تو عورت کا دعویٰ درست مان کر مرد کو ایک سال کی مہلت دیدیں۔ اور اگر عورتوں کے معائنہ سے زوجہ کا باکرہ ہونا ثابت ہو تو بدون حلف ہی ایک سال کی مہلت دیدی جاوے۔ اور اس مہلت کے لئے ظاہر الروایۃ میں تو قمری سال کا اعتبار کیا گیا ہے لیکن روایت حسن میں شمسی سال کو لیا ہے اور بعض اصحاب ترجیح نے احتیاطاً اُسی کو اختیار کیا ہے اور عموماً متاخرین نے اُسی پر فتوے دیا ہے اور اب بھی عام اہل فتویٰ کا یہی معمول ہے اور یہ سال حاکم کی مہلت دینے کے وقت سے شروع سمجھا جائیگا اس سے پہلے خواہ کتنی ہی مدت گذر گئی ہو معتبر نہ ہوگی۔ پھر اس سال بھر کے عرصہ میں اگر شوہر کسی طرح علاج کرکے تندرست اور جماع پر قادر ہو گیا اور ایک مرتبہ بھی ہمبستری کرلی تو عورت کو فسخ نکاح کا حق نہ رہا بلکہ ہمیشہ کے لئے حق باطل ہو چکا اب کبھی علیحدگی کا مطالبہ نہیں کرسکتی اور اگر اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی جماع نہ کرسکا تو عورت کے دوبارہ درخواست کرنے پر قاضی تحقیق کرے اگر خود شوہر نے اقرار کرلیا کہ بے شک میں قادر نہیں ہوا تب تو عورت کا دعویٰ بلا غبار صحیح ہو گیا اس صورت میں قاضی عورت کو اختیار دیدے کہ اگر علیحدگی درکار ہے تو طلب کرو ورنہ اپنے خاوند کی ساتھ رہنے کو گوارا کرو اس پر اگر وہ اُسی مجلس میں علیحدگی چاہے تو خاوند سے طلاق دلوا دی جائے

ع اس کو احتیاط کہنا اس وقت ہے جب کہ قاضی فیصلہ کرنے والا ہو۔ اور اگر نہایت فیصلہ کرے تو مالکیہ کا مذہب لینا لازم ہے اور اُن کا مذہب یہ ہے کہ دو عورتوں کا معائنہ ضروری ہے ایک عورت کافی نہیں ہے ۱۲ منہ

اگر وہ انکار کرے تو قاضی تفریق کردے جیسا کہ آئندہ عنقریب آوے گا۔ اور اگر خاوند اقرار نہ کرے بلکہ عنین ہو چکنے کا دعوے کرے تو اس وقت یہ تفصیل ہے کہ مہلت دینے کے وقت اگر عورت کا ثیبہ ہونا ثابت ہو چکا تھا یا اب عورت اقرار کرے کہ کسی طرح بکارت زائل ہو چکی ہے مگر ہمبستری نہیں ہوئی تب تو خاوند سے حلف لیا جائے اگر وہ قسمیہ کہدے کہ میں نے اس عورت سے جماع کیا ہے تو مرد کا قول معتبر ہوگا اور تفریق نہ ہو سکے گی اور اگر شوہر نے اُس وقت بھی حلف سے انکار کر دیا تو عورت کو طلب فرقت کا اختیار دیدیا جاوے گا اور اگر مہلت دینے کے وقت معائنہ سے باکرہ ہونا ثابت ہوا تھا اور اب دوبارہ معائنہ میں بھی باکرہ ہونے کی تصدیق ہو تب بھی بدون عورت سے حلف حلف لئے ہوئے قاضی عورت کو اختیار دیدے کہ اپنے خاوند کے نکاح میں رہے یا تفریق کا مطالبہ کرے۔ اور جن صورتوں میں قاضی عورت کو اختیار دے چکا اُن میں حکم یہ ہے کہ اگر عورت اُسی مجلس میں تفریق چاہے تب تو تفریق ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔ پس اگر عورت نے اُسی مجلس تخییر میں یہ کہدیا کہ میں اس شوہر سے علیحدہ ہونا چاہتی ہوں تو قاضی اُس کے شوہر سے کہے کہ اس عورت کو طلاق دیدو اس پر اگر خاوند نے طلاق دے دیا تو طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور اگر وہ طلاق دینے سے انکار کرے تو قاضی خود تفریق کردے یعنی مثلاً یہ کہدے کہ میں نے تجھ کو اس کے نکاح سے الگ کر دیا یہ تفریق بھی شرعاً قائم مقام طلاق بائنہ کے ہو جاوے گی۔

شرائط تفریق

زوجہ عنین کو اپنے شوہر سے علیحدگی کا اختیار چند شرائط کی ساتھ حاصل ہو سکتا ہے وہ شرائط یہ ہیں۔

اوّل یہ کہ نکاح سے پیشتر عورت کو اُس شخص کے عنین ہونے کا علم نہ ہو پس اگر اُس وقت علم تھا اور باوجود معلوم ہونے کے نکاح کیا ہے تو اب اُس کو تفریق کا حق نہیں مل سکتا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو اور اگر ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع کر چکا ہے اور پھر عنین ہو گیا تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوگا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے اس وقت سے عورت نے اُس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو مثلاً یہ نہ کہا ہو کہ جیسا بھی ہے اب تو میں اسی کیساتھ بسر کروں گی کیونکہ اگر وہ اپنی رضا کی تصریح کر چکی ہو تو پھر اُس کو مطالبہ تفریق کا حق نہیں رہتا۔ ہاں محض سکوت سے اس جگہ رضا نہ سمجھی جائے گی۔

عہ یعنی زبان سے کہدیا ہو خواہ تنہائی میں یا کسی کے سامنے تاجیل سے پیشتر یا بعد از تاجیل ۱۲ منہ

عہ بلکہ تقبیل و مضاجعت وغیرہ افعال بھی موجب رضا نہیں ۱۲ منہ

چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گذرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اُسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے پس اگر اسی مجلس میں اُس نے اپنے خاوند کے ساتھ رہنا پسند کرلیا یا اس قدر سکوت کیا کہ مجلس برخاست ہوگئی خواہ اس طرح کہ یہ عورت مجلس سے کھڑی ہوگئی یا اس طرح کہ قاضی مجلس سے اٹھ گیا تو اس کا اختیار باطل ہوگیا ایک طرح تفریق نہیں ہوسکتی ونیز مجلس برخواست ہونے اور عورت کے اٹھ جانیکے علاوہ اور صورتیں بھی ایسی ہیں جس سے مجلس بدل جاتی ہے اور اختیار باطل ہوجاتا ہے۔ مثلاً کوئی دوسری گفتگو کرنے لگی یا نماز پڑھنے لگی۔ وغیر ذلک

پانچویں شرط عنین کو سال بھر کی مہلت دینا اور سال گذرنے پر عورت کو اختیار دینا اور بعد ازاں اگر خاوند طلاق سے انکار کرے تو تفریق کردینا وغیرہ یہ سب امور جن کا اوپر مفصل ذکر ہوچکا حکم قاضی کے محتاج ہیں بدون حکم قاضی کے از خود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں۔ اور جس جگہ قاضی نہ ہو اُس کا مفصل حکم اس جزو دوم کے مقدمہ میں گذر چکا وہاں دیکھ لیا جائے۔

جواب سوال (نمبر ۴) بوجہ خلوت صحیحہ شوہر عنین پر پورا مہر واجب ہوچکا تھا وہ تفریق کے بعد بھی ادا کرنا لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے۔

فائدہ عنین کو ایک سال کی مہلت دینے کا حکم جو اوپر بیان کیا گیا صرف اُس شخص کیلئے ہے جس کو عرفاً عنین کہتے ہیں لیکن وہ شخص کہ جس کا عضو تناسل قطع ہوگیا ہو جس کو اصطلاح میں مجبوب کہتے ہیں اور اسی طرح وہ شخص جس کا عضو تناسل خلقتاً بہت کم مثل نہ ہونیکے ہو اس کو سال بھر کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ پہلے ہی درخواست پر مجبوب وغیرہ ہونے کی تحقیق کرکے عورت کو اختیار دیدیا جائے گا۔

تتمۃ الفائدۃ

اگر عورت دعویٰ کرے کہ میرا شوہر مجبوب وغیرہ ہے اور مرد اس سے انکار کرے اور بدون معائنہ کے اس کا فیصلہ نہ ہوسکے تو معائنہ بھی جائز ہے پس قاضی کسی معتبر شخص کو کہدے کہ معائنہ کرکے بتلاؤ کہ عورت سچ کہتی ہے یا مرد سچا ہے۔

ہدایت یہ مختصر بیان بقدر ضرورت لکھا گیا ہے اس کے سوا اور بھی بہت سی جزئیات ہیں جو کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔ بوقت ضرورت علمائے اہل فتوے سے دریافت کرلیا جائے +

زوجۂ مجنوں کا حکم

سوالات

(۱) کیا زوجۂ مجنوں کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ تفریق کا مطالبہ کرے اور مجنوں کی زوجیت سے نکل جائے۔
(۲) اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے اور کیا شرائط ہیں۔
(۳) اور تفریق کے بعد مہر اور عدالت کا کیا حکم ہے۔

الجواب

(۱) جنون کی دو صورتیں ہیں۔
ایک یہ کہ عقد نکاح کے وقت جنون موجود ہو اور بے خبری میں نکاح ہو جائے۔
دوسری یہ کہ عقد کے وقت جنون نہ تھا مگر نکاح کے بعد لاحق ہو گیا۔ خواہ ہمبستری سے پہلے ہو گیا ہو یا بعد میں۔

ان دونوں صورتوں میں تفریق کا اختیار عورت کو اُن شرائط کیساتھ حاصل ہو جاتا ہے جو جواب نمبر ۲ میں ابھی آتی ہے۔ مگر پہلی صورت یعنی موجود وقت العقد میں امام محمدؒ کے نزدیک بھی اختیار ہے اور مالکیہ کے نزدیک بھی اور دوسری صورت یعنی حادث بعد العقد میں صرف مالکیہ کے نزدیک اختیار ہوگا، اس لئے دوسری صورت میں بغیر ضرورت شدیدہ کے نکاح فسخ نہ کیا جائے۔

(۲) تفریق کی صورت یہ ہے کہ مجنوں کی عورت قاضی کی عدالت میں درخواست دے اور خاوند کا خطرناک جنون ثابت کرے، قاضی واقع کی تحقیق کرے اگر صحیح ثابت ہو تو مجنوں[عہ] کو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دیدے اور بعد اختتام سال اگر زوجہ پھر درخواست کرے اور شوہر کا جنون اب تک موجود ہو تو عورت کو اختیار دیدیا جائے، اس پر اگر عورت اُسی مجلس میں فرقت طلب کرے جس میں اُس کو اختیار دیا گیا ہے تو قاضی تفریق کر دے۔ اور یہ تفریق اگر اُس جنون کی وجہ سے

عہ کیونکہ معمولی جنون میں خیار فسخ نہیں ہے بلکہ ایسا جنون شرط ہے جس کی وجہ سے اندیشہ ہو اور ناقابل برداشت ایذا پہونچتی ہو ۱۲ منہ عہ مگر خود مجنوں کو حکم سنانا کافی نہیں بلکہ اگر اُس کا ولی ہو تو ولی جواب دہی کرے گا اور اور ولی ہی کو حکم مہلت کا اور انقضائے مدت کے بعد تفریق کا سنایا جائے گا اور اگر ولی نہ ہو تو قاضی کسی شخص کو مجنوں کی طرف سے جواب دہی کے لئے اُس کا مختار بنا دے ۱۲ منہ

کی گئی ہے جو عقد نکاح کے وقت موجود تھا تب تو طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے اور اگر حادث بعد العقد کی وجہ سے کی گئی ہے تو اُس میں طلاق ہونے کا احتمال ہے علمائے مالکیہ سے تحقیق کی جاوے اور جب تک تحقیق نہ ہو اُس وقت تک طلاق قرار دینا چاہیئے کہ اس میں احتیاط ہے۔

تفریق کا حق

اور زوجۂ مجنوں کو خیار فسخ حاصل ہونیکے لئے مندرجۂ ذیل شرطیں ہیں اگر یہ شرطیں نہ پائی جاویں تو تفریق کا حق نہیں اس لئے ان کو غور سے سمجھ لینا لازم ہے۔

(الف) ایک شرط یہ ہے کہ عورت کی طرف سے رضامندی نہ پائی جاوے۔ پس اگر نکاح سے پہلے جنون کا پتہ تھا اور اسکے باوجود نکاح کیا گیا تو خیار فسخ حاصل نہیں ہوتا۔ اور اگر نکاح کے بعد جنوں ہوا ہو تو یہ شرط ہے کہ جنوں کی خبر ہونے کے بعد اس کے نکاح میں رہنے پر رضامندی ظاہر نہ کی ہو اگر ایک مرتبہ بھی رضامندی ظاہر کر چکی تو خیار فسخ باطل ہو گیا۔

(ب) دوسری شرط یہ ہے کہ جنوں کا پتہ لگنے کے بعد اپنے اختیار سے عورت نے جماع یا دواعی جماع کا موقع نہ دیا ہو البتہ اگر مجنون نے بجبر و اکراہ ہمبستری وغیرہ کر لی تو اس سے خیار ساقط نہیں ہوتا۔

فائدہ متعلقہ ہر دو شرط اگر رضامندی کا اظہار یا جماع وغیرہ کا موقع دینا ایسے جنوں کے بعد پایا جاوے جو موجب خیار ہے تب تو خیار نہ رہے گا لیکن اگر معمولی جنوں کی حالت میں نکاح کر لیا یا معمولی جنوں پر نکاح میں رہنے کو منظور کر لیا تھا۔ یا ہمبستری وغیرہ کا موقع دیا تھا اور بعد میں جنوں بڑھ گیا تو اُس رضا و تمکین سے خیار فسخ ساقط نہ ہوگا مگر اس گنجائش سے نفع حاصل کرنے میں کامل دیانت اور سخت احتیاط سے کام لینا لازم ہے۔

(ج) زوجۂ عنین کی طرح زوجۂ مجنون بھی اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے میں خود مختار نہیں بلکہ قضائی قاضی شرط ہے اور جس علاقہ میں قاضی موجود نہ ہو وہاں مسلمان حاکم سے استغاثہ کیا جاوے بشرطیکہ اس کو حکومت کی طرف سے ایسے معاملات کے تصفیہ کا حق دیا گیا ہو اور شرعی طریق پر فیصلہ کرتا ہو ورنہ جماعت مسلمین سے درخواست کی جاوے جس کی شرطیں مقدمہ میں گذر چکی ہیں اُن کو ضرور دیکھ لیں۔

(د) جب مہلت کا سال گذر جانے کے بعد دوبارہ درخواست پر قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت کو فرقت کا اختیار اُسی مجلس تک رہتا ہے۔ اگر مجلس برخاست ہو گئی یا عورت از خود یا کسی کے اٹھانے سے اٹھ گئی یا اور کسی طرح مجلس[عہ] بدل گئی تو خیار فسخ باطل ہو گیا۔

عہ تبدیل مجلس کا بیان عنین کے بیان میں گذر چکا ہے اس کو دیکھ لیا جاوے ۱۲ منہ

(۳) مہر اور عدت کا یہ حکم ہے کہ اگر خلوت صحیحہ سے قبل نکاح فسخ ہو گیا ہے تب تو مہر بالکل ساقط ہو جاوے گا، اور عدالت کی بھی ضرورت نہیں اور اگر عیب جنون معلوم ہونے سے قبل خلوت صحیحہ ہو چکی تھی بعد ازاں جنون کا پتہ لگنے پر فسخ نکاح کی نوبت آئی ہے تو پورا مہر لازم رہے گا اور عدت بھی واجب ہو گی۔

فائدہ زوجہ مجنوں کا نکاح فسخ ہونے کے لئے جو شرائط اوپر مذکور ہوئے ہیں اگر کسی جگہ وہ شرائط موجود نہ ہوں تو جنون کی وجہ سے تفریق نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر یہ مجنون آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ رکھتا ہو اور نہ اُس کو کسب معاش پر قدرت ہو اور زوجہ کے لئے نفقہ کی کوئی دوسری سبیل بھی نہیں تو ایسی صورت میں مفتی کے لئے عورت کے اضطرار کی پوری تحقیق ہو جانے اور چند علماء سے مشورہ کے بعد اس فتوے کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کی بنا پر عدم نفقہ کی وجہ سے قاضی یا اُس کا قائم مقام ان دونوں میں تفریق کر دے اور یہ تفریق طلاق رجعی کے حکم میں ہو گی۔

لیکن اس میں کامل تدبر سے کام لے کر مذہب مالکیہ کی تمام شرائط کی پابندی ضروری ہے جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ عدم نفقہ کی وجہ سے فسخ نکاح اُس وقت ہو سکتا ہے جب کہ عقد نکاح سے پہلے اُس کو خاوند کے فقیر و نادار ہونے کا علم نہ ہو۔ ورنہ اگر ناداری کا علم ہوتے ہوئے عقد نکاح کیا گیا ہے تو اب بوجہ عدم نفقہ کے بھی اُس کو مطالبہ تفریق کا حق نہ ہو گا۔ اور باقی شرائط اس مسئلہ کی بوقت ضرورت کتب مالکیہ کی مراجعت سے معلوم ہو سکتی ہیں جن کے نام اصل رسالہ کے دیباچہ میں مذکور ہیں۔

زوجہ مفقود کا حکم

عوام بلکہ بعض خواص بھی یہ سن کر یا دیکھ کر مفقود کی بیوی کو امام مالکؒ چار سال کے بعد دوسری جگہ نکاح کی اجازت دیتے ہیں۔ زوجہ مفقود کے معاملہ کو بہت ہی سہل سمجھ بیٹھے ہیں مگر در اصل امام مالکؒ کے مذہب میں اس کے لئے چند شروط و قیود ہیں جن کا لحاظ ضروری ہے بدون ان شرطوں کی رعایت کے کسی کے نزدیک بھی دوسری جگہ اُس کا نکاح حلال نہیں ہو سکتا۔

لیکن اوّل تو یہاں فقہ مالکی کی کتابیں کم ہیں دوسرے مالکی مذہب کے علماء نہیں

اس واسطے اس کی ضرورت ہوئی کہ علماء مالکیہ سے اس مسئلہ کو مفصل تحقیق کر کے شائع کیا جائے تاکہ علمی اور عملی غلطیاں دور ہوں۔

اِس بناء پر مدینہ منورہ کے علماء مالکیہ سے چند بار سوال کر کے اس مسئلہ کو خوب منقح کیا گیا اُن سب سوالوں کو مع جوابات ذیل میں درج کیا جاتا ہے، ضرورت کے وقت اس تفصیل کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔

سوالات

(اوّل) جو شخص مفقود الخبر (لاپتہ) ہو اور باوجود تحقیق و تفتیش کے اُس کا حال معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا، کیا اس کی زوجہ کے لئے حق ہے کہ وہ کسی طرح اپنے کو اُس کی زوجیت سے نکال کر دوسرا نکاح کر سکے۔ اگر یہ حق ہے تو کیا اُس کو کچھ مدت انتظار کرنے کی ضرورت ہے یا بلا مہلت اُس کو اختیار دیدیا جائے گا۔

(دوم) اگر مہلت دی جاوے گی تو اُس کی ابتدا کب سے شمار ہوگی مرافعہ اور مخاصمہ کے وقت سے یا گم ہونے کے وقت سے یا حکم حاکم کے بعد سے۔

(سوم) کیا زوجۂ مفقود فسخ نکاح[ع] میں خود مختار ہے یا قضائے قاضی شرط ہے۔ اور صورت فسخ کیا ہوگی۔

(چہارم) اگر قضائے قاضی شرط ہے تو کیا قاضی پر بھی یہ بات لازم ہے کہ پہلے مفقود کی خود تفتیش و تلاش کرے جب اُس کو مایوسی ہو جائے اُس وقت زوجہ کو کوئی مہلت وغیرہ دے یا عورت اور اُس کے اولیاء کا تلاش کر لینا کافی ہے۔

پنجم جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے ہندوستان وغیرہ وہاں اس کی کیا صورت کی جائے۔

ششم۔ مفقود کا حکم "دار الحرب" اور "دار الاسلام" میں یکساں ہے یا مختلف۔ اگر مختلف ہے تو پھر ہندوستان جیسے ممالک جن میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں وہ دار الاسلام سمجھے جاویں گے۔ یا دار الحرب۔ (اعینونا اعانکم اللہ تعالیٰ)۔

ع فسخ نکاح سے اس جگہ فسخ اصطلاحی مراد نہیں بلکہ محاورات اردو کے موافق فسخ کا لفظ اختیار کیا گیا اور بغرض تفہیم عوام اس رسالہ کے اکثر مواقع میں لفظ فسخ ہی کا اطلاق کیا گیا ہے ۱۲ منہ

جوابات

جواب سوال اوّل) زوجۂ مفقود کے لئے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے کی دارالاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مرافعہ کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہادت بالتسامع بھی کافی ہے یعنی شہرت عام کی بنا پر بھی شہادت دیجا سکتی ہے اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود ولاپتہ ہونا ثابت کرے، بعد ازاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش اور تلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود کا کچھ پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جاوے گا اور نیز ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔

اور اب چار سال گذرنے کے بعد دوبارہ قاضی کی عدالت میں درخواست دینا اور عدت وفات کے لئے حکم حاصل کرنا مالکیہ کے نزدیک ضروری نہیں بلکہ قضائی قاضی صرف اوّل بار بوقت تاجیل ضروری ہے مگر احتیاط اس میں ہے کہ جب وہ چار سال جو قاضی نے مقرر کئے تھے ختم ہو چکیں تو دوبارہ درخواست دیکر قاضی سے حکم بالموت بھی حاصل کر لیا جائے تاکہ مذہب حنفیہ کی حتی الوسع رعایت ہو جاوے لیکن جس جگہ قاضی وغیرہ کی طرف دوبارہ مرافعہ زیادہ دشوار ہو وہاں بغیر مرافعہ ثانی کے ہی عمل کر لینے میں بھی مضائقہ نہیں۔

یہ حکم مذکور تو دارالاسلام میں تھا اور دارالحرب میں زوجۂ مفقود کا بمہور مالکیہ کے نزدیک تو وہی حکم ہے جو حنفیہ کے نزدیک ہے یعنی جب تک اُس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اس وقت تک اُس کی بیوی کے لئے اُس کے نکاح سے جدا ہونے اور دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں مگر اشہب رح نے (جو امام مالک رح کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں۔ اور فقہائے مالکیہ میں بلند پایہ رکھتے ہیں) دارالحرب میں بھی زوجۂ مفقود کا وہی حکم رکھا ہے جو دارالاسلام میں گذر چکا۔

جواب سوال دوم) حاکم جو چار سال کی مدت انتظار کے لئے مقرر کرے گا اُس کی ابتدا اُس وقت سے لے جاویگی جس وقت حاکم خود بھی تفتیش کر کے پتہ چلنے سے مایوس ہو جائے اور قاضی کی عدالت میں پہنچنے اور اُس کی تفتیش سے قبل خواہ کتنی ہی مدت گذر چکی ہو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

جواب سوال سوم۔ زوجۂ مفقود کسی صورت میں اُس کے نکاح سے خارج ہونے میں خود مختار

مفقود کے حکم بالموت کی صورت

دارالحرب میں مفقود کا حکم

چار سال کی مدت حاکم کی تفتیش اور ناامیدی کے بعد ہوگی۔

حکم بالموت کے لئے قضائی قاضی

نہیں بلکہ ہر حال میں قضائے قاضی شرط ہے۔ اور صورت مرافعہ اور فسخ کی سوال اول کے جواب میں گذر چکی ہے۔

جواب سوال چہارم ہاں قاضی پر بھی ضروری ہے کہ صرف عورت اور اس کے اولیاء کی تفتیش اور اُن کے بیان پر اکتفا نہ کرے بلکہ خود بھی تلاش کرائے۔

اور تلاش کرنے کی صورت یہ ہے کہ قاضی اور حاکم کو جہاں جہاں مفقود کے جانے کا غالب گمان ہو وہاں وہاں آدمی بھیجا جائے (اور جس جگہ جانے کا غالب گمان نہ ہو صرف احتمال ہو وہاں اگر خط کو کافی سمجھے تو وہاں خطوط بھیجکر تحقیق کرے۔ اور اگر اخبار میں شائع کر دینے سے خبر ملنے کی امید ہو تو یہ بھی کرے۔ الغرض تفتیش میں پوری کوشش اور جہد بلیغ کرے۔ کما لا یخفیٰ

اور جب تلاش کے بعد پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے اُس وقت مذکورۃ الصدر طریق پر چار سال کے مزید انتظار کا حکم کرے۔

اور تفتیش کے مصارف کی بابت فقہائے مالکیہ میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ عورت کے ذمہ ہے اور بعض نے کہا بیت المال کے ذمہ اور بعض کے نزدیک تفصیل ہے کہ اگر زوجہ کے پاس مال ہو تو مصارف تفتیش اُس کے ذمہ ہونگے ورنہ بیت المال کے ذمہ (اور جس جگہ بیت المال نہ ہو جیسے ہندوستان وغیرہ اگر ان مواقع میں حکومت وقت مصارف برداشت کرے تو بہتر ورنہ مسلمانوں سے چندہ کر لیا جائے)۔

جواب سوال پنجم جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے اسلامی ریاستوں کے علاوہ ہندوستان کے تمام شہروں کا حال ہے تو وہاں وہ حکام جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات کا تصفیہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور فیصلہ شریعت کے موافق کریں تو اُنکا فیصلہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے جیسا کہ اس جزو دوم کے مقدمہ میں مفصل گذر چکا ہے۔ اور اگر مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا اس کی عدالت سے فیصلہ شریعت کے مطابق نہ ہوتا ہو تو پھر مذہب مالکیہ کے موافق دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت پنچایت کر کے حسب بیان مذکور تحقیق کرے اور تحقیق کامل کے بعد شرعی فیصلہ صادر کر دے تو یہ فیصلہ بھی قضائے قاضی کے حکم میں ہو جاوے گا لیکن پنچایت کا اُن شرائط کے موافق ہونا ضروری ہے جو مقدمہ میں گذر چکی ہیں وہاں غور سے دیکھ لیا جائے۔

تتمہ ہذا الجواب اگر زوجہ مفقود ایسی جگہ چلی جاوے جہاں قاضی شرعی یا مسلمان حاکم

تفتیش مفقود کی صورت اور اُس کے مصارف۔

قاضی شرعی نہ ہو تو اُس کا قائم مقام کون ہو سکتا ہے۔

ع اور یہ تفصیل اعدل الاقاویل ہے۔

موجود ہو اور اُس کے پاس مقدمہ دائر کرے تو اُس کا فیصلہ بھی زوجۂ مفقود کے لئے کافی ہے۔ لیکن زوجۂ مجنوں یا زوجۂ عنین تنہا کسی قاضی کے علاقہ میں چلی جائے تو قاضی کا فیصلہ معتبر نہ ہوگا۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ مجنوں و عنین بھی اُس قاضی کے علاقہ میں ہوں۔

(جواب سوال ششم) مفقود کا حکم دارالحرب اور دارالاسلام میں مختلف ہے جیسا کہ سوال اوّل کے جواب میں مفصل گذر چکا مگر علمائے مالکیہ کے فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان و مصر و شام وغیرہ ممالک کہ جن میں باوجود حکومت کافرہ مسلط ہو جانے کے شعائر اسلام ہنوز قایم ہیں۔ اُن سب میں مفقود کا حکم وہی ہے جو دارالاسلام میں ہے بلکہ جس دارالحرب میں شعائر اسلام بھی موجود نہ ہوں مگر وہاں مسلمانوں کو صلح وغیرہ کی وجہ سے آنا جانا اور تفتیش کرنا ممکن ہو تو اُس دارالحرب میں بھی وہی حکم ہے جو دارالاسلام میں پس اصل بناء امر ہاں تفتیش ہے۔

اس لئے ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں جو علماء کا اختلاف ہے اس کا اس مسئلہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ اور زوجۂ مفقود کو اُن ممالک میں چار سال کی مہلت کے بعد عدت وفات گذار کر نکاح ثانی کا اختیار دیدیا جائے گا۔

واپسی مفقود کے احکام

سوالات

(۱) اگر مفقود بعد حکم بالموت یا بعد نکاح ثانی قبل صحبت واپس آجائے یا دوسرے خاوند سے صحبت وغیرہ ہو چکنے کے بعد واپس آجائے تو مفقود کو عورت ملے گی یا نہیں اور سب صورتوں کا ایک ہی حکم ہے یا مختلف

(۲) دوسرے خاوند سے صرف نکاح یا نکاح اور صحبت دونوں ہو جانے کے بعد مفقود کے واپس آنے پر اگر زوجہ اُس کو مل جاتی ہو تو اُس کے متعلق چند سوالات مفصلہ ذیل ہیں۔

(الف) کیا پہلے خاوند کو تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی یا ویسے ہی پہلا نکاح قائم سمجھا جائے گا۔

(ب) درصورت تجدید نکاح تجدید مہر کی بھی ضرورت ہوگی یا نہیں۔

ع۵ اگر کوئی شبہ کرے کہ مفقود الغیب جس جگہ کا باشندہ ہے وہاں کے قاضی کی ولایت اس وقت تو اس پر ثابت نہیں ہے مگر پیشتر اُس پر ولایت تھی اس واسطے ولایت اصلیہ کی بناء پر وہاں کے قاضی کی قضاء نافذ ہو سکتی ہے اور جس قاضی کی ولایت میں اول ہی سے نہ تھا اس کی قضا نافذ نہ ہونا چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نفاذ قضا کے لئے ولایت حال شرط ہے ولایت سابقہ معتبر نہیں پس سب جگہ کے قاضی مفقود کے بارہ میں یکساں شمار ہونگے ۱۲ منہ

(ج) اس صورت میں دوسرے خاوند کی عدت بھی واجب ہوگی یا نہیں۔ اور اگر واجب ہوگی تو کتنے ایام اور یہ عدت شوہر ثانی کے مکان پر گذاری جائے گی یا شوہر اوّل کے۔

(د) دوسرے شوہر کے ذمہ جو مہر تھا اُس کا ادا کرنا واجب رہے گا یا نہیں۔

(ہ) اگر زوج ثانی سے اولاد ہو چکی ہو یا تفریق کے بعد زمانۂ عدت میں ہو جاوے تو اس اولاد کا نسب کس سے ثابت ہوگا پہلے خاوند سے یا دوسرے سے۔

الجواب

(ا) وہ مفقود جس پر مرافعہ اور تفتیش کے بعد چار سال تک انتظار کر کے قاضی نے موت کا حکم کر دیا ہے، اگر حکم بالموت کے بعد واپس آجائے تو اُس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ شوہر ثانی کے ساتھ خلوت صحیحہ ہونے سے پہلے پہلے آجاوے خواہ عدت وفات کے اندر یا بعد اور خواہ نکاح ثانی سے پہلے یا بعد

دوسری صورت یہ کہ ایسے وقت واپس آئے جب کہ عدت وفات گذارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کر چکی اور خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ہو۔

ان میں سے پہلی صورت کا حکم بالاتفاق یہ ہے کہ زوجہ شوہر اوّل ہی کے نکاح میں بدستور سابق رہے گی دوسرے خاوند کے پاس نہیں رہ سکتی۔

اور دوسری صورت میں مالکیہ کا تو مشہور مذہب[ع] یہی ہے کہ زوجہ دوسرے خاوند کے پاس رہیگی شوہر اوّل کا اب اُس سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ لیکن امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مذہب اس بارہ میں یہ ہے کہ اگر مفقود حکم بالموت کے بعد بھی واپس آجاوے تو اُس کی عورت ہر حال میں اُسی کو ملے گی۔ خواہ عدت وفات کے اندر آجاوے یا بعد انقضائے عدت اور خواہ نکاح ثانی اور خلوت وصحبت کے بعد آئے یا پہلے، اور حنفی کے لئے غیر حنفیہ کے مذہب پر فتویٰ دینا سخت ضرورت کے وقت جائز ہے جیسے تاجیل زوجہ مفقود وغیرہ کی صورتیں۔ لیکن واپسی مفقود کی صورت میں دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں لہذا صورت ثانیہ میں بھی یعنی جبکہ واپسی مفقود سے قبل شوہر

ع ایک ضروری بات قابل تنبیہ یہ ہے کہ مالکیہ کے مذہب مشہور میں بھی زوج ثانی سے ہم بستری کے بعد شوہر اوّل کا حق فوت ہو جانے کی ایک شرط ہے وہ یہ کہ دوسرے خاوند کو اس بات کی خبر نہ ہو کہ اس عورت کا خاوند لاپتہ ہے اور اگر خبر ہو کہ اس کا خاوند لاپتہ ہے تو پھر شوہر ثانی کے دخول اور ہمبستری کے بعد واپس آنے پر بھی شوہر اوّل کا نکاح باقی رکھا جائے گا اور اُسی کو مل جاوے گی ۱۲ منہ

ثانی خلوت صحیحہ بھی کر چکا ہو تب بھی زوجہ اپنے سابق خاوند ہی کے نکاح میں رہے گی۔ شوہر ثانی کے پاس رہنا جائز نہیں کیونکہ شوہر اول کی واپسی سے نکاح ثانی باطل قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

(۲) اس سوال کے پانچ اجزاء ہیں سب کا جواب نمبروار درج ذیل ہیں۔

(الف) پہلا نکاح قایم رہے گا تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، اگرچہ دوسرے خاوند سے صحبت بھی ہو چکی ہو

(ب) ظاہر ہے کہ جب تجدید نکاح نہیں تو پھر تجدید مہر کہاں۔

(ج) دوسرے شوہر کی عدت گذارنا واجب ہے جب تک عدت ختم نہ ہو اس وقت تک شوہر اول کو اس کے پاس جانا ہرگز جائز نہیں بلکہ پوری احتیاط لازم ہے اور عدت میں جو تفصیل دوسرے مواقع میں ہے وہ یہاں بھی ہوگی یعنی اگر حاملہ ہے تو وضع حمل ورنہ تین حیض۔ باقی رہا یہ سوال کہ زمانہ عدت کہاں گذارے سو اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر اول کے ہاں گذارے گی۔

(د) اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر جو بوقت نکاح مقرر کیا گیا تھا ادا کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر خلوت صحیحہ نہ ہوئی تو اس صورت میں مہر کا حکم صراحۃً نظر سے نہیں گذرا مگر قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں مہر بالکل نہ ملے گا۔

(ہ) اس اولاد کا نسب دوسرے خاوند سے ثابت ہوگا۔

فائدہ زوجہ مفقود کے لئے چار سال کے مزید انتظار کا حکم اس صورت میں تو بالاتفاق ضروری ہے جب کہ عورت اتنی مدت تک صبر و تحمل اور عفت کے ساتھ گذار سکے لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت اندیشہ ابتلاء ظاہر کرے اور اس نے ایک عرصہ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اس حالت میں درخواست دی ہو جب کہ صبر سے عاجز ہو گئی تو اس صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی میعاد میں تخفیف کر دی جاوے کیونکہ جب عورت کے ابتلاء کا شدید اندیشہ ہو تو ان کے نزدیک کم از کم ایک سال صبر کے بعد تفریق جائز ہے۔

ایک سال انتظار کے بعد زوجہ مفقود کے لئے ایک مزید مدت

ملہ اور عرصہ دراز کی تعیین حاکم کی رائے پر ہے یعنی قاضی یا جماعت مسلمین وغیرہ کو خاص حالات میں غور کر کے قرار دیں کہ مقدمہ پیش ہونے سے پیشتر اس نے کافی انتظار کیا ہے یا نہیں اگر معمولی انتظار کے بعد مقدمہ دائر کر دیا ہو تب تو احکام گذشتہ کے موافق چار سال مزید انتظار کا حکم دیا جائے اور اگر کافی انتظار کر کے مقدمہ پیش کیا ہے تو اس گنجائش کے موافق فیصلہ کی اجازت ہے ۱۲ منہ

ملہ لیکن یہ بات کہ یہ سال غائب ہونے کے وقت سے شروع سمجھا جائے گا یا مرافعہ الی القاضی کے وقت سے اس کی تصریح فتاوی مالکیہ میں نہیں ہے اور جس قدر کتب مالکیہ یہاں موجود ہیں ان میں بھی دستیاب نہیں ہوئی اور ظاہر ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ مرافعہ کے بعد سے سال انتظار شمار ہوگا ۱۲ منہ

مگر علمائے سہارنپور دونوں صورتوں میں چار ہی سال کی مدت مزید انتظار کو شرط فرماتے ہیں۔ اور ایسا کرنا ظاہر ہے کہ زیادہ احتیاط کی بات ہے لیکن جہاں قرائن قویہ سے اندیشہ قوی ابتلاء بالزنا کا ہو تو ایک سال کے قول پر بھی حاکم کو حکم کر دینے کی گنجائش ہے مگر معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے بہانہ تلاش نہ کیا جائے۔ (اشرف علی)

تتمہ ہذہ الفائدۃ

اگر تفریق اس قاعدہ کے موافق کی جائے تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اور اس صورت میں زوجہ مفقود کو بجائے عدت وفات کے عدت طلاق تین حیض گذارنے ہوں گے۔ اور اگر مفقود اس صورت میں بعد تفریق واپس آگیا تو اس میں یہ تفصیل ہوگی کہ اگر عدت کے اندر اندر آکر رجعت کر لے تو رجعت صحیح ہو جائے گی اور زوجہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی۔ اور اگر عدت کے بعد آیا، یا پہلے ہی آگیا مگر عدت کے اندر رجعت قولی یا فعلی نہ کی تو اب اس کی زوجہ پر طلاق بائنہ ہو کر وہ خود مختار ہو گئی، خواہ دوبارہ اسی سے نکاح کر لے یا کسی دوسرے سے۔ واللہ اعلم

حکم زوجہ متعنت فی النفقہ

متعنت کی تعریف

متعنت۔ اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق نان نفقہ وغیرہ ادا نہ کرے اس کا حکم بھی بوقت ضرورت شدیدہ ستم رسیدہ مستورات کی رہائی کے لئے مالکیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے جو ذیل کے سوال و جواب میں مذکور ہے۔

سوال

(۱) جو شخص باوجود قدرت کے اپنی زوجہ کے حقوق نفقہ وغیرہ ادا نہ کرتا ہو کیا اس کی زوجہ کو حق ہے کہ کسی طرح اپنے آپ کو اس کی زوجیت سے نکال سکے اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے۔

(۲) اگر قاضی ان میں تفریق کر سکتا ہو تو جب قاضی اس متعنت کی زوجہ پر طلاق واقع کر چکے جو نان نفقہ نہ دیتا ہو اس وقت یا اس کے بعد پھر کسی وقت متعنت اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ وغیرہ حقوق ادا کرنے کا وعدہ کرے تو کیا وہ عورت پھر اس کو مل جائے گی اور اگر اس کو مل سکتی ہے تو قبل عدت اور بعد عدت میں یا قبل نکاح ثانی اور بعد نکاح ثانی میں کچھ فرق ہوگا یا نہیں۔

الجواب

(۱) زوجہ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرلے لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ اُن کے نزدیک زوجہ متعنت کو تفریق کا حق مل سکتا ہے۔

اور سخت مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے یعنی نہ تو کوئی شخص عورت کے خرچ کا بندوبست کرتا ہو اور نہ خود عورت حفظ آبرو کے ساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہو، اور دوسری صورت مجبوری کی یہ ہے کہ اگرچہ بسہولت یا بدقت خرچ کا انتظام ہو سکتا ہے لیکن شوہر سے علیحدہ رہنے میں ابتلاء معصیت کا قوی اندیشہ ہو۔

اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور اُن کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین[ع] کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اُس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو۔ ورنہ ہم تفریق کردیں گے اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا جو شرعاً اُس کے قایم مقام ہو اُس کی بیوی پر طلاق واقع کردے۔ اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں۔

(۲) متعنت اگر اپنی حرکت سے اُس وقت باز آئے جبکہ حاکم اُس کی زوجہ پر طلاق واقع کرچکے اور عدت بھی گذر چکے تو اب اُس کا کوئی اختیار زوجہ پر نہیں رہتا کیونکہ عدت گذرنے کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا گو طلاق رجعی بھی ہو البتہ تراضی طرفین سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے)۔

اور اگر انقضائے عدت سے پہلے پہلے اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو اس بارہ میں مذہب مالکیہ میں صریح روایت نہیں اس لئے ارباب فتویٰ کے نزدیک دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس تفریق کو طلاق رجعی قرار دیا جاوے اور عدت کے اندر اندر رجعت کو صحیح کہا جاوے۔ دوسرا یہ کہ طلاق بائنہ قرار دی جاوے اور رجعت کا حق خاوند کو نہ دیا جاوے لیکن علامہ صالح ذی احتمال اول کو اقرب لکھا ہے اور ہمکو بھی علامہ صالح کی رائے اُن کے فتوے میں غور کرنے کے بعد درست معلوم ہوتی ہے اس واسطے ہمارے نزدیک فتویٰ یہی ہے کہ عدت کے اندر اندر تعنت سے باز آجانے کی صورت

ع جماعت مسلمین و نیز مسلمان حاکم کا مفصل بیان اس جزو دوم کے مقدمہ میں گذر چکا ہے اس کا ملاحظہ ضروری ہے ۱۲ منہ

میں عورت کو اُسی کے پاس رہنا پڑے گا۔ خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو کیونکہ رجعت[۹] میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں، مگر احتیاطاً تجدید نکاح ہو جاوے تو بہتر ہے۔

غائب غیر مفقود کی زوجہ کا حکم

یہ حکم بھی فقہ مالکی سے لیا گیا ہے تاکہ بوقت ضرورت شدیدہ مظلومہ کو نجات حاصل ہو سکے۔

سوال

(۱) جو شخص غائب ہو جائے اور پتہ اُس کا معلوم ہے لیکن نہ وہ خود آتا ہے نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اُس کے خرچ وغیرہ کا کچھ انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اس وجہ سے عورت تنگ اور پریشان ہے تو کیا اُس کی عورت کے لئے کوئی سبیل ہے کہ اُس غائب کی زوجیت سے اپنے آپ کو الگ کرلے اور جائز طور پر دوسری جگہ نکاح کر سکے۔

(۲) درصورت جواز تفریق اگر تفریق کے بعد نکاح ثانی سے پیشتر یا نکاح ثانی کے بعد وہ شخص واپس آجائے اور نان نفقہ کا انتظام کرنے پر آمادہ ہو تو کیا زوجہ اس کو مل جائے گی اور اگر واپس ملجاتی ہے تو کن شرائط اور کس تفصیل کے ساتھ ملتی ہے۔

الجواب

(۱) اس عورت کی رہائی کے واسطے جو صورت باتفاق ائمہ صحیح ہے وہ تو یہ ہے کہ اُس خاوند کو خلع پر راضی کیا جاوے اور اگر وہ سنگدل خلع پر بھی راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کرکے اپنا زمانہ عفت میں گذار سکے تو بہتر ورنہ جب گذارہ اور نان نفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق صورت ذیل اختیار کرکے رہائی حاصل کرلے۔

وہ صورت یہ ہے کہ اولاً قاضی[۱۰] کے پاس مقدمہ پیش کرکے گواہوں سے اُس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھکو نفقہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے اُس نے

تفریق کی صورت اور اُس کے شرائط

---

[۹] جب رجعت صحیح ہوگئی تو عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہے اور اسی مرد کے پاس رہنا ضروری ہے اس لئے عورت کو بھی لازم ہے کہ تجدید نکاح کرلے لیکن اگر عورت اپنی بے وقوفی سے تجدید نکاح نہ کرے تو مرد کو جائز ہے کہ بدون تجدید بھی رکھ لے ۱۲ منہ +

[۱۰] اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں کا حکم مقدمہ میں مفصل گذر چکا ہے اُس کو ضرور دیکھ لیا جاوے ۱۲ منہ

میرے لئے نفقہ کا بیانہ یہاں کوئی انتظام کیا اور نہ میں نے نفقہ معاف کیا غرض نفقہ کا وجوب بھی اُس کے ذمہ ثابت کرے اور یہ بھی کہ وہ اس واجب میں کوتاہی کر رہا ہے اور ان باتوں پر حلف بھی کرے اس کے بعد اگر کوئی عزیز قریب یا اجنبی اس کے نفقہ کی کفالت کرلے تو خیر ورنہ قاضی اُس شخص کے پاس حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اُس کو بلا لو یا وہیں سے کوئی انتظام کرو ورنہ اس کو طلاق دیدو اور اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کردیں گے۔ اس پر بھی خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینہ کے مزید انتظار کا حکم دے۔ اس مدت میں بھی اگر اس کی شکایت رفع نہ ہوئی ہو تو عورت کو اس غائب کی زوجیت سے الگ کردے۔

اور یہ ظاہر ہی ہے کہ تفریق کے لئے عورت کی طرف سے مطالبہ شرط ہے پس اگر اُس غائب کا جواب آنے کے بعد عورت مطالبہ ترک کردے تو پھر تفریق نہ کی جائے گی۔

تنبیہ ضروری قاضی جو اس غائب کے پاس حکم بھیجے تو بذریعہ ڈاک وغیرہ بھیجنا کافی نہیں بلکہ اُس کی صورت یہ ہے کہ حکمنامہ دو ثقہ آدمیوں کو سنا کر اُن کے حوالہ کردے کہ اس کو غائب کے پاس لے جاؤ یہ دونوں شخص غائب کو حکمنامہ پہنچا کر اُس سے جواب طلب کریں اور جو کچھ جواب تحریری یا زبانی نفی یا اثبات میں دے اُس کو خوب محفوظ رکھیں (بلکہ زبانی جواب کو بھی احتیاطاً لکھ لیں) تاکہ واپس ہو کر اُس پر شہادت دے سکیں اور اگر وہ کچھ جواب نہ دے تو اسی کی شہادت دیدیں۔

الغرض قاضی جو حکم کرے ان دونوں کی شہادت پر کرے محض خط کو کافی نہ سمجھے۔

فائدہ اگر غائب شخص کسی دور دراز ملک میں ایسی جگہ پر ہو جہاں پوری جد وجہد اور امکانی کوشش کرنے کے باوجود بھی آدمی بھیجنے کا کوئی انتظام ممکن نہ ہو تو مذکور الصدر مجبوری کے وقت اس کی بھی گنجائش ہے کہ بغیر آدمی بھیجے ہوئے حاکم یا قایم مقام حاکم واقعہ کی بقاعدہ مذکورہ تحقیق کے بعد تفریق کا حکم کردے۔

(۲) اگر یہ غائب حکم بالطلاق کے بعد آجاوے تو اُس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ عدت کے اندر اندر واپس آجاوے اور باقاعدہ خرچ دینے وغیرہ پر آمادہ

ع اگر کسی نے اُس وقت نفقہ کی کفالت کرلی لیکن پھر چھوڑ دیا تو عورت کو مکرر مرافعہ کا حق ہوگا ۱۲ منہ

عہ یعنی بذریعہ دو ثقہ آدمیوں کے جس کا ذکر تنبیہ میں آتا ہے ۱۲ منہ

غائب کے پاس حکم بھیجنے کی ضرورت اور اس کا طریقہ

غائب کا ملک بعیدہ میں ہونا اور کوئی بھیجنا متعذر ہو

غائب کا واپس آجانا اور اس کا حکم

ہو اس صورت میں تو اُس کو رجعت کا حق ہے اگر رجعت کرلے گا تو صحیح ہو جاوے گی اور اگر رجعت نہ کی تو عدت کے بعد نکاح ٹوٹ جائے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہو چکنے کے بعد واپس آیا ہو سو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اُس نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت کر دی مثلاً یہ کہ میں نے اُس کو پیشگی خرچ دیدیا تھا یا یہ کہ وہاں سے بھیجتا رہتا تھا یا یہ کہ عورت نے نفقہ معاف کر دیا تھا تب تو اس کو ہر حال میں عورت مل جائے گی یعنی خواہ وہ عورت عدت کے بعد نکاح ثانی بھی کر چکی ہو حتیٰ کہ اگر شوہر ثانی سے اولاد بھی ہو چکی ہو تب بھی شوہر اوّل ہی کا نکاح باقی سمجھا جاوے گا۔ اور شوہر ثانی کا نکاح اب باطل قرار دیا جائے گا۔

اور خاوند نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی تو عورت اس کو نہ ملے گی کیونکہ عدت ختم ہونے کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا۔

اور دوسری صورت کی پہلی شق میں جو شوہر اوّل کو عورت ملے گی اس کو نہ تجدید نکاح کی ضرورت نہ تجدید مہر کی البتہ شوہر ثانی سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عدت واجب ہے یعنی عدت گذارنے سے پیشتر شوہر کو جماع اور اُس کے دواعی کا ارتکاب جائز نہیں۔

اور شوہر ثانی کے ذمہ مہر واجب ہونے میں وہی تفصیل ہے جو مفقود کے بیان میں گذر چکی یعنی اگر اُس سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر واجب ہے ورنہ بالکل ساقط ہو جاوے گا۔ و نیز احکام مفقود میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ عدت شوہر اوّل کے مکان میں گذارے گی۔ واللہ اعلم

"حیلۂ ناجزہ" کا خلاصہ ختم ہوا۔ اب "المختارات" کا خلاصہ شروع ہوتا ہے۔

المختارات فی مہمات التفریق والخیارات

بعد حمد و صلوٰۃ گذارش ہے کہ مسائل خمسہ مذکورہ کے علاوہ تین صورتیں اور بھی ہیں جن میں بکثرت فسخ نکاح کی ضرورت پیش آتی ہے اور قاضی نہ ہونے کی وجہ سے دقت کا سامنا ہوتا ہے اس لئے ان صورتوں میں بھی گنجائش ہے کہ جس جگہ قاضی نہ ہو اور نہ کوئی مسلمان حاکم حکومت کی طرف سے

اختیار رکھتا ہو یا باوجود اختیار کے مطابق شرع فیصلہ نہ کرتا ہو وہاں کم از کم تین عادل اور تفقہ لوگوں کی پنچایت میں معاملہ پیش کر کے نکاح فسخ کرا لیا جاوے۔ پنچایت کی شرطیں اور اس کے متعلق ضروری مسائل جو "حیلہ ناجزہ" کے جزو دوم کے مقدمہ میں گذر چکے ہیں انکو دیکھ لینا ضروری ہے۔

وہ تین صورتیں یہ ہیں۔ حرمت مصاہرت۔ خیار بلوغ۔ خیار کفارت۔

اب ان کی بقدر ضرورت تفصیل لکھی جاتی ہے۔ پورے احکام بوقت ضرورت علماء کتب فقہ میں دیکھ لیں۔ اور عوام علمائے کرام سے دریافت کر لیں۔

حرمت مصاہرت

اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کر بیٹھے یا شہوت کے ساتھ اُس کو صرف ہاتھ لگا دے یا شہوت سے بوسہ لیلے یا شرمگاہ کے اندرونی حصہ کو شہوت دیکھ لے تو ان سب صورتوں میں حرمت مصاہرت قائم ہو جاتی ہے یعنی اس مرد پر اُس عورت کی بیٹی اور ماں وغیرہ سب اصول و فروع نسبی و رضاعی حرام ہو جاتے ہیں اور اُس عورت پر اس مرد کا بیٹا اور باپ وغیرہ سب اصول و فروع نسبی و رضاعی حرام ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عورت کسی مرد کو شہوت سے ہاتھ لگا دے یا شہوت سے اُس کا بوسہ لیلے یا عضو مخصوص پر نظر شہوت ڈالے تب بھی مصاہرت کا علاقہ قائم ہو کر مرد پر عورت کے تمام اصول و فروع نسبی و رضاعی اور عورت پر مرد کے تمام اصول و فروع نسبی و رضاعی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتے ہیں۔ اور حرمت مصاہرت کے لئے ان افعال کا قصداً کرنا شرط نہیں بلکہ اگر کسی سے بے خبری میں بھی کوئی فعل سرزد ہو جاوے مثلاً بیوی سمجھ کر خوش دامن کو شہوت کی حالت میں ہاتھ لگا دیا تب بھی بیوی حرام ہو جاتی ہے اس لئے خاوند کو بیوی کے اصول و فروع مؤنثہ سے اور عورت کو مرد کے اصول و فروع مذکرہ سے سخت احتیاط[۵] لازم ہے کہ اُن کو شہوت ہاتھ لگانے وغیرہ میں علاوہ معصیت

---

[۵] لمس و تقبیل (یعنی چھونے اور بوسہ لینے کے وقت) اگر مرد کو شہوت نہ تھی مگر عورت کو ہو گئی تب بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے ہاتھ لگایا ہے یا تقبیل کی ہے تب بھی دونوں میں سے ایک کو شہوت ہونا کافی ہے، البتہ نظر کے موجب حرمت ہونیکے لئے یہ شرط ہے کہ جو دیکھے اس کو شہوت ہو صرف دوسرے کی طرف سے ہونا موجب حرمت نہیں، و نیز لمس اور تقبیل میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ایسا کپڑا حائل نہ ہو جو بدن کی گرمی محسوس ہونے کو روک دے پس اگر کسی نے باوجود ایسا کپڑا حائل ہونے کے کپڑے کے اوپر سے لمس کیا بوسہ لیا ہے تو وہ حرمت مصاہرت کا موجب نہیں، و نیز ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان افعال کی وجہ سے انزال نہ ہو گیا ہو پس اگر لمس و تقبیل و تفخیذ سے انزال ہو جائے تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی ۱۲ منہ

[۵] یعنی نہ ایسی حرکات شنیعہ کا قصداً ارتکاب کرے نہ ایسا کوئی کام کرے جس میں احتمال ہو مثلاً جس کمرہ میں بیوی لیٹتی ہے اگر وہاں دوسری مستورات بھی ہوں تو جتنک اُس کو جگا کر اور بات چیت کر کے پورا یقین نہ ہو جائے کہ یہ بیوی ہے اُس وقت تک ہاتھ ہرگز نہ لگا دے۔ پلنگ معین ہونے وغیرہ کو ہرگز کافی نہ سمجھے کہ اس میں بعض مرتبہ غلطی ہو جاتی ہے ۱۲ منہ۔

شدید رد کے یہ بڑی خرابی ہے کہ میاں بیوی میں حرمت مصاہرت کا علاقہ ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر خاوند سے اپنی بیوی کے اصول یا فروع مؤنثہ میں سے کسی کے ساتھ کوئی ایسا فعل سرزد ہو جاوے یا بیوی کے اصول و فروع مؤنثہ میں سے کسی مرد کے ساتھ ایسے افعال میں سے کسی کا ارتکاب کیا ہو جو حرمت مصاہرت کا موجب ہے۔ مثلاً شہوت کے ساتھ خوش دامن کو ہاتھ لگ جائے یا بیوی اپنے شوہر کے اصول و فروع مذکرہ مثلاً خسر کے ساتھ کوئی فعل موجب حرمت مصاہرت کر بیٹھے یا خسر وغیرہ نے اس قسم کے فعل کا ارتکاب کیا ہو تو ان سب صورتوں میں یہ بیوی اس خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے خواہ کسی نے یہ افعال دانستہ کئے ہوں خواہ بھول چوک سے ہو گئے ہوں ہر حال میں ایک ہی حکم ہے جیسا کہ ابھی گذر چکا۔

اگر کوئی واقعہ ایسا ہو جائے تو عورت کو بھی لازم ہے کہ اپنے خاوند کے پاس ہرگز نہ رہے اور مرد کے ذمہ بھی واجب ہے کہ فوراً اس عورت کو الگ کر دے اور زبان سے بھی کہدے کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا یا لفظ طلاق کہدے۔ اور اس کہنے کے بعد عدت گذرنے پر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے لیکن اگر خاوند بد دینی اختیار کرے اور عورت کو الگ نہ کرے تو جسطرح ممکن ہو عورت کو اسکے پاس سے چلا جانا نہایت ضروری ہے کیونکہ اسکے ساتھ میاں بیوی کا تعلق رکھنا حرام ہو چکا مگر جبتک خاوند زبان سے نہ کہدے کہ میں نے الگ کر دیا ہے یا قاضی تفریق نہ کر دے اس وقت تک دوسری جگہ بھی اس عورت کا نکاح درست نہیں ہو سکتا۔ پس عورت اگر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو قاضی کے پاس نالش کر کے تفریق کا حکم حاصل کرے اور جس علاقہ میں قاضی نہ ہو وہاں اگر کوئی مسلمان حاکم حکومت وقت کی جانب سے ایسے معاملات میں تفریق کا اختیار رکھتا ہے تو اُس کے پاس مقدمہ پیش کرے ورنہ مسلک مالکیہ کے مطابق جماعت[1] مسلمین سے رجوع کیا جاوے اور جماعت مسلمین کا مفصل بیان اصل رسالہ (یعنی حیلۂ ناجزہ) کے جزو دوم میں گذر چکا ہے اُس سب کو غور کے ساتھ دیکھ لینا ضروری ہے۔

تحقیق حرمت کے بعد خاوند کا چھوڑنا یا تفریق قاضی شرط ہے

---

[1] ہم اصل رسالہ کے دیباچہ میں حاشیہ پر یہ مضمون واضح کر چکے ہیں کہ جب دو عمل جداگانہ ہوں تو تلفیق جائز ہے مگر ہمنے مزید احتیاط کیلئے اصل رسالہ میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں لیا جسمیں تلفیق خارق اجماع لازم آجاوے اور تتمہ کی تین مسئلوں میں سے بھی دو مسئلوں میں اس کی رعایت موجود ہے مگر صرف ایک مسئلہ یعنی حرمت مصاہرت میں جماعت مسلمین کا فیصلہ ایسا ہے جسمیں بظاہر تلفیق خارق اجماع لازم آتی ہے یعنی مذہب حنفیہ میں تو جماعت مسلمین کا فیصلہ معتبر نہیں اور مالکیہ کے مشہور و بنا بر مذہب کی بنا پر بعض خاص صورتوں میں لمس بالشہوت وغیرہ سے حرمت مصاہرت متعلق نہیں ہوتی گو بعض صورتوں میں قول معتمد و مشہور کیموافق اور بعض میں ایک قول پر انکے مذہب میں بھی اسکا اعتبار کیا گیا ہے۔ مگر ہم ان کو عمل واحد خیال نہیں کرتے بلکہ جماعت مسلمین کو قاضی کے حکم میں سمجھنا ایک مستقل مسئلہ ہے اور حرمت مصاہرت کو تفریق کا سبب کہنا دوسرا مستقل مسئلہ ہے جیسے وضو جداگانہ عمل ہے اور نماز جدا اور توضیح اسکی اصل رسالہ کے دیباچہ میں حاشیہ پر کر دی گئی ہے اسلئے تلفیق کی یہ صورت ہمارے نزدیک جائز ہے تاہم عمل کیوقت احتیاط یہ ہے کہ عمل کرنیوالا جواز تلفیق کے بارہ میں کسی اچھے مستند فقیہ عالم محقق سے رجوع کر کے اُن کے فتوی پر عمل کرے۔ واللہ اعلم بالصواب

طریق فیصلہ

جب عورت دعوے کرے کہ میرے اور خاوند کے اصول و فروع میں سے فلاں مرد کے درمیان یا خاوند اور میرے اصول و فروع میں سے فلاں عورت کے درمیان ایسا ایسا واقعہ پیش آیا ہے جو حرمت مصاہرت کا موجب ہے لہٰذا مجھ کو میرے خاوند سے الگ کر دیا جائے تو قاضی یا اُس کا قائم مقام اول اُس شوہر سے بیان لیں اگر اُس نے عورت کے بیان کی تصدیق کر دی تب تو تفریق کا حکم کر دیا جائے اور اگر خاوند نے اس دعویٰ کی تصدیق نہ کی تو عورت سے گواہ طلب کئے جائیں اگر گواہ پیش نہ ہوں یا اُن میں شرائط شہادت موجود نہ ہوں تو خاوند سے حلف لیا جائے اگر وہ حلف کرے تو مقدمہ خارج کر دیا جائے یعنی نہ تفریق کی جاوے اور نہ یہ حکم کیا جاوے کہ عورت بدستور شوہر کے ساتھ رہے اور اگر قاضی نے عورت کو اُس کی زوجیت میں رہنے کا حکم دیدیا تو اُس کا حکم مسئلہ دوم میں عنقریب آتا ہے اور اگر وہ حلف سے انکار کرے تو تفریق کر دی جائے۔

حلف اور تصدیق اور شہادت کے متعلق ضروری توضیح

اگر دعوے خاوند کے فعل پر ہو مثلاً یہ کہ اس نے زوجہ کے اصول و فروع میں سے فلاں عورت کو شہوت کیساتھ پکڑا ہے تب تو خاوند سے حلف اس بات پر لیا جائے کہ اُس نے یہ فعل ہرگز نہیں کیا یا بشہوت نہیں کیا اور اگر دوسرے کے فعل پر دعویٰ تھا مثلاً عورت یوں کہے کہ مجھ کو خسر نے بشہوت پکڑا ہے تو خاوند سے اِس طرح حلف لیا جائے گا کہ خدا کی قسم میرا زیادہ تر خیال یہ ہے کہ عورت اس دعوے میں سچی نہیں۔ اور اس واقعہ کا ہونا یا شہوت کے ساتھ ہونا میرے دل کو نہیں لگتا۔

ع ایک بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ اگر واقعہ زنا کا پیش آیا ہو تو دعوے میں زنا کو صراحتاً ظاہر نہ کیا جائے۔ کیونکہ زنا کے دعوے پر چار گواہ پیش نہ ہو سکے تو حد قذف کا اندیشہ ہے۔ بلکہ صرف مباشرت فاحشہ وغیرہ بیان کرے یعنی یہ کہے کہ شرمگاہ کو شرمگاہ سے بغیر حائل کے ملایا گیا ہے ۱۲ منہ

ع اور اس صورت میں اس شوہر کے ساتھ رہنا اور اپنے نفس پر قدرت دینا جائز ہے یا نہیں اس کا حکم عنقریب مسئلہ دوم میں آتا ہے ۱۲ منہ

ع ثبوت حرمت کے لئے پکڑنا اور ہاتھ لگانا وہی معتبر ہوگا جس کی تفصیل ابھی صفحہ ۱۵۰ کے حاشیہ میں گذر چکی ہے۔ مطلقاً پکڑنا یا ہاتھ لگانا معتبر نہیں ۱۲ منہ

ع شامی وغیرہ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ غلبۂ ظن اور اکبر رائے کی نفی پر حلف کر لینا کافی ہے ہمارے محاورہ میں یہ الفاظ اس کا ترجمہ ہے اگر کسی جگہ کا عرف اس کے خلاف ہو تو اہل عرف سے تحقیق کر کے وہاں کے مناسب الفاظ تجویز کر لیے جاویں ۱۲ منہ

اور اگر گواہی میں یہ تفصیل ہے کہ دہن اور رخسار پر بوسہ دینے اور شرمگاہ یا عضو مخصوص چھونے اور پستان چھونے کے دعوے میں تو صرف ان افعال کی شہادت دینے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی شہوت کا انکار مسموع نہ ہوگا اور تفریق کا حکم کر دینا لازم ہوگا اور پیشانی یا سر وغیرہ پر بوسہ دینے اور باقی بدن چھونے میں اگر یہ شہادت ہو کہ یہ افعال شہوت کیساتھ ہوئے تھے (اور اس کا علم قرائن سے شاہدین کو ہو سکتا ہے) تو اس گواہی سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ ورنہ صرف افعال پر شہادت دینا کالعدم ہے اسکی بناء پر تفریق کا حکم نہ کیا جاوے گا بلکہ خاوند سے حلف لیا جاوے کہ یہ افعال شہوت سے نہیں تھے اگر حلف کرلے تو خیر ورنہ تفریق کا حکم کر دیں گے۔

ایک ضروری فائدہ

یہ تو ظاہر ہے کہ حرمت مصاہرت جن واقعات سے ثابت ہوتی ہے اُن میں احد الزوجین کے ساتھ ایک اور کی بھی شرکت ہوتی ہے اور واقعہ کی صحت اور عدم صحت و نیز شہوت کے وجود و عدم کا اُس کو بھی علم ہوتا ہے لیکن باوجود سعی بسیار کہیں یہ جزئیہ نہیں ملا کہ مقدمہ میں اُس سے بیان لیا جاوے گا یا نہیں اگر اُس کا بیان ہو تو وہ کیا حیثیت رکھتا ہے لیکن قواعد میں غور و خوض کے بعد رجحان اس طرف ہوا ہے کہ وہ مدعا علیہ نہیں، اس واسطے اس کو مدعا علیہ بنا کر بیان پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ اس کو ایک شاہد سمجھا جائے، اور اس کی شہادت معتبر ہونے نہ ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ شخص اپنے دوسرے افعال و اقوال کے اعتبار سے عادل ہو اور اس واقعہ میں بھی کسی ایسے فعل کا اقرار نہیں ہے جو مسقط عدالت ہو (مثلاً وطی بالشبہہ وغیرہ کا بیان دے) تب تو اُس کی شہادت مقبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور اگر کوئی ایسا فعل بیان کرے کہ جس سے اُسکا فسق ثابت ہوتا ہو تو اسکی یہ شہادت معتبر ہوگی یا نہیں، اسمیں بعض وجوہ سے تردد ہے بوقت ضرورت کتب مذہب اور علماء سے تحقیق کر لی جاوے۔

البتہ اگر یہ مرد ہو تو اس نے جو شہادت دی ہے وہ خود اس کے حق میں اقرار ہے اگر آئندہ کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو اس عورت کے اصول و فروع میں سے ہو یا پہلے سے کوئی ایسی عورت اس کے نکاح میں ہو تو ماخوذ بالاقرار ہوگا۔ کما لا یخفیٰ واللہ اعلم بالصواب

مسئلہ اول اگر خاوند کو غالب گمان ہو کہ ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے جس سے حرمت مصاہرت متحقق ہو گئی

ع یعنی اس صورت میں قاضی تفریق نہ کرے گا یہ دوسری بات ہے کہ عورت کو تمکین جائز نہ ہو جب کہ دعوے فی نفسہ صحیح ہو جیسا کہ مسئلہ دوم میں آتا ہے ۱۲ منہ +

تو اُس کا انکار کرنا حرام ہے، اگر اُس نے جھوٹا حلف کر لیا اور اُس پر قاضی نے فیصلہ کر دیا تو اس کی تفصیل ابھی مسئلہ دوم میں آتی ہے۔

مسئلہ دوم اگر عورت کا دعوے صحیح تھا مگر شہادت معتبر پیش نہ ہو سکی اور خاوند نے حلف کر لیا اس واسطے قاضی نے مقدمہ خارج کر دیا یعنی تفریق کی نہ زوجیت میں رہنے کا حکم دیا تو اس عورت کیلئے جائز نہیں کہ اپنے اختیار سے شوہر کو اپنے نفس پر قدرت دے بلکہ خلع وغیرہ کے ذریعہ اپنے آپ کو اُس سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرے، اور اگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہو تو جبتک اپنا بس چلے اس شوہر کو کبھی پاس نہ آنے دے۔ اور اگر قاضی نے عورت کا دعویٰ رد کرنے کیساتھ یہ حکم بھی کر دیا کہ بدستور شوہر کی زوجیت میں رہے تو اس صورت میں عورت کو تمکین جائز ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق نہ تو کوئی جزئیہ ملا اور نہ قواعد سے کچھ احقر کی فہم ناقص میں آیا۔

لیکن حضرت حکیم الامۃ دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کو تمکین جائز نہیں۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ کو اس میں شرح صدر ہے کچھ تردد نہیں، اور مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند نے بھی اس میں موافقت فرمائی مگر احقر کو ہنوز شرح صدر نہیں ہوا۔

ہاں یہ ظاہر ہے کہ جب تک کسی جزئیہ سے یا قواعد سے شرح صدر کے ساتھ جواز تمکین ثابت نہ ہو اُس وقت تک حضرت والا کے ارشاد پر عمل واجب ہے۔

خیار بلوغ

نابالغ لڑکے اور لڑکی کا سب سے مقدم ولی باپ ہے اگر باپ نابالغ کا نکاح کر دے تو وہ نکاح لازم ہو جاتا ہے یعنی بلوغ کے بعد بھی لڑکے لڑکی کو اُس کے فسخ کرانے کا اختیار نہیں رہتا خواہ کفو میں نکاح کیا ہو یا غیر کفو میں۔ اور مہر مثل مقرر ہوا ہو یا مہر میں غبن فاحش کیا ہو۔ (غبن فاحش لڑکی کے بارہ میں تو یہ ہے کہ اُسکی مہر مثل سے اتنی کمی کر دی ہو جتنی کمی عموماً گوارا نہیں ہو سکتی، اور لڑکے کے بارہ میں یہ ہے کہ اس کا نکاح جس لڑکی سے ہوا ہے اُس لڑکی کے مہر مثل سے اتنا زیادہ مہر مقرر کیا کہ اُس زیادتی

ع۵ اگر کوئی بالغ لڑکی یا عورت یا مجنون ہو جائے تو اُس کا سب سے مقدم ولی بیٹا ہے اور بیٹے کا کیا ہوا نکاح سب احکام میں اُس نکاح کے برابر ہے جو باپ نے کیا ہو ۱۲ منہ

ع۶ یہ حکم جب ہے جبکہ نکاح کرنے کے وقت باپ کو غیر کفو ہونے کا علم ہو اور اگر اُس نے زوج یا ولی زوج کے بیان کی بنا پر کفو سمجھ کر کیا تھا اور بعد میں ثابت ہوا کہ کفو نہیں تو اُسکا حکم خیار کفاءت میں معلوم ہوگا۔ ۱۲ منہ

کو عموماً ناگوار سمجھا جاتا ہو)

مگر غیر کفو کے ساتھ اور غبن فاحش پر نکاح کے صحیح ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں۔

اول یہ کہ - وہ شخص نکاح کرنے کے وقت ہوش حواس سالم رکھتا ہو۔ پس اگر نشہ کی حالت میں ایسا کیا تو نکاح بالکل ہی باطل ہے۔

دوسری شرط - یہ ہے کہ معروف بسوء الاختیار نہ ہو یعنی اس کے قبل کوئی واقعہ ایسا نہ ہوا ہو جس کی بنا پر عموماً خیال ہو جاوے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کی وجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مدنظر نہیں رکھتا پس اگر کوئی شخص لالچ یا ناعاقبت اندیشی کے سبب بدتدبیری میں مشہور و معروف ہو وہ اگر نابالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو سے کر دے یا مہر میں غبن فاحش کرے تو وہ نکاح بھی بالکل باطل ہے اور جو فاسق متہتک یعنی بیباک اور بے غیرت ہو وہ بھی سیئ الاختیار کے حکم میں ہے، اس کو خوب یاد رکھیں اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں۔ اور ان دونوں شرطوں کا حاصل یہ ہے کہ جب اس نے نکاح کیا ہے اس وقت اس کی ظاہری حالت سے کم از کم خیر خواہی کی توقع ہو سکتی ہو۔

اور جب باپ نہ ہو تو دادا اولی ہوتا ہے اور دادا جو نکاح کر دے اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو باپ کے متعلق گذر چکی یعنی مذکورہ دو شرطیں اگر پائی جاویں تب تو نکاح لازم ہو جاتا ہے ورنہ بالکل باطل ہو

اور دادا کے بعد بھائی چچا وغیرہ کو بترتیب حق ولایت پہونچتا ہے مگر وہ باپ دادا کے برابر نہیں بلکہ اُن کا حکم جدا ہے یعنی اگر باپ دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کر دے یا مہر غبن فاحش کے ساتھ مقرر کر دے تب تو نکاح بالکل ہی نہیں ہوتا خواہ اس نے نہایت ہی خیر خواہی سے ایسا کیا ہو۔

اور اگر کفو کے ساتھ مہر مثل پر کیا ہو تو اس وقت نکاح صحیح تو ہو جاتا ہے ولیکن لازم نہیں ہوتا یعنی لڑکے لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار ہوتا ہے کہ اس نکاح کو باقی رکھیں یا فسخ کرا لیں جس کی شرط ابھی آتی ہے اور اختیار کو خیار بلوغ کہا جاتا ہے۔

عہ اگر باپ دادا خود نکاح پڑھاویں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر مقدار مہر معین کر کے کسی معین شخص سے نکاح پڑھانے کے لئے کسی کو وکیل بنا دیا ہے تب بھی یہی حکم ہے لیکن اگر کسی شخص کو مہر کی مقدار اور شوہر کی تعیین کئے بدون ہی وکیل بنا دیا کہ میری لڑکی کا کسی جگہ نکاح کر دو تو اس وکیل کو غیر کفو سے اور غبن فاحش پر نکاح کرنے کا اختیار نہیں اگر کر دیا تو باطل ہے ۱۲ منہ۔ عہ شریعت نے خاص ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے ولایت کا حق بہت لوگوں کو دیا ہے جس کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم ہو سکتی ہے ۱۲ منہ۔

باب دادا سے دادا اور دادا کا حکم

خیار بلوغ حاصل ہونے کی صورت

اور خیار بلوغ میں نکاح فسخ ہونے کے لئے قضائے قاضی ہر حال میں شرط ہے بدون قضائے قاضی کسی حال میں نکاح فسخ نہیں ہو سکتا اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں مسلمان حاکم یا پنچایت (جس کی شرائط حیلہ ناجزہ جزو دوم کے مقدمہ میں مذکور ہیں) علی الترتیب فسخ کر سکتی ہے۔

تنبیہ ضروری

بالغ ہونے پر فسخ نکاح کا جو اختیار حاصل ہوتا ہے اس میں اس امر کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ کب تک باقی رہتا ہے اور کس کس وجہ سے نکاح لازم ہو کر فسخ کا اختیار باطل ہو جاتا ہے۔ لہذا اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ عمل کے وقت اس کا خاص طور پر دھیان رکھا جائے۔

تفصیل یہ ہے کہ جو لڑکی بالغ ہونے پر نکاح توڑ دینا چاہتی ہے اگر وہ باکرہ ہو تو اس کو اختیار فسخ حاصل ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ جس وقت آثار بلوغ ظاہر ہوں اسی وقت فوراً بلا کسی تاخیر کے زبان سے یہ کہہ دے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں چاہے اس وقت کوئی اس کے پاس موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں فوراً زبان سے کہنا شرط ہے۔ البتہ اگر کھانسی یا چھینک وغیرہ کی وجہ سے فوراً بولنے کی قدرت نہ ہوئی یا کسی نے جبراً منہ بند کر دیا ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے جو تاخیر ہو جائے اس کے باعث خیار باطل نہیں ہوتا بشرطیکہ مجبوری رفع ہوتے ہی فوراً کہہ دیا ہو اور بدون کسی مجبوری کے اگر زبان سے کہنے میں ذرا بھی دیر کی تو یہ اختیار باطل ہو گیا اور فسخ کرانا جائز نہ رہا اگر غلط بیانی کر کے نکاح فسخ کرا لیگی تو سخت گنہگار ہوگی۔ و نیز باکرہ کو اس کی بھی ضرورت ہے کہ زبان سے کہنے پر کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا لے تاکہ قاضی وغیرہ کے پاس معاملہ پیش ہونے پر کام آویں اور گواہ بنانے کا تفصیلی حکم عنقریب بعنوان "فائدہ موعودہ" آوے گا اس کو ضرور دیکھ لیا جاوے۔

ع یعنی چاہے لڑکا بالغ ہو کر فسخ کا خواہاں ہو یا لڑکی ۱۲ منہ

ع باکرہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نہ اس خاوند سے ہمبستری کی نوبت آئی ہو نہ اس سے قبل کسی اور خاوند سے ۱۲ منہ

ع یہ جب ہے کہ پندرہ سال سے قبل آثار بلوغ ظاہر ہو جاویں ورنہ جس وقت پورے پندرہ سال کی عمر ہو جاوے اس وقت کا اعتبار ہوگا مثلاً کوئی لڑکی رمضان ۵۵ھ کی ۷ تاریخ کو عین طلوع آفتاب کے وقت پیدا ہوئی اور رمضان ۵۵ھ تک کوئی علامت بلوغ کی نہ پائی گئی تو ۷ رمضان ۷۰ھ کو ٹھیک طلوع آفتاب کے وقت اس کو شرعاً بالغ سمجھا جائے گا پس اگر اس باکرہ نے اسی وقت فوراً زبان سے نکاح فسخ کر دیا تب تو اس کا اعتبار ہوگا ورنہ اگر ذرا بھی تاخیر کی تو خیار بلوغ باطل ہو گیا اور اسی طرح تیبہ نے یا لڑکے نے وقت مذکور کے بعد قولاً یا فعلاً رضامندی ظاہر کر دی تو نکاح لازم ہو جائے گا اور یہ بھی یاد رکھیں کہ عمر کا حساب قمری سال سے کیا جائے انگریزی وغیرہ کا اعتبار نہیں ۱۲ منہ

اور اگر وہ لڑکی ثیبہ[۵] ہے تو پھر اُس کو فوراً کہنا ضروری نہیں بلکہ جب تک رضامند نہ ہوگی اُس وقت تک منظور رکھنے نہ رکھنے کا اختیار باقی رہتا ہے چاہے کتنا ہی زمانہ گذر جاوے صرف خاموش رہنے کی وجہ سے ثیبہ کا خیار بلوغ باطل نہیں ہوتا۔ البتہ اگر بعد بلوغ زبان سے کہدے گی کہ یہ نکاح منظور ہے یا کوئی کام[۵] ایسا کرے گی جس سے رضامندی پائی جاوے تو اختیار باطل ہو جائے گا۔

اور لڑکے کا حکم بھی یہی ہے جو ثیبہ کا ہے یعنی بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ جب تک قولاً یا فعلاً منظور نہ کرے اُس وقت تک اختیار باقی رہتا ہے۔ پس اگر کسی لڑکے یا ثیبہ لڑکی نے بعد بلوغ ایک مرتبہ بھی زبان سے کہدیا کہ یہ نکاح منظور ہے تو اب فسخ کا مطالبہ حرام ہے خواہ اس منظوری کو بالکل تنہائی میں یا آہستہ کہنے کی وجہ سے کسی نے بھی نہ سُنا ہو۔ اسی طرح اگر بلوغ کے بعد تقبیل وغیرہ کی نوبت آئی ہو تب بھی خیار فسخ نہیں رہتا۔

اور یہ سب تفصیل جب ہے جب کہ بلوغ سے پیشتر اُن کو نکاح کی اطلاع ہو چکی ہو اور اگر کسی کو بلوغ سے پیشتر نکاح کی خبر ہی نہ ہوئی ہو تو جب خبر ملے تب خیار بلوغ حاصل ہوگا اور لڑکی لڑکے کے واسطے اختیار باقی رہنے نہ رہنے کی جو تفصیل ابھی گذری ہے اُس سب کا لحاظ خبر ملنے کے وقت سے کیا جائے گا۔

فائدہ موعودہ

باکرہ[۵] لڑکی بالغ ہونے پر جب نکاح نامنظور کرے تو اُس کو نامنظوری پر گواہوں کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا ہے لیکن وہ مختصر تھا اس واسطے تفصیل لکھی جاتی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ اشہاد یعنی گواہ بنانے کی دو صورتیں ہیں۔

اوّل یہ کہ جس وقت بالغ ہوئی ہے اُس وقت اگر اُس کے پاس گواہ موجود ہیں تب تو اُسی وقت اُس کو کہدینا چاہئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہوں۔

دوسری صورت یہ کہ اُس وقت گواہ پاس نہ ہوں اس صورت میں زبان سے فوراً نامنظور کرکے گواہوں کو بلالیا جاوے یا خود اُن کے پاس چلی جاوے اور گواہ چاہے جلدی ملجاویں یا دیر میں بہرحال

باکرہ کے لئے خیار بلوغ میں گواہ بنانے کی ضرورت اور اسکی تفصیل

---

[۵] ثیبہ وہ ہے جس سے ہمبستری ہو چکی ہو خواہ اس خاوند سے یا اس سے پیشتر کسی اور خاوند سے ۱۲ منہ

[۵] مثلاً اُس کی رضامندی سے خاوند نے بوسہ وغیرہ بے لیا یا ہمبستری کرلی ۱۲ منہ

[۵] فعلاً منظور کرنے سے مراد دلی یا اُس کے دواعی وغیرہ ہیں۔ ۱۲ منہ

صورت اُن کے سامنے یہی کہنا چاہئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور نکاح فسخ کرانا چاہتی ہوں یہ ہرگز ظاہر نہ کرے کہ تھوڑی دیر ہوئی بالغ ہو چکی ہوں حتیٰ کہ اگر گواہ صراحۃً بھی دریافت کریں کہ تو کب بالغ ہوئی ہے تب بھی مفصل واقعہ ذکر نہ کرے بلکہ یہی جواب دے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں یا صرف اتنا کہدے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح کو توڑ دیا ہے کیونکہ مفصل واقعہ گواہوں سے ظاہر کردے گی تو اُن کو گول مول گواہی دینا جائز نہ ہوگا اور تفصیلی شہادت دی تو یہ شہادت اُس کے حق میں مفید نہ ہوگی اور مجمل واقعہ سن کر گواہی دینا جائز ہے اُن کو نہ اس کی ضرورت ہے کہ تفصیل دریافت کریں نہ اس کا حق ہے۔

پھر قاضی کے یہاں درخواست دینے کی تین صورتیں ہیں

قاضی کے یہاں درخواست دینے کی صورتیں

اوّل اگر قاعدہ کے موافق گواہ ہو چکے ہیں تب تو قاضی یا اُس کے قائم مقام کی عدالت میں یوں درخواست پیش کرے کہ میں فلاں روز بالغ ہونے پر نکاح کو نامنظور کر چکی ہوں اور نامنظوری کے فلاں فلاں گواہ ہیں۔ اِس واسطے میرا نکاح فسخ کر دیا جائے۔ اس درخواست پر شہادت کے بعد تفریق ہو جاویگی۔

دوم۔ اگر کسی کو معتبر گواہ میسر نہ ہوں یا گواہوں سے اس قسم کی تفصیل ظاہر کر دی جس سے اُن کو مفید گواہی دینا جائز نہ رہا تو پھر یہ صورت ہے کہ حتی الوسع جلد درخواست پیش کرے اور درخواست میں یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ کب بالغ ہوئی ہے بلکہ صرف اتنا کہے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح فسخ کر دیا ہے لہذا فسخ کا حکم دیدیا جائے اگر قاضی دریافت بھی کرے کہ کب بالغ ہوئی ہے تب بھی نہ بتلاوے اگر بتلا دیا تو پھر تفریق نہ ہو سکے گی۔ اور ایسی درخواست پر صرف حلف لیکر نکاح فسخ کر دیا جاوے گا۔

سوم۔ ایک صورت درخواست کی یہ ہے کہ صاف یوں کہدے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں اور یہ نکاح مجھے منظور نہیں اس واسطے فسخ کرانا چاہتی ہوں، اس صورت میں نہ کسی گواہ کی حاجت ہے نہ حلف کی بلکہ بدون شہادت اور حلف ہی قاضی اس درخواست کو قبول کر کے نکاح کو فسخ کر دے۔

شرط فوریت ہونے پر کرے تنبیہ

تنبیہ۔ اگر حقیقتہً بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہدیا ہے کہ میں اس نکاح کو فسخ کرتی ہوں تب تو اُس کو جائز ہے کہ گواہوں سے یا قاضی سے اصل واقعہ چھپا کر یہ کہدے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں۔ اور

ع ایک امر قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ ان تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت میں یعنی جب گواہ ہو چکے ہوں تو اس سے ایک ماہ تک درخواست کی مہلت ہے اگر ایک ماہ گذر گیا تو خیار فسخ جاتا رہا اور دوسری صورت میں حتے الوسع جلدی کرنا لازم ہے لیکن اس تعجیل کی کوئی خاص تحدید کتب فقہ میں باوجود تلاش کے نہیں ملی البتہ خلاصۃ الفتاویٰ کی ایک روایت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ چند روز تک مقدمہ پیش نہ ہوا تو خیار ساقط ہو جاوے گا اور تیسری صورت کا حکم بھی قواعد سے وہی معلوم ہوتا ہے جو دوسری صورت کا۔ تنبیہ۔ چونکہ اس حاشیہ کا یہ سب مضمون قواعد سے لکھا گیا ہے۔ اس لئے عمل کے وقت احتیاطاً اپنے کسی معتقد فیہ عالم محقق سے بھی دریافت کر لینا ضروری ہے ۱۲ منہ

اگر بلوغ کے بعد اس کہنے میں ذرا بھی دیر کردی تھی تو خیار فسخ باطل ہوگیا اب اُس کو ہرگز جائز نہیں کہ شہادت اور درخواست کے قبول ہونے کا حیلہ کرے۔ اگر حیلہ کرے گی تو سخت گناہ گار ہوگی۔

خیار کفاءت

غیر کفو میں نکاح ہونے کی کئی صورتیں ہیں بعض میں نکاح بالکل باطل ہے اور بعض میں صحیح اور لازم ہوجاتا ہے یعنی فسخ کا اختیار بھی نہیں رہتا اور بعض میں صحیح تو ہوجاتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا بلکہ فسخ کا اختیار رہتا ہے۔ یہاں اصل مقصود تو انہیں صورتوں کا بیان کرنا ہے جن میں خیار فسخ ہو کیونکہ قضائے قاضی کی ضرورت صرف انہیں میں پڑتی ہے مگر ہم تتمیم فائدہ کے لئے سب صورتیں درج کرتے ہیں اور ہر ایک کا جداگانہ حکم لکھتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

پہلی صورت یہ کہ بالغ عورت بغیر اذن ولی عصبہ کے غیر کفو میں نکاح کرلے اس صورت میں فتوے اس پر ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوتا بلکہ بالکل باطل ہے حتی کہ اگر نکاح کے بعد ولی عصبہ جائز بھی رکھے تب بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ نکاح سے قبل اجازت کا ہونا شرط ہے، لہٰذا عورت کو لازم ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرے گی اگر کرے گی تو نکاح کالعدم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ معصیت میں مبتلا رہے گی۔

فائدہ اسی سے اُس صورت کا بھی حکم معلوم ہوگیا جس میں عورت کو شوہر کے غیر کفو ہونے کا علم نہ ہو اور کفو ہونے کی شرط کرکے یا بلا شرط نکاح کیا ہو اور بعد میں معلوم ہوجائے کہ وہ شخص کفو نہیں ہے تو عورت پر واجب ہے کہ معلوم ہوتے ہی اُس سے الگ ہوجائے کیونکہ قول مفتی بہ کے موافق غیر کفو سے بدون اذن ولی نکاح درست نہیں ہوتا تو جس وقت اس کا غیر کفو ہونا ظاہر ہوگیا اُس وقت ثابت ہوگیا کہ نکاح اول ہی سے باطل تھا۔

دوسری صورت یہ کہ باپ دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کردیا ہو یا باپ دادا نے کیا مگر وہ معروف[۵] بسوء الاختیار یا فاسق متہتک ہو یا نشہ کی حالت میں نکاح کیا ہو اس صورت میں بھی نکاح بالکل باطل ہے۔

ع۴ رہا یہ کہ اگر قاضی نے اُس کی دروغ بیانی پر دھوکہ کھا کر نکاح فسخ کردیا تو کیا حکم ہوگا اس کی تحقیق اصل رسالہ میں خیار بلوغ کے ختم پر موجود ہے علماء کے ذریعہ سے معلوم ہوسکتی ہے۔ ۱۲ منہ

ع۵ اور اگر عصبہ نہ ہونے کی حالت میں کسی اور کو ولایت نکاح پہونچتی ہو تو بالغہ کو نکاح بغیر الکفو میں اُس کے اذن کی حاجت نہیں ۱۲ منہ

ع۵ معروف بسوء الاختیار اور فاسق متہتک کے معنی خیار بلوغ کے بیان میں مفصل گذر چکے ہیں وہاں دیکھ لئے جاویں ۱۲ منہ

تیسری صورت یہ کہ باپ دادا نے بدرستی ہوش و حواس نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کیا ہے اور
دادا باپ دادا فاسق متہتک نہ ہو نہ معروف بسوء الاختیار اس صورت میں نکاح لازم ہو جاتا ہے اس
نکاح کو فسخ کرانے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

اور یہ حکم عام ہے خواہ باپ دادا کو بوقت نکاح عدم کفارت کا علم تھا یا نہ تھا بہر دو صورت
نکاح لازم ہو جاتا ہے البتہ اگر دوسری صورت یعنی عدم علم کی صورت میں کفارت کی شرط پر
نکاح کیا ہو تو اس کا حکم جدا ہے جو صورت ششم میں آتا ہے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازت ولی عدم کفارت کا علم ہوتے ہوئے
غیر کفو میں ہوا حکم اس کا یہ ہے کہ نکاح صحیح اور لازم ہو جاتا ہے اور کسی کو فسخ کا اختیار نہیں رہتا
یہ حکم سب اولیاء کے لئے عام ہے خواہ باپ دادا ہوں یا ان کے علاوہ کوئی دوسرا ولی ہو لیکن فرق
اتنا ہے کہ اگر لڑکی باکرہ ہے اور باپ دادا کی ولایت سے نکاح ہوا ہے تو اجازت کے لئے محض اس کا
سکوت کافی ہوگا، اور اگر لڑکی ثیبہ ہے یا باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی کی ولایت میں نکاح ہوا
ہے تو اجازت صریحہ کی ضرورت ہے محض سکوت کافی نہیں۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازت ولی کسی ایسے شخص سے ہوا جس کی
کفارت کا حال معلوم نہ تھا لیکن بوقت نکاح کفارت کی شرط کر لی تھی یا صراحۃً شرط تو نہ کی تھی مگر خاوند
کی طرف سے کفو ہونا ظاہر کیا گیا تھا اور اس پر اعتماد کر کے نکاح کر دیا ہو پھر خلاف ظاہر ہوا اور
ثابت ہوا کہ کفو نہیں ہے حکم اس صورت کا یہ ہے کہ عورت کو بھی خیار فسخ حاصل ہوگا اور اس کے
ولی کو بھی۔ لیکن اگر یہ عورت ہنوز باکرہ ہو تو اس کا خیار سکوت سے باطل ہو جاوے گا۔ یعنی اگر اطلاع
حال کے بعد فوراً کہدیا کہ مجھے اس سے نکاح رکھنا منظور نہیں تب تو اختیار باقی رہے گا اور بذریعہ حاکم
مسلم فسخ کرا سکے گی ورنہ اگر نامنظوری ظاہر کرنے میں ذرا بھی تاخیر کی تو خیار فسخ باقی نہ رہے گا۔

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ لڑکی ہنوز باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہو چکی ہے تو اس کے سکوت سے
خیار باطل نہیں ہوتا بلکہ جب تک صراحۃً یا دلالۃً رضا نہ پائی جائے اس وقت تک اختیار
باقی رہے گا۔

اور یہی حکم ہے ولی کا کہ اس کا خیار فسخ بھی محض سکوت سے باطل نہیں ہوتا بلکہ صراحۃً یا دلالۃً

ع مثلاً شوہر لمس و تقبیل وغیرہ کرے یا مہر و نفقہ ادا کرے اور زوجہ اس کو لمس و تقبیل وغیرہ پر قدرت دے یا مہر وغیرہ
قبول کرے تو یہ دلالۃً رضا ہے اور مہر کا قبول کرنا دلیل رضا اس وقت ہے جب کہ بلوغ سے پیشتر خلوت صحیحہ نہ ہو چکی ہو ۱۲ منہ

رضا کی ضرورت ہے۔ اور دلالۃً رضا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ولی مہر وغیرہ پر قبضہ کرلے۔

چھٹی صورت یہ کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اُس کے[عہ] باپ یا دادا نے ایسے شخص سے کیا جسکو اُس کے بیان کی بنا پر کفو سمجھا گیا تھا یا کفو ہونے کی شرط کرلی گئی تھی، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ غیر کفو ہے اس صورت[عہ] میں یہ تفصیل ہے کہ بالغ ہونے سے پیشتر تو صرف باپ دادا کو اختیار ہے، اگر اُس نے فسخ نکاح کرادیا فسخ ہوجاوے گا اور اگر حقیقت ظاہر ہونے کے بعد بھی نکاح کو منظور رکھا تو لازم ہوجائے گا اور اگر باپ دادا نے سکوت کیا تو صرف اس کے سکوت سے اختیار باطل نہ ہوگا بلکہ باپ دادا کو بھی اختیار رہے گا اور بالغ ہونے پر لڑکے لڑکی کو بھی اختیار حاصل ہوجائے گا اس لئے بالغ ہونیکے بعد نکاح لازم ہونے کے واسطے دونوں کی رضامندی شرط ہے باپ دادا کی بھی اور لڑکے یا لڑکی کی بھی پس بلوغ کے بعد لڑکے یا لڑکی اور باپ یا دادا میں سے ایک بھی چاہے تو نکاح فسخ ہوسکتا ہے اگرچہ دوسرا ابقائے نکاح پر رضامند ہوجاوے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

بحمدہ تعالیٰ تتمہ کا خلاصہ ختم ہوا اب ضمیمہ کا خلاصہ آتا ہے۔

خــــــــــــــــــــلاصۃ

حکم الازدواج

مع

اختلاف دین الازواج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مذہب زوجین کے اختلاف کی دو صورتیں ہیں **ایک**[۱] یہ کہ یہ اختلاف نکاح سے پہلے ہی موجود ہو۔ **دوسرے**[۲] یہ کہ بعد نکاح پیدا ہوجائے۔

[عہ] اسی طرح مجنون و مجنونہ کا بیٹا ان احکام میں باپ کے برابر ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا ۱۲ منہ

[عہ] اگر کفاءت کی شرط نہ کی تھی اور نہ زوج نے اپنا کفو ہونا بیان کیا تھا بلکہ باپ دادا نے محض اپنے گمان سے کفو سمجھکر نکاح کردیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ کفو نہیں تو اس صورت میں خیار کفاءت ہونے یا نہ ہونے میں باوجود تتبع اور مراجعت علماء کے کوئی امر منقح نہ ہوسکا اور یہی قواعد سے رجحان اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں خیار فسخ نہ دیا جاوے مگر عمل کے وقت اہل علم اُن جزئیات کو دیکھکر جنکا حوالہ اصل تتمہ کے حاشیہ پر درج ہے کسی جانب کو خود ترجیح دیں ہماری ترجیح پر نہ رہیں ۱۲ منہ

پہلی صورت میں مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے کسی حال جائز نہیں خواہ کفر کی کوئی قسم ہو اسی طرح مسلمان مرد کا نکاح بھی کسی کافر عورت سے جائز نہیں البتہ اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ یا نصرانیہ وغیرہ ہو تو اُس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

اوّل یہ کہ وہ عام اقوام یوروپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لامذہب دہریہ نہ ہو بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم از کم مانتی ہو اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ اصل سے ہی یہودیہ یا نصرانیہ ہو اسلام سے مرتد ہو کر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو۔

جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اُس سے نکاح صحیح و منعقد ہو جاتا ہے لیکن بلا ضرورت شدیدہ اس سے بھی نکاح کرنا مکروہ ہے اور بہت مفاسد پر مشتمل ہے۔ اسی لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں کے نکاح سے منع فرما دیا تھا، اور جب عہد فاروقی میں کہ زمانہ خیر تھا ایسے مفاسد موجود تھے تو آج کل جس قدر مفاسد ہوں کم ہیں بالخصوص موجودہ اقوام یوروپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج تو بالکل ہی اُن کے دین اور دنیا کو تباہ کر دینے والے ہیں جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔

دوسری صورت یعنی نکاح کے بعد زوجین کا یا اُن میں سے کسی ایک کا مذہب بدل جائے اُس کے چار احتمال ہیں۔

پہلا احتمال یہ ہے کہ دونوں کافر تھے پھر ایک ساتھ دونوں مسلمان ہو گئے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں مسلمان تھے پھر معاذ اللہ دونوں ایک ساتھ مرتد ہو گئے۔

اِن دونوں احتمالوں میں نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ بعینہٖ قائم رہتا ہے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا بدستور کفر پر باقی رہے۔ اس کے دو جزو ہیں۔

ایک یہ کہ مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے اُس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت کتابیہ[عہ] ہے تو نکاح پر کوئی اثر نہ پڑیگا بحالہ قائم رہے گا گو وہ اہل کتاب کا ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لے مثلاً یہودیہ سے نصرانیہ ہو جاوے یا بالعکس، اسی طرح اگر ایسا ہوا کہ جس وقت مرد مسلمان ہوا ہے اُسی

دوسری صورت کے احتمال اول و دوم کا حکم

تیسرے احتمال کے جزو اول کا حکم

عہ گو ان دو احتمالوں میں اختلاف مذہب صادق نہیں آتا مگر استیعاب احکام کے لئے اُنکو بھی بیان کر دیا گیا ۱۲ منہ۔

عہ بشرطیکہ وہ اصل سے کتابیہ ہو پس اگر اسلام سے پھر کر کتابیہ ہو گئی تھی تو بغیر اسلام لائے اس عورت سے مسلمان بھی نکاح نہیں ہو سکتا ۱۲ منہ

وقت مجوسیہ بیوی نے اہل کتاب کا مذہب قبول کرلیا اس صورت میں بھی نکاح پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ البتہ اگر اس کا عکس ہوا یعنی اسلام زوج کے بعد مجوسیت اختیار کرلی تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔

اور اگر عورت غیر کتابیہ مثلاً ہندو یا مجوسیہ وغیرہ ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ یہ واقعہ "دارالاسلام" میں ہوا ہے تو قاضی اس کی عورت پر اسلام پیش کرے وہ بھی اسلام قبول کرلے تو نکاح بحالہ قائم رہیگا اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کردے یا سکوت کرے تو نکاح فوراً فسخ کردیا جائے۔ اور اگر واقعہ "دارالحرب" میں ہوا ہے تو وہاں عورت پر تین حیض گذر جانا ہی اسلام سے انکار کردینے کے قائم مقام ہوجاتا ہے یعنی اگر عورت مسلمان نہ ہو اور تین حیض اسی حالت پر گذر جائیں تو نکاح خود بخود فسخ ہوجائیگا

دوسرا جزو یہ ہے کہ عورت مسلمان ہوجائے اور خاوند کفر پر باقی رہے تو خواہ یہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی ہر حال میں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر واقعہ دارالاسلام کا ہے تو قاضی اس کے خاوند پر اسلام پیش کرے اگر وہ مسلمان ہوجائے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا، اور اگر اسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی ان دونوں میں فوراً تفریق کردے، اور اگر واقعہ دارالحرب کا ہے تو عورت کو تین حیض گذر جانا ہی انکار اسلام کے قائم مقام ہوجاوے گا، اور بعد تین حیض گذر جانے کے عورت بائنہ ہوجائے گی۔

عدت کا حکم

(بصورت اسلام احد الزوجین)

اگر زوجہ اور شوہر دونوں دارالاسلام میں ہوں اور عرض اسلام کے بعد تفریق کی گئی ہے تب تو بالاتفاق عدت واجب ہے اور اگر دونوں میں سے ایک یا دونوں دارالحرب میں ہیں اور اس لئے عرض اسلام نہ ہوسکا بلکہ تین حیض گذر جانے کی وجہ سے بائنہ ہوئی ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر شوہر مسلمان ہوا ہے تو بالاتفاق عدت واجب[ع] نہیں۔ اور اگر عورت مسلمان ہوئی ہے تو صاحبین کے نزدیک اس پر ان تین حیض کے علاوہ دوسرے تین حیض تک عدت گذارنا واجب ہے، اور امام صاحبؒ کے نزدیک عدت واجب[ع] نہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کیا جاوے

ع یعنی میاں بیوی، دونوں دارالاسلام میں ہوں اور اگر ایک دارالاسلام میں ہو اور دوسرا دارالحرب میں تو تفریق قاضی نہیں ہوسکتی بلکہ تین حیض گذرنے پر بینونت ہوجاوے گی یعنی خود بخود نکاح جاتا رہے گا ۱۲ منہ

ع یعنی اس کو اسلام کے بعد اس زوجہ کی ہمشیرہ وغیرہ سے فوراً نکاح کرلینا جائز ہے اگر عدت واجب ہوتی تو انقضائے عدت سے قبل ہمشیرہ وغیرہ سے نکاح جائز نہ ہوتا ۱۲ منہ

ع البتہ اگر یہ عورت حاملہ ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک بھی وضع حمل سے قبل اس سے نکاح جائز نہیں ۱۲ منہ

امام طحاوی رحمہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

چوتھا احتمال یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہو جاوے۔ اس کے دو جزو ہیں۔ ایک خاوند کا مرتد ہو جانا دوسرے زوجہ کا مرتد ہو جانا دونوں کے احکام جدا جدا درج ذیل ہیں اور اس چوتھے احتمال کے احکام پر اکابر علماء کے تصدیقی دستخط بھی ثبت ہیں۔

ف زوجین کے اختلاف مذہب کی پہلی صورت اور دوسری صورت کے ان چار احتمالوں میں سے اول کے تین احتمالوں کے احکام میں تو کوئی خفا و اختلاف نہ تھا اس لئے اُن کا مسودہ سب حضرات کے سامنے پیش نہیں کیا گیا بلکہ صرف حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم اور چند حضرات کے ملاحظہ پر اکتفا کیا گیا اور چوتھے احتمال کی بعض صورتوں کے حکم میں کچھ خفا و اختلاف تھا اس لئے صرف اس احتمال کے احکام کو پیش کر کے سب حضرات کے دستخط حاصل کئے گئے ہیں۔

حکم ارتداد شوہر

اگر کسی عورت کا شوہر معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے اور مرتد ہو جائے تو باجماع ائمہ اربعہ و باتفاق جمہور فقہاء اُس کا نکاح خود بخود فسخ ہو جاتا ہے قضاء قاضی اور حکم حاکم کی بھی کوئی ضرورت نہیں اور یہ ارتداد شوہر خلوت صحیحہ سے قبل ہوا ہے تو نصف مہر خاوند کے ذمہ ہے اور عورت پر عدت واجب نہیں۔ اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد ارتداد ہوا ہے تو پورا مہر لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے نیز اُس مرتد پر عدت کا نفقہ بھی لازم ہے۔

حکم ارتداد زوجہ

بعض لوگوں نے مسائل نہ جاننے کے سبب علی الاطلاق یہ سمجھ رکھا ہے کہ اگر کوئی عورت مرتد ہو جائے تب بھی نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اور اسی بناء پر بعض ناواقفیت سے تمام روایات فقہیہ کے خلاف یہ تفریع کر بیٹھے کہ اس نالائق کو تجدید اسلام کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ یہاں تک کہ بعض کم بخت عورتوں نے اس کو خاوند سے رہائی حاصل کرنے کا حیلہ سمجھ لیا اور ارتداد کی بلاء عظیم میں مبتلا ہو کر اپنی عمر بھر کے اعمال صالحہ برباد کر دیئے حالانکہ شرعی طور پر پھر بھی اُن کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں دوسرے شخص سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ یہ لازم ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح کر کے پہلے ہی خاوند کے ساتھ رہے۔ چنانچہ تفصیل ذیل سے معلوم ہوگا

وہ تفصیل یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں مذہب حنفیہ میں تین قول ہیں
ایک[1] ظاہر الروایۃ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح تو فوراً فسخ ہو جائے گا۔ لیکن پھر اس کو حبس و قید کر کے تجدید اسلام پر بھی اور اس پر بھی مجبور کیا جائیگا کہ وہ اپنے پہلے ہی خاوند سے تجدید نکاح کرے جیسا کہ قاضی خاں اور عالمگیری اور در مختار و شامی میں اسکی تصریح ہے کہ ظاہر الروایۃ جس میں فسخ نکاح کا حکم دیا گیا ہے اُس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ عورت کو تجدید اسلام اور شوہر اوّل سے تجدید نکاح پر بزور حکومت مجبور کیا جائیگا خواہ اُسکے مرتد ہونے کی غرض خاوند اوّل سے علیحدہ ہونا ہی ہو یا حقیقۃً یا اُس کے عقائد بدل گئے ہوں دونوں صورتوں میں اُس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائے گا۔ (کما صرح بہ الشامی)۔

دوسرا[2] قول۔ مشائخ بلخ و سمرقند اور بعض مشائخ بخارا اسمٰعیل زاہد ابو النصر دبوسی اور ابو القاسم صفار وغیرہم کا فتویٰ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور یہ عورت شوہر سابق کے نکاح میں رہتی ہے۔

تیسرا[3] قول۔ وہ نوادر کی روایت ہے امام اعظم ابو حنیفہ رح سے کہ یہ عورت (دار الاسلام میں بھی) کنیز بنا کر رکھی جائے گی اور اس کے خاوند کا قبضہ اس پر بدستور سابق باقی رہیگا۔

حاصل یہ ہے کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تو اُس کے نکاح کے بارہ میں حنفیہ کے تین قول ہوئے
ایک[1] یہ کہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے لیکن بعد تجدید اسلام اُس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائیگا اور کسی دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار نہ دیا جائے گا۔ (وھو ظاھر الروایۃ)۔
دوسرا[2] یہ کہ نکاح فسخ ہی نہ ہوگا بلکہ وہ دونوں بدستور زن و شوہر رہیں گے۔
تیسرا[3] یہ کہ عورت کو کنیز بنا کر رکھا جائے گا۔

ان تینوں اقوال میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے لیکن اتنی بات پر تینوں متفق ہیں کہ عورت کو کسی طرح یہ حق نہ دیا جائے گا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کے نکاح سے علیحدہ ہو کر دوسری جگہ نکاح کرلے۔ اس لئے یہ بات متفق علیہ ہوگئی کہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کا ہرگز اختیار نہ ہوگا۔

---

[1] تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر عورت مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی جاوے یا دار الحرب میں ہی مرتد ہو تو اُس کو کنیز بنانے پر ظاہر الروایۃ بھی متفق ہے نوادر اور ظاہر الروایۃ کا اختلاف صرف اس میں ہے کہ دار الاسلام میں رہتے ہوئے بھی کنیز بن سکتی ہے یا نہیں ۱۲ منہ

[1] لیکن اس روایت پر فتویٰ دینے کیساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح سے قبل شوہر کو استمتاع یعنی صحبت وغیرہ کی اجازت نہ دی جاوے جیسا کہ متن میں بھی تحت عنوان بعض مسائل ضروریہ عنقریب آتا ہے ۱۲ منہ

آب ہندوستان میں بحالت موجودہ اس متفق علیہ حکم پر عمل کرنا پہلی روایات کو اختیار کرتے ہوئے غیر ممکن ہے کیونکہ فسخ نکاح کا حکم دینے کے بعد پھر تجدید نکاح پر مجبور کرنیوالی کوئی قوت مسلمانوں کے پاس موجود نہیں اور جہاں موجود ہوتی ہے وہاں بھی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اس لئے پہلے قول یعنی ظاہر الروایۃ پر عمل کرنا ہندوستان میں بحالت موجودہ غیر ممکن ہو گیا کیونکہ اس کے ایک جزو پر عمل کرنا اگرچہ اختیار میں ہے لیکن دوسرا جزو یعنی تجدید اسلام اور تجدید نکاح پر مجبور کرنا قطعاً اختیار میں نہیں۔

اور نوادر کی روایت پر عمل کرنا تو ظاہر الروایۃ سے بھی زیادہ مشکل بلکہ بحالت موجودہ غیر ممکن ہے۔ اس لئے اب بجز اس کے کہ مشائخ بلخ و سمرقند کے قول کو اختیار کر کے اسی پر فتویٰ دیا جائے کوئی چارہ نہ رہا۔

اور صاحب نہر کو اگرچہ ان مشکلات کا سامنا نہیں تھا جو آج ہم پر گذر رہی ہیں مگر وہ اپنے وقت میں اسی روایت پر فتویٰ دینے کو تجویز فرماتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے کو سخت مشکل میں ڈالنا قرار دیتے ہیں۔

اور علامہ شامی بھی اس فتوے کی مخالفت نہیں کرتے اور جو کچھ فرمایا ہے وہ روایات نوادر پر قدرت ہونے کے وقت فرمایا ہے اور جب اس پر قدرت نہ ہو تو ان کے نزدیک بھی مشائخ بلخ و سمرقند کے قول پر فتویٰ دینا متعین ہے اسی طرح دوسرے فقہاء بھی اس قول کو نقل کر کے تردید نہیں کرتے پس ہندوستان میں بحالت موجودہ کہ حکومت مسلمانوں کی نہیں اس کے سوا مذہب حنفی پر عمل غیر ممکن ہے کہ مشائخ بلخ و سمرقند کے قول کے موافق یوں فتویٰ دیا جائے کہ عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور باقی رہتا ہے۔

بعض مسائل ضروریہ

مسئلہ نمبر ۱۔ مشائخ بلخ کے قول کے موافق جبکہ بقاء نکاح کا فتویٰ دیا جائے تو ساتھ ہی اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ تجدید اسلام کے قبل شوہر کے لئے اس مرتدہ سے استمتاع یعنی جماع

لہ اسی طرح روایات نوادر یعنی استرقاق کی صورت میں بھی گو قبضۂ مالکانہ خاوند کا اس پر ہو جائے گا لیکن استمتاع کو جائز نہ کہا جاویگا جیسا کہ امۃ مشترکہ سے باوجود قبضۂ مالکانہ کے استمتاع جائز نہیں ۱۲ منہ +

اور اُس کے دواعی مثلاً تقبیل ولمس بالشہوۃ وغیرہ کو جائز نہ کہا جائے کیونکہ آیت کریمہ لا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن سے کافر عورتوں کے ساتھ نکاح اور استمتاع کا حرام ہونا ظاہر ہے اور اس پر اجماع بھی ہے اور کتابیہ کا استثناء جو آیت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب میں وارد ہے۔ اُس سے کتابیہ اصلیہ مراد ہے وہ مرتدہ اس میں داخل نہیں جس نے اہل کتاب کا مذہب اختیار کر لیا ہو۔

اور قول مذکور پر بقاء نکاح سے یہ لازم نہیں آتا کہ حالت کفر میں صحبت و جماع و دواعی جماع بھی جائز رہیں۔ فقہ احناف میں ایسے نظائر موجود ہیں کہ باوجود صحت نکاح و بقاء نکاح کے جماع و دواعی جماع حرام ہوتے ہیں جیسے موطوءہ بالشبہۃ کہ اُسکا نکاح بدستور سابق قائم ہے مگر انقضائے عدت تک اُس سے ہمبستری وغیرہ بالکل حرام ہے۔ اسی طرح حاملہ من الزنا اگر غیر زانی سے نکاح کرلے تو گو نکاح صحیح ہو جاتا ہے مگر شوہر کو صحبت جائز نہیں ہوتی۔

مسئلہ نمبر ۲ حلت استمتاع کیلئے تجدید اسلام کا شرط ہونا آیت مذکورہ اور اجماع وغیرہ سے مسئلہ اولیٰ میں ثابت ہو چکا ہے پھر تجدید اسلام کے بعد ظاہر الروایۃ کے موافق تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے بغیر اس کے استمتاع جائز نہیں۔ مگر مشائخ بلخ کے قول پر تجدید نکاح شرط نہیں۔

لیکن اس خاص جزو میں ظاہر الروایت کو ترک کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں۔ لہذا تجدید نکاح کو بھی ضروری کہا جاوے گا کہ اسی میں احتیاط ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ صورت مذکورہ میں تجدید نکاح کے لئے انقضائے عدت ضروری نہیں۔ (کما ھو ظاھر) لیکن تھوڑا سا مہر جدید ضروری ہے جو دس درہم سے کم نہ ہو جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں مصرح ہے۔ اور مہر سابق کا بدستور واجب فی الذمۃ رہنا ظاہر ہی ہے۔ البتہ اگر قبل خلوت صحیحہ مرتد ہو گئی ہو تو مہر سابق ساقط ہو جاتا ہے۔

خلاصۂ فتویٰ

اس مجموعہ سے خلاصہ اس فتویٰ کا حاصل ہوا کہ عورت بدستور سابق اسی خاوند کے قبضہ اور نکاح میں رہیگی کسی دوسرے شخص سے ہرگز نکاح جائز نہیں۔

لیکن جب تک تجدید اسلام کر کے تجدید نکاح نہ کرے اُس وقت تک اس کی ساتھ جماع اور دواعی جماع کو جائز نہ کہا جاویگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وھو المستعان وعلیہ التکلان

خاتمۃ الخلاصہ

یہ رسالہ حیلۂ ناجزہ اور اُس کے تتمہ المختارات اور ضمیمہ حکم الازدواج کا خلاصہ ہے اب اُن علمار کرام کی تصدیقات تینوں رسالوں کے متعلق جدا جدا ذیل میں درج کی جاتی ہیں جو اصل رسالہ مذکورہ کی ترتیب و تہذیب اور تصحیح و تنقیح میں شریک رہے ہیں۔

تصدیقات متعلقہ حیلۂ ناجزہ

از امداد العلوم تھانہ بھون

الحمد للہ وکفیٰ۔ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ وبعد فقد طالعت ھذہ الرسالۃ الفریدۃ + وملأت عینی بانوار تلک اللآلی النضیدۃ فوجدتھا فریدۃ فی الباب + ودرۃ یتیمۃ اخرجت من لجۃ العباب ؎

منہا الحیوۃ لکل حوتمیت — منہا الممات لکل قول زور
منہا البیاض لکل قلب اسود — منہا السواد لکل عین ضریر

وللہ در شیخنا فقد بالغ فی التحقیق والتنقیر + وبذل جہدہ فی التسہیل علی الامۃ المظلومۃ والتیسیر + جعل اللہ ھذا السعی مشکورا + وھذا العمل مقبولا مبرورا + وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد و

علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ بقلمہ اذل الخدام واحقر الغلمان ظفر احمد
التھانوی تغمدہ اللہ بالغفران والرضوان
۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد وصلوۃ گذارش ہے کہ اس رسالہ فیض مقالہ کا نہایت ضروری ہونا بھی ظاہر ہے اور اس کا جامع مانع اور بیحد مفید ہونا بھی محتاج بیان نہیں۔ اس کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی بیساختہ کہہ اٹھتا ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

درحقیقت امت مرحومہ کی اس اہم مشکل کا حل حضرت اقدس ہی جیسے مجمع کمالات کا محتاج تھا آپ نے جس انتہائی غور وخوض کو ایک عرصہ دراز تک اسکی تحقیق وتصنیف میں مبذول فرمایا ہے اس کا کچھ اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جن کو زمانہ تالیف میں حاضری کی دولت نصیب ہوئی ہو۔ حضرت والا نے بارہا ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اتنی مشقت عمر بھر کسی کام میں نہیں ہوئی۔ حق تعالیٰ حضرت والا دامت برکاتہم کے سایہ رحمت کو ہمارے سروں پر قائم دائم رکھے آمین ثم آمین

اب اہل ضرورت سے صرف اس قدر گذارش ہے کہ رسالہ ہذا میں جو قیود وشرائط درج ہیں وہ نہایت درجہ ضروری ہیں عمل کے وقت ان کو خوب پیش نظر رکھیں اور پوری طرح انکی پابندی کریں محض ضرورت کا بہانہ لیکر اتباع ہوا میں مبتلا نہ ہوں۔ نیز حضرات ارباب فتوی کی خدمت فیض درجت میں التماس ہے کہ فتوے کے وقت تمام شرائط کو بخوبی ملحوظ رکھنا ضروری تصور فرماویں۔ وھو الموفق للخیر والعاصم عن کل ضیر۔

الملتمسان

سراج احمد غفرلہ
مدرس خانقاہ امدادیہ
۲۶ رمضان مبارک سنہ ۵۲ھ

کمترین خدام کہترین غلام احقر عبدالکریم عفی عنہ
از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون
۲۶ رمضان مبارک سنہ ۵۲ھ

مُہر
مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور

از مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً و مسلماً

امّا بعد۔ ہم نے بامعان نظر و خوض تام اس فتوی الحیلۃ الناجزہ کو تقریباً سوا ماہ تک مسلسل مرۃ بعد مرۃ دیکھا اور سنا۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا تھانوی دامت برکاتہم جیسے فقیہہ کو جو علاوہ ظاہری و باطنی علوم کی مہارت تامہ کے احوال زمانہ و مشکلات حاضرہ سے بخوبی واقف ہیں۔ یقیناً یہ حق حاصل ہے کہ فتوے کے لئے کسی دوسرے امام کے مذہب کو اختیار فرمالیں کیونکہ بوقت ضرورت شدیدہ دوسرے اماموں کے مذہب کو اختیار کرنا بھی فقہ حنفی کا ایک حکم ہے بناءً علیہ گذارش ہے کہ گو حضرت اقدس کا فتوی ہم جیسوں کی تائید و تصحیح کا اصلاً محتاج نہیں لیکن تحصیلاً للخیر والثواب ان مسائل کی تائید و تصحیح سے افتخار حاصل کرتے ہیں۔

حضرت اقدس دام ظلہ العالی نے اس فتوے میں حسن تحقیق و تدقیق و احتیاط سے کام لیا ہے وہ منت کش بیان نہیں۔ ہم صمیم قلب سے جناب باری عز اسمہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ حضرت اقدس کو بایں فیوض و برکات تادیر مسترشدین کے رؤس پر سلامت رکھے آمین ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کی مساعی جمیلہ تا قیامت امت مرحومہ میں مشکور رہیں گی۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء عنا و عن سائر المسلمین

عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۸ محرم ۵۲ھ ہجری	بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ (مدرس اوّل) مدرسہ مظاہر علوم ۸ محرم ۵۲ھ ہجری	محمد زکریا (کاندھلوی) عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	محمد اسعد اللہ عفا عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مہر دار الافتاء
جامعۂ اسلامیہ
دیوبند

از دار العلوم دیوبند

ہم سبھوں نے رسالہ (الحیلۃ الناجزۃ - للحلیلۃ العاجزۃ) کو بغور و تدبر سُنا۔ یقیناً ہمارے دیار ہندیہ میں موجودہ حالات کے ماتحت بجز اس کے کوئی چارہ نہیں معلوم ہوتا کہ علماء مذہب حنفی رسالۂ ہذا کے مسائل مندرجہ کو معمول بہا قرار دیں اور اس پر فتوے دیں۔ قرون سابقہ میں بھی علماء حنفیہ نے مسئلہ مفقود وغیرہ میں ضروریات وقتیہ کی بنا پر یہی طرز اختیار کیا ہے۔

حضرت مؤلف دامت برکاتہم اور اُن کے معاونین کی مذکورۂ بالا مسائل میں مساعی بلیغہ اور انتہائی جد و جہد بے شک و بلاشبہ قابل ہزار ہا ہزار تشکر و تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ہر دو جہان میں جزاء خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

العبد	العبد	العبد	العبد
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ	عبد السمیع غفرلہ	محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ	بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ
(صدر مدرس)	(مدرس)	(مدرس)	(مدرس)
العبد	العبد	العبد	العبد
احقر العباد محمد طیب	بندہ سید محمد مبارک علی عفی عنہ	ریاض الدین عفی عنہ	بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ
(مہتمم)	(نائب مہتمم)	(مدرس)	(مدرس حدیث)
العبد	العبد	العبد	
مسعود احمد عفا اللہ عنہ	بندہ محمد شفیع غفرلہ	محمد اعزاز علی امروہی	
دار العلوم دیوبند	خادم دار الافتاء دار العلوم	(شیخ الفقہ والادب)	
(نائب مفتی)	(دیوبند)		

۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ ہجری

تصدیقات متعلقہ المختارات

نظرنا فی التتمۃ فوجدناھا صحیحۃ اشرف علی الحنفی عفی عنہ الحادی عشر من رمضان سنہ ۱۳۵۲ھ

العبد الضعیف — العبد النحیف

محمد شفیع غفرلہ خادم دار الافتاء دیوبند — سراج احمد غفرلہ مدرس خانقاہ امدادیہ

لقد تشرفت بمطالعۃ ھذہ التتمۃ فوجدتھا درۃ یتیمۃ وحسناء وسیمۃ فللہ درمن اخرجھا واستخرجھا وزینھا ووشحھا وھجھا جزاہ اللہ تعالیٰ عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء واحسنہ ورزقنی وایاہ عیشۃ مرضیۃ وعاقبۃ حسنۃ — وانا العبد المذنب ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲۹ رمضان سنہ ۱۳۵۲ھ

تصدیقات متعلقہ حکم الازدواج

از مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون

الاحکام کلھا صحیحۃ

اشرف علی

۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۲ھ

عورت کی مرتد ہونے سے فسخ نکاح نہونے پر جو کچھ جناب مفتی صاحب مدظلہم نے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے اس تحقیق انیق کی خاص عامیت اور ضرورت کو دیکھکر بیساختہ زبان سے نکلتا ہے للہ در المجیب حیث اجاد واصاب فیما افاد واجاب۔

کمترین خدائی احقر عبد الکریم کمتہی عفی عنہ مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ مورخہ ۴ ار رمضان سنہ ۵۲ھ

طالعت ھذہ الضمیمۃ الفخیمۃ وتشرفت بتبسم ھذہ الدر الیتیمۃ فللہ درمن اخرجھا من الصدف الانیق واستخرجھا من البحر العمیق وانا موافق لجمیع ما فی الباب ومسرور بضم ھذہ الضمیمۃ باصل الکتاب واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ بقلم العبد المذنب ظفر احمد عفا عنہ

۲۶ رمضان سنہ ۵۲ھ

از مدرسہ دار العلوم دیوبند

بالکل صحیح و درست ہے فقیر سید اصغر حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح حسین احمد غفرلہ

الجواب صحیح بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ

الجواب صحیح محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبد السمیع عفی عنہ

الجواب صحیح مسعود احمد عفا اللہ عنہ

المجیب مصیب ریاض الدین عفی عنہ

احقر العباد بندہ محمد طیب غفرلہ

سید محمد مبارک علی غفرلہ

از مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبد اللطیف عفا اللہ عنہ ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۱۲ رمضان مبارک سنہ ۵۲ھ

الجواب صواب بندہ عبد الرحمن غفرلہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح محمد زکریا کاندھلوی مدرس مدرسہ مظاہر علوم

بندہ محمد اسعد اللہ عفا عنہ

الجواب صحیح اشرف علی — احقر عبد الکریم عفی عنہ — بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

(وھم الذین لخصوا الرسائل الثلث)

وفاق المجتہدین

للنظر فی

وفاق المجتہدین

ایک رسالہ وفاق المجتہدین نظر سے گذرا جسمیں مفقود کے متعلق ایک سوال کا اجمالی جواب دینے کے بعد مفصل جواب کیلئے مجیب نے آٹھ جزو قرار دیئے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ اب چاہتا ہوں کہ سوال کے بعض اجزاء کا تفصیلی جواب دوں مگر قبل جواب کے اجزائے سوال کو شمار کر لیجئے جنکی فہرست یہ ہے (۱) عاجزانہ مفلسانہ زندگی بسر کرتی ہے (۲) حرام کاری کا قوی اندیشہ ہے (۳) ساٹھ ستر برس گذرنے پر عورت شادی کے لائق نہ رہیگی پھر طویل مدت کیوں مقرر کی گئی (۴) جب مذہب (حنفیہ) میں میرے لئے جگہ نہیں تو (اس) مذہب میں رہ کر کیا کروں۔ (۵) مذہب حنفیہ پر تشدد کا الزام (۶) مؤطا امام مالک علیہ الرحمہ کی روایت کی تحقیق (۷) علمائے حنفیہ کا ضرورت کے وقت غیر مذہب پر فتوے دینے کی حقیقت (۸) مذہب حنفی کا اصلی حکم اور اُس کی پوری تحقیق۔

بعد ازاں سب اجزاء کا نمبروار جواب لکھا ہے اور اصلی مدعا رسالہ ہذا کا یہ ہے کہ علمائے احناف مسئلہ مفقود میں جو مالکیہ کے مذہب پر فتوے دیتے رہے ہیں یہ درست نہیں۔ چونکہ یہ مدعا تصریحات فقہ کے خلاف ہے اور اس پر جو دلائل قائم کئے گئے ہیں وہ مخدوش ہیں۔ اس واسطے مختصر طور پر اس رسالہ کا جواب دینا ضروری معلوم ہوا لہذا معروض ہے کہ پانچویں جزو تک کے جواب کا تو یہ حاصل ہے کہ امام صاحب کا مذہب قوی ہے سو اس میں کوئی شک نہیں امام صاحب کا قول یقیناً راجح اور احتیاط پر مبنی ہے لیکن قول مالکیہ کو اختیار کرنیکی یہ بنا نہیں ہے کہ مذہب امام کو ضعیف سمجھا گیا ہو بلکہ باوجود اُس کو قوی اور راجح سمجھنے کے ضرورت کی وجہ سے خروج عن المذہب کی گنجائش دی گئی ہے۔

چھٹے جزو کے جواب میں مجیب نے اہم اشکال یہ بیان کیا ہے کہ رجوع کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیسے جائز ہو سکتا ہے اسکا جواب تو یہ ہے کہ غالباً امام مالک علیہ الرحمہ رجوع کو تسلیم نہ کرتے ہوں گے جیسا کہ امام احمد علیہ الرحمہ رجوع کی روایت کو نہایت سختی سے رد کرتے ہیں چنانچہ مغنی میں ہے۔ قال لا اتوہم قیل لابی عبد اللہ (الی ان قال) قلت روی عن وجہ ضعیف ان عمرؓ قال بخلاف ھذا قال لا الا ان یکون انسان یکذب (ص ۱۳۲ ج ۹) اور جن محققین نے رجوع کی روایت کو صحیح فرمایا ہے اُنکے نزدیک اُسکے راوی ثقہ ہونگے پس اختلاف کا منشا دراصل توثیق رواۃ میں اختلاف ہوگا اور اسکے نظائر بہت ہیں اور چونکہ روایت رجوع کی سند کہیں نظر سے نہیں گذری

اس واسطے مفصل حال رواۃ کا اور اُن میں اختلاف کا معلوم نہیں ہو سکتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے علاوہ حضرت عثمان اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ مولانا لکھنوی نے ہدایہ کے حاشیہ میں بحوالہ ابن ابی شیبہ نقل کیا ہے اور اُن سے رجوع مروی نہیں پس رجوع عمرؓ کے بعد بھی اس قول کو ان حضرات کی اتباع میں اختیار کر سکتے ہیں۔ ساتویں جزو کے جواب میں تین اُمور کی تحقیق ہے (اوّل) فقیہ کے نزدیک دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کے ضوابط و شرائط کیا ہیں (دوم) جن لوگوں نے دوسرے مذہب پر فتویٰ دینا جائز بتایا ہے یہ قابلِ اعتماد ہیں یا نہیں (سوم) مالکیہ کا اصل مذہب کیا ہے۔

امر اوّل میں فقہاء کی چار عبارتیں درج ہیں۔ اوّل لا یفتی بغیر الراجح فی مذھبہ فاذا سئل عن حکم لا یجیب الا بما ھو صواب عندہ فلا یجوز ان یجیب بمذھب الغیر (از شامی) دوم۔ لو قیل الحنفی ما مذھب الامام الشافعی فی کذا یقول قال ابو حنیفۃ کذا (از در مختار) سوم فان القاضی المقلد اذا خالف مشھور مذھبہ لا ینفذ حکمہ فی الاصح (از در مختار) لان المعتمد ان القاضی لا یصح قضاءہ بغیر مذھبہ خصوصاً قضاۃ زماننا (از شامی) چہارم۔ والتقلید ان جاز بشرطہ فھو للعامل لنفسہ لا للمفتی لغیرہ فلا یفتی بغیر الراجح فی مذھبہ (از شامی) ان سے یہ ثابت کیا ہے کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا جائز نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ عبارت اولیٰ تو عبارت رابعہ کا جزو ہے پس اُسکا جواب عبارت رابعہ کے جواب سے معلوم ہو جائیگا جو عنقریب آتا ہے۔ اور عبارت ثانیہ یعنی لو قیل الحنفی الخ ایک قول ضعیف پر مبنی ہے چنانچہ اُسکے متعلق علامہ شامی نے تصریح کی ہے ھذا مبنی علی قول بعض الاصولیین لا یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل۔ اور مقدمہ میں ابن حجر سے تصریح نقل کی ہے کہ یہ قول ضعیف ہے۔ حیث قال ثم اعلم ان ذکر فی التحریر و شرحہ ایضا انہ یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل فی قال الحنفیۃ والمالکیۃ واکثر الحنابلۃ والشافعیۃ وفی روایۃ عن احمد وطائفۃ کثیرۃ من الفقہاء لا یجوز ثم قال بعد اسطر وقد رأیت فی اخر فتاوی ابن حجر الفقہیۃ التصریح ببعض ذلک فانہ سئل عن عبارۃ النسفی المذکورۃ رأی المذکورۃ فی المتن عن الاشباہ اذا سئلنا الی تو حرران قول ائمۃ الشافعیۃ کذلک ثم قال ان ذلک مبنی علی الضعیف من انہ یجب تقلید الاعلم دون غیرہ والاصح انہ یتخیر تقلید ای شاء ولو مفضولا وان اعتقدہ کذلک اھ پس یہ قول حجت نہیں اور اگر تسلیم کر لیا جائے تو عبارت ثالثہ و رابعہ کی طرح اسکو بھی عدم ضرورت پر محمول کیا جاویگا اور عبارت ثالثہ کے جواب میں شامی کی پوری عبارت نقل کر دینا ہی کافی ہے لہذا ذیل میں وہ عبارت درج ہے۔ در مختار میں عبارت ثانیہ مذکورہ بالا کے بعد ہے۔ نعم لو قضی مالکی بذلک نفذ کما فی البحر والنہر وقد نظمہ شیخنا الرملی الخ اس پر اول تو شامی نے یہ لکھا (نفذ) لانہ مجتہد فیہ۔ وھذا کلہ رد علی ما فی البزازیۃ قال العلامۃ والفتوی فی زماننا علی قول مالک۔ وعلی ما فی جامع الفصولین لو قضی قاض بانقضاء عدتہا لای الممتدۃ الطہر بعد مضی تسعۃ اشہر نفذ اھ لان المعتمد ان القاضی لا یصح قضاءہ بغیر مذھبہ خصوصاً قضاۃ

زمانناہ۔ پھر چند سطروں کے بعد فرمایا ہے قلت لکن ھذا ظاھر اذا امکن قضاء مالکی بہ او تحکیمہ اما فی بلاد لا یوجد فیہا مالکی یحکم بہ فالضرورۃ متحققۃ وکان ھذا وجہ ما مر عن البزازیۃ وجامع الفصولین فلا یرد قولہ فی النہر انہ لا داعی الی الافتاء بقول نعتقد انہ خطأ یحتمل الصواب مع امکان الترافع الی مالکی یحکم بہ اھ تأمل۔ ولہذا قال الزاھدی وقد کان بعض اصحابنا یفتون بقول مالک فی ھذہ المسئلۃ للضرورۃ اھ ثم رأیت ما بحثتہ ذکرہ محشی مسکین عن السید الحموی الخ۔ اسمیں علامہ شامیؒ نے خود تصریح فرمادی کہ قضاء بمذہب الغیر کے بارہ میں جو لا یصح کا حکم ہے وہ عدم ضرورت کیساتھ خاص ہے۔ اور صاحب نہر کے قول لا داعی اور مع امکان الترافع الخ سے بھی صاف واضح ہے کہ اگر ضرورت داعی ہو اور ترافع الی المالکی ممکن نہ ہو تو افتاء بمذہب الغیر پر انکو کوئی اشکال نہیں۔ اور عبارات رابعہ کا جواب اسی جواب سے معلوم ہو گیا کیونکہ فتویٰ اور قضا اس باب میں ایک ہی حکم رکھتی ہیں۔ درمختار رسم المفتی میں ہے وحاصل ما ذکرہ العلامۃ قاسم فی تصحیحہ انہ لا فرق بین المفتی والقاضی اھ قلت ای فی اتباع مارجحوہ کما صرح بہ الشامی علاوہ ازیں عبارت مذکورہ بالا میں فتویٰ اور قضا دونوں کی اجازت مصرح ہے مثلاً بزازیہ کی عبارت میں فتویٰ کی تصریح اور جامع الفصولین کی عبارت میں قضا کی تصریح ہے۔ امر دوم کی جو تحقیق لکھی ہے کہ افتاء بمذہب الغیر کی ابتداء غیر معتمد مشائخ سے ہوئی ہے اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ جب معتمد مشائخ نے اسکو قبول کر لیا تو وہ قول معتمد ہو گیا کما لا یخفی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ زاہدی وغیرہ سے اصل مسئلہ کی ابتدا نہیں ہوئی اُن سے ابتدا صرف اسکی ہوئی ہے کہ خاص ان جزئیات میں افتاء بمذہب الغیر کو نقل کیا ہے ورنہ اصل مسئلہ افتاء بمذہب الغیر کا انکی نقل پر موقوف نہیں کیونکہ اصل مسئلہ تو متقدمین اور متأخرین کی تصریحات سے ثابت ہے چنانچہ استیجار علی تعلیم القرآن کے جواز پر متأخرین میں سے صاحب ہدایہ وقاضیخان اور صاحب کنز وغیرہ سب محققین فتویٰ دیتے ہیں اور متقدمین میں سے امام فضلی اور فقیہہ ابو اللیث نے بھی فتویٰ دیا تھا جسکی تفصیل حیلہ ناجزہ باب دوم کے مقدمہ میں موجود ہے اس سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینے کے جواز پر مشائخ کا اتفاق ہے اسکے بعد کسی خاص مسئلہ میں بالتخصیص فتویٰ منقول ہونیکی ضرورت نہیں رہتی پس اگر زاہدی وغیرہ کی نقل نہ ہوتی تب بھی اصل مسئلہ ثابت ہونیکے بعد تحقق ضرورت کے وقت مسئلہ مبحوث فیہا میں فتویٰ دیسکتے تھے اور اب انکی نقل سے تائید ہو گئی خاصکر جب محققین نے انکی نقل کو قبول کر لیا۔ غرض زاہدی وقہستانی کا ضعف اس مسئلہ کی نقل میں مضر نہیں کیونکہ وہ نقل صرف تائید کیواسطے ہے اصل مدار اُن پر نہیں بلکہ مشائخ محققین یعنی امام فضلی وغیرہ پر ہے بلکہ مسئلہ افتاء بمذہب الغیر للضرورۃ کی اصل خود امام یوسفؒ سے بھی منقول ہے چنانچہ شامی نے رسم المفتی میں بحوالہ بزازیہ نقل کیا ہے انہ صلی الجمعۃ مغتسلا من الحمام ثم اخبر بغارۃ میتۃ فی بیر الحمام فقال ناخذ بقول اخواننا من اھل المدینۃ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا اھ۔ اور اسکے بعد صاحب رسالہ نے ابن شحنہ سے بحوالہ شامی مسئلہ مفقودہ میں اخذ بمذہب الغیر پر ان الفاظ میں اعتراض نقل کیا ہے لکنہ اعترض علی الناظم بانہ لا حاجۃ للحنفی الی ذلک لان ذلک خلاف مذھبنا فحذفہ اولی چونکہ اس اعتراض میں خود یہ لفظ موجود ہے "لا حاجۃ للحنفی

الی ذالک" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن شحنہ وغیرہ ضرورت کے تحقق میں کلام کر رہے ہیں نہ کہ تحقق ضرورت کے بعد فتوے اور قضا بمذہب الغیر کے جواز میں۔ اسکے بعد اسی امر دوم کے ختم کے قریب رسالہ کے صفحہ ۱۳ پر جو لکھا ہے کہ لوگ بہت تعجب کرینگے کہ جب علامہ شامی مذہب کے خلاف فتویٰ دینا منع کرتے ہیں اور زاہدی وقہستانی کو غیر معتبر کہتے ہیں پھر بعض مسائل جیسے مفقود اور ممتدۃ الطہر وغیرہ کے بارہ میں حرج اور ضرورت کیوقت امام مالک کے قول پر عمل کرنا کیوں جائز لکھتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ علامہ شامی نے رفع حرج کیلئے مسئلہ کو ظاہر کر دیا ہے مگر خود نہ فتویٰ دیا اور نہ فتوی کی اجازت بلکہ یہاں تک احتیاط کیا کہ بجائے لفظ یفتی کے یحکم لکھا چنانچہ لکھتے ہیں حیث لم یوجد مالکی یحکم بہ۔ اسمیں یہ دعوی کہ شامی نے رفع حرج کیلئے مسئلہ کو ظاہر کر دیا مگر نہ خود فتوی دیا نہ فتوی کی اجازت" یہ نہایت ہی عجیب ہے کیونکہ وہ تو موضع ضرورت میں فتوی اور قضا بمذہب الغیر کی صاف تائید فرما رہے ہیں چنانچہ ممتدۃ الطہر کے باب میں انکا جو قول ہے وہ عبارت ثالثہ کے جواب میں گذر چکا اور زوجہ مفقود کے بارہ میں بھی اسی طرح صاف تائید کی ہے جیسا ابھی آتا ہے اور اسکے بعد جو لکھا ہے بلکہ یہاں تک احتیاط کیا کہ بجائے یفتی کے یحکم لکھا" اس جملہ کا کوئی صحیح مفہوم ہی معلوم نہ ہو سکا جو اس پر کچھ کلام کیا جاتا البتہ اتنی بات واضح ہے کہ اس جملہ سے شامی کا مقصود قضا و فتوی بمذہب الغیر کی تائید و حمایت ہے کیونکہ انھوں نے اول زوجہ مفقود کے بارہ میں مذہب مالک پر فتویٰ دینے کی تائید بزازیہ وغیرہ سے نقل کی ہے پھر لکھا ہے۔ واعترضہ فی النہر وغیرہ بانہ لاداعی الی الافتاء بمذہب الغیر لامکان الترافع الی مالکی یحکم بمذہبہ۔ بعد ازاں اس کے جواب میں لکھا ہے لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورۃ حیث لم یوجد مالکی یحکم بہ۔ بس سمجھ میں نہیں آتا کہ مؤلف رسالہ اپنے دعوی پر اس سے استدلال کس طرح کرنا چاہتے ہیں۔ بعد ازاں عنوان "حاصل تحریرات" کے اخیر میں جو درج ہے کہ اگر مالکی مذہب کے قاضی اور مفتی نہ ہوں تو مجبوراً مذہب مالکیہ کے پورے احکام کی پابندی کرتے ہوئے احناف خود عمل کر سکتے ہیں۔ اسمیں اول تو سخت اشکال یہ ہے کہ یہ اجازت دینا بھی تو فتوی ہے جس سے صاحب رسالہ دوسروں کو منع کر رہے ہیں کیا فتوے کیلئے خاص لفظ فتوے کی شرط ہے۔ دوسرے یہ کہ خود عمل کیسے ممکن ہے جبکہ مذہب مالکیہ میں قضائے قاضی شرط ہے اور قاضی کو قضا بمذہب الغیر سے صاحب رسالہ منع کرتے ہیں۔ تیسرے عامی کو از خود تو اپنے مذہب کی ضعیف روایت پر بھی عمل کی اجازت نہیں جو مذہب غیر پر عمل کرنے سے اہون ہے چنانچہ شامی نے علامہ بیری سے نقل کیا ہے۔ ھل یجوز للانسان العمل بالضعیف من الروایۃ فی حق نفسہ۔ نعم اذا کان لہ رأی اما اذا کان عامیا فلم ارہ لکن مقتضی تقییدہ بذی الرأی انہ لا یجوز للعامی ذلک قال فی خزانۃ الروایات العالم الذی یعرف معنی النصوص والاخبار وھو من اھل الدرایۃ یجوز لہ ان یعمل علیہا وان کان مخالفا لمذھبہ۔ اھ پھر مذہب غیر پر عمل کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔ چوتھے عامی کو مذہب غیر معلوم کیسے ہوگا جبکہ اہل علم کو اس رسالہ میں بتلانے تک سے بھی منع کیا گیا ہے گو پھر خود بتلا بھی رہے ہیں اور اس پر عمل کی اجازت بھی دے رہے ہیں۔

امر سوم کی تحقیق میں روایات مختلفہ نقل کرکے جو اضطراب ظاہر کیا گیا ہے اُس کا مختصر حل یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ کی روایت کہ "حاکم امر کند ولی فقید را بطلاق زن دہ بایں رفتہ مالک" کتب مالکیہ بلکہ خود مدونہ امام مالک کی تصریحات کے خلاف ہونیکے سبب قابل اعتماد نہیں اور مسک الختام کی عبارت (اگر زن بست سال ماندہ رفع بحاکم کند اجل برائے او از سر نو گیرند و اگر صغیرہ یا آئسہ یا زوج او صغیر ست ہمیں چار سال باشد) کا محل غلط ٹھیرا کر یہ ترجمہ کیا گیا ہے کہ چار سال کی مدت صرف صغیرہ اور آئسہ یا زوجۃ الصغیر کے لئے ہے اس لئے شبہ میں پڑ گئے ورنہ اُسکا تو صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ صغیرہ اور آئسہ کیلئے بھی وہی چار سال کی مدت ہے جو کبیرہ حائضہ کیلئے اس سے پیشتر بیان ہوئی نہ معلوم اس کے یہ معنی کس طرح قرار دے لئے کہ صغیرہ کا اور حکم ہے اور کبیرہ کا اور۔ اب وہ رہ گئیں در مختار اور فتح الباری کی روایتیں سو ان میں اجمال اور تفصیل کا فرق ہے اور یہ اضطراب نہیں کہلاتا اور گو فتح الباری سے کسی قدر تفصیل معلوم ہو گئی مگر در اصل فتح الباری کی روایت بھی مجمل بلکہ موہم ہے اگر پوری تحقیق اور صحیح تفصیل مطلوب ہو تو حیلۂ ناجزہ ملاحظہ فرمایا جاوے اُس میں مدینہ منورہ کے علمائے مالکیہ سے مبسوط اور مدلل فتاوی حاصل کرکے شائع کئے گئے ہیں فقط واللہ اعلم۔

آٹھویں جزو میں خدشہ تو کئی مقدمات پر ہے مگر ہم بغرض اختیار صرف اصل مقصد پر کلام کرتے ہیں جیسا کہ دوسرے اجزاء میں بھی ضروری امور پر کلام کیا گیا ہے۔ اس جزو ہشتم کا اصل مقصد یہ ہے کہ تفویض الی رأی الحاکم کا قول جو فقہ حنفی میں موجود ہے اسمیں زوجۂ مفقود کیلئے کافی رعایت موجود ہے اس واسطے دوسرے امام کا مسلک اس باب میں اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ غالباً مؤلف نے تفویض کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ حاکم کو کلی اختیار ہے کہ جب چاہے مفقود پر موت کا حکم لگا دے اسی واسطے مؤلف نے احسن المقال کے عنوان میں تفویض الی رأی الامام کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ "مفقود کا معاملہ قاضی اسلام کے حوالہ کر دیا جاوے" لیکن در اصل اس قول کا یہ مطلب نہیں اس واسطے اس قول سے کوئی سہولت اور رعایت نہیں نکل سکتی اصل مطلب اس قول کا یہ ہے کہ مفقود پر موت کا حکم لگانے کیلئے مشائخ مذہب سے جو مختلف مدتیں منقول ہیں اُن پر مدار رکھنے سے بہتر یہ ہے کہ حاکم خود مفقود کے حالات میں غور کرے اور جب اُس کی موت کا ظن غالب ہو جاوے اُس وقت موت کا حکم لگا دے چنانچہ شامی نے شرح وہبانیہ سے تفویض کی یہ تفسیر نقل کی ہے ان ینظر ویجتہد ویفعل ما یغلب علی ظنہ فلا یقول بالتقدیر لانہ لم یرد بہ الشرع بل ینظر فی الاقران والزمان والمکان ویجتہد۔ بعد ازاں زیلعی کا قول لکھا ہے لانہ یختلف باختلاف البلاد وکذا غلبۃ الظن تختلف باختلاف الاشخاص فان الملک العظیم اذا انقطع خبرہ یغلب علی الظن فی ادنی مدۃ انہ قد مات اھ پھر خود تحریر کرتے ہیں ومقتضاہ انہ یجتہد ویحکم القرائن الظاہرۃ الدالۃ علی موتہ وعلی ھذا یبتنی ما فی جامع الفتاوی حیث قال

واذ فقد فی المهلک۔ فموته غالب فیحکم به کما اذا فقد فی وقت الملاقاة مع العدو الخ اس کے بعد فرماتے ہیں وافتی به بعض مشائخنا وقال ان افتی به قاضی زاد صاحب بحر الفتاوی لکن لا یخفی انه لابد من مضی مدة طویلة حتی یغلب علی الظن موته لا بمجرد فقد عند ملاقاة العدو الخ۔ تعجب ہے کہ اسقدر صاف تصریحات پیش نظر ہوتے ہوئے صاحب رسالہ نے قاضی کیلئے اختیار مطلق کو کیسے تجویز کیا۔

الغرض ان تصریحات سے یہ ثابت ہو گیا کہ حکم بالموت علی المفقود کا مدار دراصل غلبۂ ظن پر ہے خواہ وہ غلبۂ ظن موت اقران سے حاصل ہو خواہ مضی مدة لا یعیش الی مثله سے حاصل ہو خواہ دیگر قرائن ظاہرہ سے حاصل ہو اور بدون غلبۂ ظن کے موت کا حکم لگا دینے کا ہرگز اختیار نہیں ہے۔

جب یہ واضح ہو گیا تو پھر اس قول میں صرف اُس مفقود کی عورت کو سہولت ہو گئی جس کی موت پر قرائن ظاہرہ دال ہوں اور عام مفقودین کی عورتوں کیلئے کوئی سہولت نہ نکلی بلکہ اُن کے واسطے ہنوز وہی دقت باقی ہے جس سے سخت پریشانی ہے پھر چونکہ تفویض الی رأی الحاکم وجود قاضی اسلام پر موقوف ہے اور ہندوستان میں اسوقت اس کا تحقق نہیں اور کوشش کے بعد کامیابی کی جلد امید نہیں۔ اسلئے زوجۂ مفقود کو ہندوستان میں بحالت موجودہ کچھ بھی سہولت نہ ہوئی۔ اور جب ضرورت باقی ہے تو رفع حرج کیلئے لامحالہ قول مالکیہ اختیار کرنا پڑیگا۔ کما لا یخفی۔

وهذا آخر ما اردنا ایراده فی هذا المقام + والتوفیق بید الملک العزیز العلام۔

حررہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۳ ہجری۔

از اشرف علی عفی عنہ۔ بغور دیکھا ماشاء اللہ کافی وافی ہے اسکو امداد الاحکام میں نقل کرا دیا جاوے۔

تتمة الرسالة

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد لوجهه الکریم۔ والصلوٰة والسلام علی رسوله العظیم۔ سراپا کرم! اکرمکم اللہ الکریم۔ السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته۔

رفاق المجتہدین کا مطالعہ کیا۔ صغیرہ آئسہ وصغیرة الزوج کی تخصیص۔ اور علامہ شامی کا بجائے یفتی کے یحکم کہنا ان دونوں میں مجھ سے ضرور تسامح ہوا اس کو نکال دوں گا۔ آپ واقعہ سنئے ایک مقامی عالم نے زوجۂ مفقود کے بارہ میں بقول امام مالکؒ فتویٰ لکھا اور قضاء برعایت مذہب مالکی کا حکم دیا اُسوقت میں نے یہ تحریر بہت جلدی میں مرتب کی اور اتنی تحریر کی نقل دشوار تھی اپنی آسانی کیلئے چھپوایا اور ۳۵ جگہ روانہ کیا مگر ابتک سوائے آپ کے کہیں سے نہ تائید آئی نہ تردید۔ بعد میں معلوم ہوا کہ "المرقومات" کوئی رسالہ شائع ہوا ہے اُس سے مقامی عالم نے اخذ کیا ہے چنانچہ المرقومات ایک شخص سے دستیاب ہوئی اور اُسکو دیکھا مگر اُسمیں اصل فتاویٰ کیلئے حیلۂ ناجزہ کا حوالہ دیا گیا مگر حیلۂ ناجزہ باوجود کوشش بلیغ کے دستیاب نہیں ہوئی۔ دہلی سہارنپور دیوبند سب جگہ سے جواب آیا ہے کہ موجود نہیں۔ اب آپ اپنی تحریر میں جابجا

حیلۂ ناجزہ کا حوالہ لکھتے ہیں۔ اگر ممکن ہو تو ایک نسخہ مجھے ضرور عطا فرمائیں تاکہ استفادہ کر سکوں۔ فی الحال امورِ ذیل کے جواب سے مجھے ضرور مطمئن فرمائیے امید ہے کہ انھیں سے اختلاف مرتفع ہو جائیگا۔ (۱) تفویض کا مطلب جو میں نے لکھا ہے وہ درمختار کے ذیل میں فتح کے حوالہ سے علامہ شامی نے بھی نقل فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا۔ قال فی الفتح فای وقت رأی المصلحۃ حکم بموتہ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ رویت معمولی نہ ہو بلکہ نظر و اجتہاد و حصول غلبۂ ظن کے بعد ہو مگر اختیار کلی اس سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں اس پر مزید غور فرمائیے اسی کے طے ہو جانے پر سب طے ہو جائیگا۔ (۲) نصب القاضی بالتراضی صحیح ہے یا نہیں (۳) اور بعد نصب القاضی بانواعہ الثلثۃ المذکورۃ فی وفاق المجتہدین سہولت ہوگی یا نہیں۔ (۴) اگر یہ نہ ہو اور وقتی کارروائی کیلئے تحکیم پر معاملہ رکھا جائے تو مفید ہوگا یا نہیں کیونکہ تحکیم بمنزلہ قضا اور محکم مثل قاضی ہوتا ہے خصوصاً صاحب درمختار نے جو لکھا ہے اس پر کافی غور فرمائیے۔ ثم استثناء الثلثۃ یفید صحۃ التحکیم فی کل المجتہدات کحکمہ بکون الکنایات رواجع وفسخ الیمین المضافۃ الی الملک وغیر ذلک لکن ھذا مما یعلم ویکتم وظاھر الھدایۃ انہ یجیب بلا یحل فتأمل (درمختار باب التحکیم)۔ اب مجھے صرف یہی عرض کرنا ہے کہ اگر مذہب حنفی کی رو سے قضایا تحکیم کے ذریعہ سے زوجۂ مفقود کی خلاصی ہو سکتی ہے تو مذہب غیر پر عمل کرنیکی کیا ضرورت ہے۔ مذہب غیر پر عمل کی اجازت بعد ضرورت ہے اور یہاں خود گنجائش موجود ہے اس کے جواب سے ضرور مطلع فرمائیے خصوصاً درمختار کا یہ جملہ ھذا مما یعلم ویکتم بہت توجہ سے غور کے لائق ہے۔

بخدمت جناب مولانا اشرف علی صاحب سلام مسنون بوحدت مضمون عرض ہے میری یہ تحریر مولانا کی خدمت میں ضرور پیش فرمائیے کہ تحقیق حق مطلوب ہے۔

الجواب

مولانا المکرم زاد مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والا نامہ صادر ہوا۔ آپنے احقر کی معروضات پر خاص توجہ فرمائی اسکا شکر گذار ہوں۔ اور حسب الطلب حیلۂ ناجزہ ایک صاحب کی طرف سے ہدیۃً مرسل خدمت ہے اس کے بھیجنے کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ اگر ملاحظہ کے بعد آپ اس سے اتفاق کرلیں تو اس پر تقریظ لکھکر روانہ فرمائی جاوے۔ اب استفسارات مندرجہ والا نامہ کے متعلق جو کچھ خیالِ ناقص میں آیا وہ بھی پیش خدمت ہے امید ہے کہ حسب سابق توجہ سے ملاحظہ فرماکر جو رائے ہوگی اس سے مطلع فرمائیے۔

(۱) عریضۂ سابقہ سے واضح ہو چکا ہے کہ تفویض الی رأی الامام کا یہ مطلب ہے کہ حاکم کو جب قرائن ظاہرہ دالہ موت مفقود کا غلبۂ ظن ہو جائے تو وہ بدون موت اقران بھی حکم بالموت کر سکتا ہے کیونکہ موت اقران سے غلبۂ ظن ہی ہوتا ہے جب وہ دوسرے طریق سے حاصل ہو گیا تو اصل مقصود میں خلل نہیں آتا اور جب غلبۂ ظن بشرط ٹھیرا اور وہ بھی مقترن بالقرائن الظاہرۃ الدالۃ تو حاکم کیلئے کلی اختیار کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ اور فتح القدیر میں قال بعضھم یفوض الی القاضی کی بعد جو فای وقت رأی المصلحۃ حکم بموتہ موجود ہے اس میں مصلحت سے مراد غلبۂ ظن ہی ہے۔ کما یعلم من صنیع الشامی رحمۃ اللہ علیہ حیث قال تحت قول الدر (واختار الزیلعی تفویضہ الی رأی الامام) قال فی الفتح فای وقت رأی المصلحۃ حکم بموتہ قال فی النہر وفی الینابیع قیل یفوض الی رأی القاضی ولا تقدیر

لہ یہ بھی اس عبارت میں بیشک کے قول آئندہ بل ھو اقرب الیہ من القول بالتفویض الی رأی الامام ہے تفویض کے تفویض مطلق مراد نہیں بلکہ تقیید مدۃ کے مقابلہ میں تفویض مقصود ہے ۱۲ منہ

فیہ فی ظاہر الروایۃ وفی القنیۃ جعل ھذا روایۃ عن الامام اھ قلت والظاھر ان ھذا غیر خارج عن ظاھر الروایۃ ایضاً بل ھو اقرب الیہ من القول بالتقدیر لانہ فسرہ فی شرح الوھبانیۃ بان ینظر ویجتھد ویفعل ما یغلب علی ظنہ فلا یقول بالتقدیر لانہ لم یرد بہ الشرع بل ینظر فی الاقران والزمان والمکان ویجتھد۔ نیز علامہ زیلعی جنہوں نے اس قول کو مختار کہا ہے وہ اختیار کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں۔ لانہ (ای العمر الذی لا یعیش بعدہ غالباً) یختلف باختلاف البلاد وکذا غلبۃ الظن یختلف باختلاف الاشخاص الخ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان حضرات نے مصلحت کو عام نہیں رکھا بلکہ اقران اور زمان ومکان میں غور کرنے کے بعد غلبۂ ظن سے اسکی تفسیر کی ہے اور اس تفسیر کو تسلیم کرنا لازم ہے کیونکہ اگر اس قول کی یہ تفسیر تسلیم نہ کی جاوے بلکہ یہ محمل قرار دیں کہ قاضی کو علی الاطلاق اختیار ہے تو اس قول کو درست کہنا بھی ممکن نہ رہیگا کیونکہ اسوقت یہ قول ظاہر الروایۃ میں داخل نہ ہو سکے گا جسکی وجہ سے شامی وغیرہ نے تائید کی ہے بلکہ ایک جدید قول ہوگا جسکی مساعدت نہ کسی روایت سے ہو سکتی ہے نہ درایت سے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا قول کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ پس اس باب میں قاضی کیواسطے اختیار کلی تجویز کرنا سراسر بے اصل ہے لم یقل بہ احد من اھل العلم فیما اعلم۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

(۲) تراضی مسلمین سے قاضی کا تقرر درست نہیں چنانچہ شامی نے بزازیہ سے نقل کیا ہے لو اجتمع اھل بلدۃ علی تولیۃ واحد للقضاء لم یصح الخ اور علامہ شامی نے جو اس کے بعد فرمایا ہے قلت وھذا حیث لا ضرورۃ والا فلھم تولیۃ القاضی ایضاً کما یأتی بعدہ اس اول تو سخت اشکال یہ ہے کہ عبارت آئندہ جسکا حوالہ دیا گیا ہے اسمیں یجعلونہ والیا فیولی قاضیا ہے اور براہ راست عامہ کی طرف سے تقرر قاضی کا اس میں کوئی ذکر ہی نہیں پس مدعا ثابت نہ ہوا۔ دوسری یہ عرض ہے کہ جس ملک میں تراضی مسلمین سے قاضی کو قوت وشوکت حاصل ہو جائے وہاں تو کچھ گنجائش بھی ہو سکتی ہے مگر اس ملک میں تقرر عامہ سے کچھ کام نہیں چل سکتا بلکہ ایک اختلاف جدید کا وسیع باب کھلجائیگا اسلئے اسکو صحیح کہنا کسی طرح قرین قیاس نہیں۔ (۳) انواع ثلثہ میں سے نوع اول یعنی یجعلونہ والیا فیولی قاضیا کا وقوع تو ہمارے دیار میں نہایت ہی بعید ہے اور نوع دوم کا ناکافی ہونا ابھی نمبر ۲ میں گذر چکا۔ اور نوع سوم یعنی ولی الکافر علیہم ورضیہ المسلمون ممکن ہے لیکن سالہا سال سے برابر سعی جاری ہے مگر ہنوز روز اول ہے اور اگر خدا کرے کامیابی بھی ہو جائے تب بھی قول مالکیہ کو اختیار کرنے بدون چارہ نہیں کیونکہ تفویض الی القاضی سے مشکل حل نہیں ہوتی جیسا کہ عریضہ سابقہ میں بھی معروض ہو چکا ہے۔

(۴) اول تو صاحب ہدایہ وغیرہ جیسے جلیل القدر مشائخ کرام کے خلاف کی جرأت مشکل ہے خاصکر جبکہ انکے قول کی علت یعنی تجاسر عوام کا اندیشہ آجکل روز افزوں مشاہد ہو رہا ہے۔ دوسرے مفقود میں تحکیم متصور ہی نہیں کیونکہ تحکیم میں تراضی فریقین شرط ہے اور مفقود کی رضا بھی مفقود ہے لہذا تحکیم کا فتوی نہیں دیا جا سکتا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ الاحقر **عبد الکریم** عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون یکم محرم الحرام سنہ ۱۳۵۵ ہجری

آپکا خط بھی مولانا دامت برکاتہم کے ملاحظہ سے گذار دیا تھا اور عریضہ ہذا بھی۔ عریضہ ہذا کی تصویب فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب کو میری طرف سے سلام لکھدینا اور یہ بھی لکھدینا کہ آپکی جد وجہد سے دل خوش ہوا دعائے برکت کرتا ہوں حق تعالی زیادہ توفیق عطا فرماوے۔

تمت

[illegible]

حضرت امام [illegible] رحمۃ اللہ علیہ کی [illegible] کتاب [illegible] کا [illegible] حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب [illegible] اور [illegible] کے دس دس [illegible] کا [illegible] دامت برکاتہم مریدین و سالکین کو [illegible] فرمایا [illegible] اس وقت بعض [illegible]

[illegible]

[illegible] اور عام طور پر داخل [illegible] ہے لیکن اس [illegible] اس پر کوئی مفصل حاشیہ نہیں تھا [illegible] نے خصوصیات ذہن کا لحاظ رکھتے ہوئے [illegible] انشاء اللہ تعالیٰ [illegible] کی [illegible] کا نہایت [illegible] اختصار کے ساتھ [illegible] ابواب و صلات بیان کیا گیا ہے [illegible] کو اشکال پیدا ہو سکتا تھا [illegible] مستند و مستند کتب [illegible] سے مدد لی گئی ہے [illegible] حکایات و امثال کے مطالب کی پوری توضیح کی گئی [illegible] شروع میں ایک [illegible] تمام اوصاف کے [illegible]

[illegible]

[illegible] کے اصل [illegible] [illegible] تمام حواشی [illegible] [illegible] کا [illegible] آخر [illegible] کا [illegible] صفحات کا [illegible]

چند نفائس حضرت حکیم الامت مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا الشاہ [illegible] دامت برکاتہم

دار الاشاعت میں حضرت مدوح کی تصانیف [illegible]

اس مختصر فہرست میں صرف [illegible]

استیاب الدعوات عقیب الصلوات	۲ر	الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد	[illegible]	[illegible]	[illegible]
التعرف فی تحقیق التصرف	۱ر	جزاء الاعمال	[illegible]	[illegible]	[illegible]
آداب الشیخ والمرید	[illegible]	حق السماع	[illegible]	[illegible]	[illegible]
جواہر الملقین	[illegible]	علاج القحط	[illegible]	[illegible]	[illegible]
حقائق سلوک	[illegible]	معرفۃ الآخرۃ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
حقوق الاسلام	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]